ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون
بالمعروف وینھون عن المنکر و اولٰئک

ھم المفلحون

اور ہو جائے تم میں سے ایک گروہ جو نیکی کی طرف بلائے
اور بھلائی کا حکم کرے اور بدی سے منع کرے اور ایسے
لوگ ہی مفلح ہوتے ہیں

رسالہ

تشحیذ الاذہان

جلد ۳ | ایڈیٹر۔ صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب | نمبر ۶

فہرست مضامین ✣ بابت ماہ جون و جولائی سنہ ۱۹۰۸ء

باہتمام حافظ ... ۱۰۔ رجب سنہ ۱۳۲۶ ہجری کو قادیان سے شائع ہوا

عام اطلاع

ناظرین دسمبر ۱۹۰۷ء کا پرچہ جو ابھی ہمارے ذمہ تھا وہ اِسی پرچہ میں ڈالدیا گیا ہے کیونکہ حضرت اقدس کی وفات پر جو مضمون اس رسالہ میں شایع ہوا اور وہ بوجہ مفصل ہونے کے کسیقدر گنجایش چاہتا تھا چنانچہ اس پرچہ کے ڈیڑھ سو صفحہ ہیں اس لیے بغرض اطلاع عام یہ مشتہر کیا جاتا ہے کہ اس رسالہ میں دسمبر ۱۹۰۷ء اور جون اور جولائی ۱۹۰۸ء کے پرچے شامل ہیں اس لیے آیندہ کوئی صاحب دسمبر ۱۹۰۷ء کے پرچہ کا مطالبہ نہ کریں ہاں انشاءاللہ ڈائری اور خطوط جو ۱۹۰۷ء میں نامکمل ہیں اُن کے الگ صفحات چھاپ کر خریداران کے نام بھیجدیئے جائیں گے۔ تاکہ فائل مکمل ہو جائے۔ آیندہ سے پرچہ ہر قمری مہینہ کی دس کو شایع ہوا کرے گا۔ اور انگریزی مہینہ کا حساب نہ ہوگا۔

(مینیجر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ایک عظیم الشان انقلاب

تبارک الذی جعل فی السماء بروجا وجعل فیھا سراجا وقمرا منیرا ۰ وھو الذی جعل اللیل والنھار خلفۃ لمن اراد ان یذکر او اراد شکورا ۰

ترجمہ) بہت برکت والا ہے وہ جس نے اسمان مین برجون کو پیدا کیا اور اُس مین سورج اور روشن چاند بنایا - اور وہی ہے کہ جس نے رات اور دن کو آگے پیچھے آنیوالا بنایا تاکہ وہ شخص جوکہ نصیحت پکڑنے والا ہو اس سے نصیحت پکڑے اور جو شکر کرنے والا ہو شکر کرے - یہ سورہ فرقان کے آخری رکوع کی پہلی دو آیتین ہین جن مین خداتعالی نے انسان کو بتایا ہے کہ ہمنے آسمان مین بروج پیدا کئے اور سورج اور چاند بنائے جس کی وجہ سے مختلف موسم اور مختلف حالتین پیدا ہوئین -

اور پھر رات اور دن بنائے کہ ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہین
اس سے نصیحت پکڑنیوالے نصیحت پکڑ سکتے اور شکر کرنے والے شکر کر سکتے ہین
اب ہمین دیکھنا چاہئے کہ اِس کا کیا مطلب ہے خدا تعالیٰ ہمین اس بات کو بتانے
کے بعد جو نصیحت پکڑنے اور شکر کرنے کی ہدایت فرماتا ہے تو معلوم ہوا کہ کوئی
بڑی بات اِس مین پوشیدہ ہے جو کہ ہماری ترقی کا موجب اور دینی ہدایت کا
باعث ہو چنانچہ خدا تعالیٰ سورۂ آل عمران رکوع جس مین اس کی طرف
اشارہ فرماتا ہے۔

ان فی خلق السموات والارض واختلاف الیل والنہار لآیات
لاولی الالباب ۝ الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبھم
یتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلاً
سبحٰنک فقنا عذاب النار ۝

تحقیق آسمانون اور زمین کی پیدائیش - رات اور دن کے آگے پیچھے آنے مین عقلمند
لوگون کے لئے نشانات ہین - وہ عاقل لوگ جو اُٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے خدا تعالےٰ
کا ذکر کرتے ہین - آسمانون و زمین کی پیدائش مین سوچتے اور فکر کرتے ہین
اور کہتے ہین کہ اے ہمارے رب تونے ان چیزون کو بیفایدہ نہین پیدا کیا تو
اس سے پاک ہے پس تو ہمکو عذاب دوزخ سے بچا - اب اِن آیتون پر غور کرنے سے
معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کی پیدایش اُسکی برجون مین تقسیم پھر سورج و چاند کی
بناوٹ بیفایدہ نہین ہوئی بلکہ ان مین بڑے بڑے اسرار پوشیدہ ہین چنانچہ اُسکے

متعلق چھان بین توسٹرانومر ہمیشہ سے کرتے آئے اور بڑے بڑے عجائبات قدرت ظاہر ہوئے ہین جن سے عقل دنگ ہو جاتی ہے مگر بظاہر ایک موٹی بات ہر کہ سردی گرمی بارش وخشک سالی بہار وخزان یہ باتین سب انہین چیزون کی پیدایش کے متعلق ہین اگر یہ نہ ہون تو نظام عالم مین بالکل فرق آجائے اور انسان کی زندگی مین فرق آجائے اور انسان کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے۔ پانی ہے تو انکی وجہ سے میسر آتا ہے غلہ اور میوہ ہے تو انکی مدد سے پکتا ہے جو کہ انسان کی غذا بنتا ہے ...... پس اسجگہ خدا تعالیٰ اشارہ فرماتا ہے کہ جب دُنیاوی زندگی کیلئے جو چند روزہ ہے اور چند سالون کے بعد ختم ہو جانے والی ہے مینے یہ سامان پیدا کئے ہین تو یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ روحانی زندگی کے لئے کوئی طریقہ نہ رکھا ہو جس سے انسان وہ دایمی اور ابدی آرام حاصل کر سکے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ پس اس سے عقلمند انسان کیلئے ضرورت امام کا مسئلہ بالکل حل ہو جاتا ہے اور وہ دیکھ سکتا ہے کہ جیسی دنیاوی زندگی کیلئے سورج اور چاند کی ضرورت ہی ویسے ہی روحانی زندگی کیلئے ایک روحانی سورج اور چاند کی ضرورت ہے اگر وہ نہ ہون تو انسان پر روحانی موت آجاوے اور وہ باوجود کہانے پینے کے بھوکا اور پیاسا ہو اور باوجود بصارت کے اندھا ہو اور باوجود قوت شنوائی کے بہرہ ہو اور باوجود زندہ ہونیکے اس پر ایک موت طاری ہو۔ پس اسی کیطرف اشارہ کرتے ہوئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ

اے مومنو خدا اور رسول کی آواز کو سنو اور قبول کرو جبکہ وہ تم کو زندہ کرنے کے لئے بلائے۔ پس باوجود اسکے کہ صحابہ کرام زندہ تھے اور کھاتے پیتے اور چلتے پھرتے تھے۔ تب بھی خدا نے انکو حکم دیا ہے کہ جبکہ تم کو زندہ کرنیکے لئے بلایا جائے تو تم سرتابی نہ کرو۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ موت دو قسم کی ہوتی ہے ایک جسمانی اور ایک روحانی۔ جسمانی موت تو وہ ہے کہ جب ایک انسان کی روح جسم خاکی سے جدا ہو جاتی ہے اور روحانی موت وہ ہے جبکہ انسان خدا تعالیٰ سے تعلق توڑ بیٹھتا ہے۔ پس سچ تو یہ ہے کہ موت اصل مین روحانی موت ہی ہے۔ کیونکہ اسکے بعد کوئی زندگی نہین حالانکہ جسمانی موت کے ساتھ ہی ایک اور زندگی شروع ہو جاتی ہے جس کا وعدہ قرآن شریف اور دوسرے نبیون کی کتابون مین بار بار دیا گیا ہے۔ پس جیسا کہ اس جسمانی زندگی کو قایم رکھنے کیلئے کوئین کھودی جاتی اور نہرین نکالی جاتی ہین اور مختلف قسم کے اناج بوئے جاتے ہین اور باغ لگائے جاتے ہین ویسا ہی روحانی زندگی کے قایم رکھنے کیلئے ضروری ہے کہ روحانی پانی اور روحانی غذا سے اس کو قایم رکھا جائے اور جیسا کہ ایک کسان اپنی کھیتی کو پکانے کے لیے اس کو پانی دیتا ہے اور سورج اور چاند کی روشنی سے اس کو فایدہ پہنچاتا ہے ویسا ہی ہمیں بھی چاہیئے کہ کلام الٰہی کے پانی سے اپنے دل کی کھیتی کو سیراب کریں اور خدا تعالیٰ کے جلوہ اور اس کے نبیوں کی روشنی کے پرتو سے اس کو پکائیں تاکہ ہماری روحانی زندگی قایم رہ سکے اور وہ غرض جس کے لیے ہم پیدا کیے گئے ہیں پوری ہو۔ پس یہ آیات جو مینے اپنے مضمون کے شروع میں لکھی ہیں انکا بھی یہی مطلب ہے

کہ خدا تعالیٰ بڑی برکتوں والا ہے کہ اُس نے آسمان میں بروج اور سورج اور چاند پیدا کیے ہیں کہ تا ان سے انسان اور دوسرے چرند و پرند متمتع ہوں اور اپنی زندگی کو قایم رکھیں۔ اور اُس نے روحانی زندگی کے قایم رکھنے کے لیے بھی اسی میں بلکہ ان سے بھی بڑھکر سامان مہیا کر دیئے ہیں چنانچہ ربنا ما خلقت ھٰذا باطلاً سبحانك فقنا عذاب النار کی آیت کو سورۃ فرقان کی مندرجہ بالا آیات سے ملاکر پڑھنے سے بخوبی ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہاں یہی مراد ہے کہ روحانی سورج و چاند بھی ہیں اور اُن سے فایدہ اُٹھانا روحانی زندگی کا باعث ہو جاتا ہے چنانچہ یہ فرمانا کہ اے رب تُو نے یہ سب کچھ بیفایدہ پیدا نہیں کیا تو پاک ہے ہمیں عذاب دوزخ سے بچا۔ اس بات کی دلیل ہے کہ عقلمند لوگ اس ظاہری نظام کو دیکھکر باطنی نظام کی طرف ہدایت پاتے ہیں اور وہ سمجھ لیتے ہیں کہ ایک روحانی سلسلہ بھی ہے جس سے روحانی زندگی قایم رکھی جاتی ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ یا اللہ ہمیں عذاب دوزخ سے بچا یعنی ایسا نہ ہو کہ باوجود اس ظاہری نظام کو دیکھنے کے ہم اس سے محروم رہیں اور اس روشنی کے دیکھنے سے اندھے رہیں اور اس طرح عذاب دوزخ کے لائق ٹھہریں پس چونکہ تُو ہر طرح پاک ہے اس لیے ہمیں بھی پاک کر اور عذاب نار سے بچا۔ اب وہ شخص جو ذرا بھی عقل اور فہم رکھتا ہو سمجھ سکتا ہے کہ اگر یہاں روحانی زندگی کی طرف اشارہ نہ ہوتا تو عذاب النار سے ڈرانیکی کیا ضرورت تھی اور اُس سے بچنے کے لیے دعا سکھانیکی کیا حاجت تھی۔ پس یہ بات صاف ظاہر ہے کہ سورۃ فرقان کی ان آیات کا مطلب جن کو

مَیں شروع مضمون میں لکھ آیا ہوں یہی ہے کہ انسان کو ظاہری انتظام دکھا کر اُس باطنی انتظام کی طرف متوجہ کیا جائے جس سے اُسکی روحانی زندگی قایم رہے۔ چنانچہ رات اور دن کے آگے پیچھے آنکی مثال سے بھی یہی سکھایا گیا ہے کہ جیسے ظاہری سورج ایک وقت پر چڑھتا ہے اور دن کی روشنی تمام دنیا میں پھیلا دیتا۔ اور تاریکی کو نور سے بدلدیتا ہے اور تمام پوشیدہ چیزوں کو ظاہر کردیتا ہے اور اُس کے چڑھنے کے بعد بُری اور بھلی اور پاک اور ناپاک چیزوں میں فرق کرنا آسان ہوجاتا ہے اور انسان اطمینان قلب کے ساتھ اپنے دنیاوی کاموں میں مشغول ہوجاتا اور اپنی آیندہ زندگی کے لیے سامان مہیا کرنیکی فکر میں لگ جاتا ہے اور حتی الوسع اُسکو بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے اسی طرح جب روحانی آفتاب اپنا جلوہ دکھاتا ہے اور سرزمین دلپر دن کی روشنی کو پھیلا دیتا اور بدیوں کی ظلمت کو نیکیوں کے نور کے ساتھ بدل دیتا ہے اور وہ گناہ جو انسان میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں اُن کو ظاہر کردیتا ہے اور طرح طرح کی بُرائیاں اور خبیث اور گندی بیماریاں جو انسان کی روحانی وجود کے ساتھ پیوستہ ہوتی ہیں اُن سے اُس کو پاک کرتا اور شفا دیتا ہے۔ اور اُس وقت اُس میں بُرے بھلے کے پرکھنے کی قوت پیدا ہوجاتی ہے۔ اور وہ اپنے خلوص دل اور صحت نیت کے ساتھ اپنی روحانی زندگی کی بہتری کے لیے کوشاں ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ سے سچا تعلق پیدا کرلیتا ہے۔ پس وہ کام جو کہ مادی سورج اس زمین پر طلوع ہوکر کرتا ہے اس سے بڑھکر روحانی سورج سے ظہور میں آتا ہے کیونکہ یہ تو صرف اس چند روزہ زندگی کے لیے سامان مہیا کرتا ہے مگر وہ دائمی زندگی

کے لیے توشہ جمع کر دیتا ہے۔ اور انسان کو خدا سے ملا دیتا ہے۔ اسی طرح جب رات پڑتی ہے تو تمام دنیا میں اندھیرا چھا جاتا ہے اور اُس وقت انسان اپنے تمام دنیاوی کاروبار کو چھوڑ کر آرام کرنے کے لئے لیٹ جاتا ہے اور ایک غفلت کی نیند میں سو جاتا ہے کہ پھر اسکو دنیا، ومافیہا کی کچھ خبر نہیں رہتی اور اسی طرح جب روحانی زندگی پر رات کا تاریک زمانہ آتا ہے تو اکثر انسان دین کو چھوڑ کر دنیا کی غفلت میں پڑ جاتے ہیں اور وہ لوگ جو کچھ کام کرنا چاہتے ہیں وہ مامور من اللہ سے استفادہ حاصل کیے ہوئے لوگوں سے جو کہ چاند اور ستاروں کی مانند ہوتے ہیں فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اور اُس روشنی کے منتظر رہتے ہیں جو کہ زندگی کے بعد پیدا ہوتی ہے اور وہ اس دن کے خیال میں ہوتے ہیں جسکا رات کے بعد آنا لازمی ہوتا ہے۔ پس ان آیات میں انسان کو تعلیم دیگئی ہے کہ وہ اس ظاہری نظام عالم کو دیکھکر اُس نظام کی طرف توجہ کرے جس سے دائمی زندگی وابستہ ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لمن ا را د ان یذ کر ا و ارا د شکورا یعنی یہ باتیں اس لیے بیان کی گئی ہیں کہ ان سے انسان نصیحت پکڑے اور خداوند تعالیٰ کا شکریہ ادا کرے کہ اس نے صرف جسمانی طور سے ہی اسکی دستگیری نہیں کی ہے بلکہ روحانی طور سے بھی اُس کے لیے امن و آسایش کے سامان مہیا کیے ہیں۔

اب ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ سورج چاند اور دن رات پر غور کرنیسے انسان کو کسقدر فایدہ پہنچ سکتا ہے۔ کسی کے احسانوں کے یاد کرنے سے اُسکی

محبت بڑھتی ہے پس جب ہم خدا تعالیٰ کے احسانات کا اقرار کریں گے اور خوب غور سے اُن کی نسبت سوچیں گے تو خود بخود ہمارے دل میں اُسکی محبت بڑھے گی اور تعلق زیادہ ہوگا اور خود ہمیں اپنے اعمال کے مطالعہ کا موقع ملے گا پس جبکہ اس دنیاوی زندگی کا ایک دن بھی ضایع ہوتا ہے تو اُسکو بہت بُرا منایا جاتا ہے تو جب روحانی زندگی کے دن بیفایدہ اور بغیر ترقی کے گذرتے جائیں توکیوں انکا افسوس نہ کیا جائے۔ جب ہم خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق غور کریں گے کہ آج جب سورج ہم پر طلوع ہوا تو ہماری کیا حالت تھی اور جب غروب ہوا تو کیا۔ تو اُسوقت ہم پر ہماری اپنی کمزوری کھل جائے گی۔ اور ہم کو معلوم ہو جائیگا کہ ہمارے اعمال میں کسقدر کمی ہے اور ہم کو کسقدر اصلاح کی ضرورت ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا ہم سے وعدہ ہے کہ جب تم ان باتوں پر غور کروگے تو تم نصیحت حاصل کروگے اور اپنے دل میں شکریہ ادا کرنیکی گنجایش پاؤگے۔ پس ہم کو دیکھنا چاہیئے کہ ہمیں کیا کام کرنا تھا اور اس میں سے کسقدر ہم نے پورا کیا ہے پچھلے سال سنہ ۱۹۰۷ء ہی کو دیکھو کہ ایک زمانہ میں تو اس کی آمد کا انتظار تھا اور بڑے شوق سے اس کی طرف نظریں لگی ہوئی تھیں۔ مگر آج سنہ ۱۹۰۸ء کا آغاز ہے اور دنیا کی تمام دولت خرچ کرنے کے بعد بھی سنہ ۱۹۰۷ء واپس نہیں آسکتا۔ بڑے بڑے بادشاہ اس امر کے لیے کوشش کریں دولتمند سے دولتمند انسان اپنا روپیہ خرچ کردیں مگر وہ جو گذر گیا سو گذر گیا اب اس کا واپس لانا محال ہے یہی بات ہے جس نے مجھکو اس مضمون کے لکھنے کی تحریک کی ہے۔ اور یہی

وہ سبب ہے جس کی وجہ سے آج مَیں ایک نہایت ہی دردمند دل کے ساتھ
اس مضمون کے لکھنے کے لیے بیٹھا ہوں۔ اس بات کا افسوس نہیں کہ ایک
سال ہماری عمر میں سے گذر گیا بلکہ اس بات کا خوف ہے کہ اُس محبوب یگانہ کے
ملنے کے دن قریب آگئے ہیں ایسا نہ ہو کہ بدیاں نیکیوں سے زیادہ ہوں کیونکہ
وہ قدوس خدا بد اور بدی سے نفرت کرتا اور نیک انسان اور نیکی سے محبت
کرتا ہے۔ اس لیے ہمارا فرض ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس میں پہلے
سے بھی زیادہ کوشش اور خلوص کے ساتھ مشغول ہوں کیونکہ جس طرح ہماری
عمر ۱۹۰۷ء کے ختم ہونیسے بڑھ گئی ہے ویسا ہی چاہیئے کہ روحانی طور سے بھی
ہم ترقی کریں بلکہ اُس سے بھی ہزاروں درجہ بڑھکر اور چاہیئے کہ جس طرح ہم جسمانی
طور سے اپنے خدا سے ایک سال اور نزدیک ہو گئے ہیں اسی طرح سے روحانی
طور سے بھی ہم اُس کے نزدیک ہو جائیں اور محبت الٰہی میں ترقی کریں اور
اس کے لیے چاہیئے کہ ہم اپنے ۱۹۰۷ء کے واقعات کو مدنظر رکھیں اور دیکھیں
کہ اس میں ہم نے کس کس بات میں کمزوری دکھائی اور کونسے امر میں غلطی
کی تاکہ خدا تعالیٰ ہم کو آئندہ اصلاح کی توفیق دے جیسا کہ اُس نے وعدہ
فرمایا ہے کہ لمن اراد ان یذکر او اراد شکورا۔ کہ جو شخص سوچ
چاند اور رات دن کے واقعات و حالات پر غور کریگا اُس کو نصیحت حاصل ہوگی
اور شکر کرنیکا موقع ملیگا۔ اب اگر عام طور پر نظر دوڑا کر دیکھا جائے تو بڑی بڑی
بشارتیں اور نہایت خوفناک انذار کی پیشگوئیاں اس سال میں ہوئی ہیں خدا نے

نے اپنے پاک اور بزرگ نبی کی معرفت ہم کو خوشخبری سنائی ہے کہ اسلام کی ترقی کا وقت آگیا ہے۔ اور قریب ہے کہ اسلام کا پاک چہرہ دنیا کے سامنے روشن کر کے دکھا دیا جائے اور وہ جو ہر وقت دنیا کمانے کی فکر میں ہی رہتے ہیں انہیں دین کی طرف بھی رغبت پیدا ہو اور جہاں تاریکی اور ظلمت نے اپنا قدم جمایا ہے وہاں فوراً روشنی پھیلائی جائے اور وہ زمانہ نزدیک ہے کہ شرک اور کفر کا بت پاش پاش کیا جائے اور توحید اور ایمان پھر اپنے قدموں پر کھڑے ہوں اور وہ لوگ جو بدی اور گناہ کی غار میں پڑے ہیں اُنہیں نیکی اور تقویٰ کے اونچے مینار پر کھڑا کیا جائے۔ الغرض خدا رحیم و کریم اپنے نبی کو اُس کلام کیطرف دوبارہ توجہ دلاتا ہے کہ بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیان بر منار بلند محکم تر اُفتاد۔ مگر اس کے ساتھ ہی ایسے ایسے منذر الہام اور پیشگوئیاں ہیں کہ اُن کو سُنکر بدن پر لرزہ آتا ہے اور دل کانپ جاتا ہے اور بے اختیار مُنہ سے نکلتا ہے کہ اے خدا ہمیں دین پہ ثابت قدم کر مگر اپنے رحم اور کرم سے اُن ابتلاؤں سے محفوظ رکھ جنکی بابت خبر دی گئی ہے کہ ہلاکت اور تباہی کے دروازے کھول دیئے ہیں اور یہ کہ اس ملک میں ایک ایسی طاعون آنیوالی ہے کہ شہروں کے شہر برباد ہو جائنگے ایسے کہ اُن کی حالت کو دیکھکر رونا آئیگا اور پھر یہ بھی تبلایا گیا ہے کہ ایک اور وبا پڑنیوالی ہے جو کہ بالکل نئی ہوگی۔ اور خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ وہ کیا ہوگی۔ اور پھر ساتھ ہی قحط اور زلزلوں کی خبر دیگئی کہ انکی شدت سے زمین کانپ اُٹھیگی اور خدائے قادر مطلق متنبہ کرتا ہے کہ یوم تری الناس

سُکَارٰی وَمَاھُم بِسُکَارٰی۔ یعنی لوگ اُس دن خوف سے بیہوش اور بدمست معلوم ہوں گے۔ حالانکہ انہوں نے کوئی نشہ کی چیز استعمال نہ کی ہوگی۔

اب جبکہ اِن دونوں حالتوںپر غور کرتے ہیں تو دل میں ایک سخت دہشت پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ بشارتیں جو کہ دیگئی ہیں اپنے حالات پر نظر کرتے ہوئے ہم اپنے آپ کو اُنکے مستحق نہیں پاتے اور دیکھتے ہیں کہ یہ انعامات ایک خدمت عظیم کو چاہتے ہیں اور ہم سے ابھی وہ ظہور میں نہیں آئی۔ وہ امتحان جس میں صحابہؓ کامیاب ہوئے ابھی ہمارے درپیش ہے وہ خدا کا عشق وہ نبی کریمؐ کی محبت وہ اسلام سے سچا تعلق وہ احکام دین کی پوری پابندی وہ صدق وہ صفا وہ تقویٰ وہ طہارت وہ وفائے عہد وہ وحدت ابھی ہم میں کہاں ہے۔ اگرچہ دوسرے لوگوں کی نسبت احمدی جماعت میں ہزاروں درجہ بڑھکر یہ صفات پائی جاتی ہیں۔ مگر پھر بھی یہ انعام جن کا وعدہ دیا جاتا ہے اُن کاموں کے بدلے میں ہیں جو کہ صحابہؓ نے کیے اور ہم میں ابھی وہ حالت پیدا نہیں ہوئی اور ابھی بہت سے راستے ہیں جو ہمیں طے کرنے ہیں اور بہت سی دشوار گذار گھاٹیاں ہیں جنپر سے ہمیں عبور کرنا ہے پس خوف معلوم ہوتا ہے اور دلپر ایک لرزہ طاری ہوتا ہے کہ خدانخواستہ ہماری سُستی اور کاہلی کو دیکھکر خدائے قدوس نے یہ ارادہ تو نہیں کیا کہ ہماری جگہ ایک ایسی قوم پیدا کرے جو کہ اُس کی عاشق ہو نبی کریمؐ کی فدائی اور مسیح موعودؑ کی فرمانبردار اور صحابہؓ کا سچا نمونہ ہو اور جو اُس انعام کی مستحق ٹھہرے جس کا وعدہ خداوند تعالیٰ بڑے پُرزور الفاظ میں دیتا ہے۔ مگر پھر

اس خیال سے کسقدر تسلّی ہو جاتی ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے ایک جماعت قریباً اٹھارہ اُنیس برس سے قایم کی ہے تو یہ اُس منشار کے برخلاف ہی کہ پھر وہ اُس جماعت کو بند کرکے ایک اور جماعت کو اُس کی جگہ قایم کردے کیونکہ اسطرح پھر اُس کا یہ عمل جو اس عرصہ سے وہ کرتا ہے لغو ٹھہرتا ہے حالانکہ وہ اپنے پاک کلام میں فرماتا ہے کہ اُس کی ذات پاک ہے اور وہ لغو کام نہیں کرتا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا ہمیں پاک کرنیکا ارادہ ہے۔ اور اس خیال سے لیئے خوشی کا ایک جوش اُٹھتا ہے اور یہی دل چاہتا ہے کہ اُس پاک اور قدوس خدا پر پروانہ وار فدا ہو جائیں۔ پھر جب اُن مندرجہ الہامات کی طرف نظر اُٹھاتے ہیں تو دل بیقرار ہو جاتا ہے اور سخت پریشانی ہوتی ہے کہ ایسا نہ ہو کہ ہم بھی ان عذابوں میں شریک ہو جائیں کیونکہ خدا تعالیٰ کا کسی سے رشتہ نہیں جو گنہگار ہے وہ سزا پانیکا مستحق ہے پس اپنی کمزوری پر نظر ڈالتے ہوئے سخت ہی اضطراب پیدا ہوتا ہے اور سوائے اس کے کوئی چارہ نظر نہیں آتا کہ خدا تعالیٰ کے آگے گڑگڑائیں اور دعائیں مانگیں کہ اے رحیم خدا ہم کو ہر طرح سے عذابوں اور دُکھوں سے بچا اور اپنے رحم کے سایہ میں لے آ اور ہمارے دلوں کو اپنی منشار کے مطابق پاک صاف کردے کیونکہ تیرے سوا کوئی نہیں جو پاک کر سکے پس یہ وہ تذکرہ ہے جو کہ ہم کو ۱۹۰۷ء پر غور کرنیسے حاصل ہوتا ہے۔ اور انعامات کیطرف دیکھکر شکر کرنیکو جی چاہتا ہے اور یہی اُن آیات کا منشا ہے جو کہ میں مضمون کے شروع میں لکھ آیا ہوں۔ یہ باتیں ایسی نہیں ہیں کہ انکو پڑھکر کسی دل لگی میں

اُڑا دیا جائے بلکہ یہ اس قابل ہیں کہ عملاً ان سے فائدہ اُٹھایا جاتے یہ تذکرہ اور نصیحت جو کہ ۱۹۰۷ء سے ہم کو ملتی ہے اسی ۱۹۰۸ء میں اپنا رہبر اور رہنما بنانا چاہیئے اور اپنے روزمرہ کے حالات پر غور کرکے اور اُن سے ایک نتیجہ نکالکے اس کے ساتھ شامل کر لینا چاہیئے تاکہ ایسا ہو کہ خدا تعالیٰ ہم سے خوش ہو اور جس کام کے کرنیکا ارادہ کیا ہے اس کے لیے ہمیں بھی خدا چُن لے۔ خدا کے کام کبھی نہیں رُکتے ہاں بدبخت انسان عمدہ موقعوں سے فائدہ اُٹھانے سے رُک جاتے ہیں وہ جس کام کا ارادہ کرتا ہے اُسے کرکے چھوڑتا ہے کیونکہ وہ قادر ہے اور کوئی نہیں کہ اُس کا مقابلہ کر سکے ہاں انسان بارہا ایک نیک کام کو کرنا شروع کرتا ہے اور پھر بے استقلالی سے اُسکو ادھورا چھوڑ دیتا ہے۔ مگر وہ جو خدا تعالیٰ سے استقلال کے لیے دعا بھی مانگتا ہے کیونکہ اس میں سب طاقتیں ہیں جو چاہتا ہے کرتا ہے اور اُس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں اور نہ فضول ہے اُس نے ایک مامور دنیا میں بھیجا ہے کہ اُس کے ذریعہ سے شرک کی بیخکنی کرے اور اسلام کا روشن چہرہ دنیا کو دکھلائے پس یہ کام تو ہو کر رہیگا۔ ہاں خوش قسمت ہیں وہ جو اس وقت ثواب دارین حاصل کریں اور خدا سے اپنا تعلق پیدا کر لیں کیونکہ اور سب تعلق ٹوٹ جاتے ہیں۔ مگر اسکا تعلق کہ وہ ہمیشہ رہتا ہے۔

ہم ممبران تشحیذ الاذہان نے بھی یہ کام خدا کی رضا حاصل کرنیکے لیے شروع کیا تھا پس تمام احمدی جماعت سے اور خود امام وقت سے استدعا ہے کہ

مہربانی فرماکر ہمارے لیے دعاکریں کہ جس کام کو ہم نے شروع کیا ہے اس میں کامیاب ہوں۔ اور ہر طرح سے ترقی حاصل کریں۔ ایمانی طور پر بھی عملی طور پر بھی اور علمی طور پر بھی۔ اور وہ تمام رُکاوٹیں جو ہر ایک کام کے شروع کرتے وقت لازماً پیش آتی ہیں وہ ہمارے راستہ سے دُور ہوں اور ہم اُن تمام مشکلات کو حل کریں جو کہ ہمارے سامنے پیش ہوں۔ اور وہ تمام وساوس اور بدخیال جو اپنے نفس کی بدی سے یا کسی بیرونی تحریک سے انسان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں وہ ہمارے دلوں سے دُور ہوں اور ہم بدیوں اور بدکرداریوں کے شر سے محفوظ رہیں۔ شیطان ہمارے دلوں پر قبضہ نہ پا سکے۔ ہمارے دل صاف وشفاف آئینہ کی طرح ہوں انپر کوئی کدورت اور میل نہ ہو۔ اور خدا کا عکس بڑے جلال کے ساتھ انپر پڑے۔ ہم میں سچا اخلاص اور سچا عشق اور سچی محبت خدا کے لیے اُس کے رسولوں کے لیے اور دین اسلام کے لیے ہو۔ وہ قلم کا جہاد جو کہ ہم نے دشمنانِ اسلام کے ساتھ شروع کیا ہے اسمیں ہمیں کامل فتح ہو اور ہم فن تقریر و تحریر میں اپنے دشمنوں پر اُسی طرح غالب ہوں جسطرح صحابہؓ شمشیر زنی میں۔ اور ہم متقیوں کے امام ہوں۔ اور ہم میں آپسمیں خدا تعالیٰ کے منشار کے مطابق سچی محبت اور سچا اخلاص ہو۔ ہماری محبت اور ہماری سب اُسی کے لیے ہو۔ امام وقت اور اولی الامر کی فرمانبرداری ہمارے دلوں میں گھر کر جائے۔ ہم قوم میں اتفاق و اتحاد پیدا کرنیکے محرک ہوں اور اس کام کو کامیابی سے پورا کریں۔ اور وہ نتائج

جو سورج و چاند اور دن اور رات کے آگے پیچھے آنیکے متعلق سوچنے سے سنہ ۱۹۰۷ء
میں ہم نے اخذ کیے ہیں۔ اُنسے فایدہ اُٹھانیکی ہم کو توفیق عطا ہو۔ پھر ہم تمام
ممبران تشحیذ الاذہان معہ رسالۂ تشحیذ الاذہان کے تمام ناظرین کے
لیے اور اپنے لیے خلوص دل اور صحت نیت کے ساتھ خداوند تعالیٰ کے حضور
میں دعا کرتے ہیں کہ اے رب کریم - اسے رحمٰن و رحیم اے مالک یوم الدین
خدا ہماری کمزوریوں پر نظر کر اور ہمارے گناہوں کو بخش اور ہم کو صحابہؓ کا سچا اور
کامل نمونہ بنا اور ہمیں توفیق بخش کہ سنہ ۱۹۰۸ء اور آیندہ سالوں میں بہت سے نیک
کام کریں اور بدیوں سے بچیں اور وہ کمزوریاں جو ہم میں ہیں وہ آیندہ ہم میں
نہ پائی جائیں اور آج جبکہ سنہ ۱۹۰۷ء نے ترقی کرکے سنہ ۱۹۰۸ء کا درجہ پایا ہے اور
ہماری جسمانی عمر آگے سے زیادہ ہوگئی ہے اُس سے کروڑوں درجہ زیادہ
ہماری ایمانی اور روحانی ترقیاں ہوں۔ اور ہم تیرے اِس کلام پاک کے سچے مستحق
ٹھہریں کہ اِنَّ فی خلق السمٰوات والارض و اختلاف الیل والنھار
لاٰیاتٍ لّاولی الالباب ۝ الذین یذکرون اللہ قیاماً وّ قعوداً وّ علیٰ
جنوبھم یتفکّرون فی خلق السمٰوات والارض ۚ ربنا ما خلقت ھٰذا
باطلاً ۚ سبحٰنک فقنا عذاب النّار ۝ ربنا انک من تدخل النّار
فقد اخزیتہ ؕ وما للظّٰلمین من انصار ۝ ربّنا انّنا سمعنا
منادیاً یّنادی للایمان ان اٰمنوا بربکم فاٰمنا ۖ ربنا فاغفرلنا
ذنوبنا وکفّر عنا سیاٰتنا و توفّنا مع الابرار ۝ ربّنا واٰتنا ما و

علیٰ رسلک ولا تخزنا یوم القیمۃ انک لا تخلف المیعاد ۵ اور ہمارے امام پر ہزاروں ہزار برکتیں ہوں اور وہ کام جس کے لیے اُس کا دل دردمند ہے وہ اس میں کامیاب ہو اور اس کی کوششوں اور تیرے فضل کی بدولت اسلام پیارا اسلام پھر اپنی شان و شوکت حاصل کرے اور رسالہ تشحیذ الاذہان کا یہ تیسرا سال اور آیندہ کے سال ہمارے لیے اور ہماری قوم کے لیے مبارک ہوں۔ و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

کیا اسلام علمی مذہب ہے؟

تمہید اس بات کا جواب دینے سے پہلے کہ کیا اسلام علمی مذہب ہے یا نہیں ہم خلاصۃً اتنا لکھدینا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس مضمون کے لکھنے کی کیا وجہ ہوئی ہے اور کونسا خیال ہے جس نے ہم کو مجبور کیا کہ ہم اس کے لکھنے کی طرف متوجہ ہوں؟ پس یاد رہے کہ اس مضمون کے لکھنے کی طرف توجہ دلانیوالی وہ مجلس ہے جو کہ وچھووالی کے آریوں نے یعنی گھاس پارٹی کے پیرووں نے دھرم چرچا کے نام سے ایام دسمبر ۱۹۰۷ء میں اپنے مندر واقعہ وچھووالی لاہور میں کی تھی اور جس میں تمام مذاہب کے لوگوں کو بلایا گیا تھا کہ وہ آکر اس جلسہ میں تمام حاضرین کے [illegible] و اس بات پر تقریر کریں کہ کیا کوئی الہامی کتاب ہوسکتی ہے؟ اگر ہوسکتی

ہے تو کونسی؟ اور اس بات کی تاکید بھی بڑے زور سے کی گئی تھی کہ تمام مذاہب کے قایم مقام اس بات کا خیال ضرور رکھیں کہ اُن کے مضمون میں دوسرے مذاہب کے پیرؤوں کی دل شکنی نہ ہو یعنی دوسرے مذاہب پر کوئی خلاف تہذیب حملہ نہ کیا جائے بلکہ اپنی کتاب کے سچا کرنیکی کوشش کیجائے چنانچہ اس جلسہ میں مسلمانوں کے قایم مقام کے طور پر ہمارے امام **حضرت میرزا غلام احمد صاحب کو** بُلایا گیا کہ وہ بھی اگر قرآن شریف کی نسبت اپنے خیالات کا اظہار کریں اور ثابت کریں کہ کیا واقعی قرآن شریف خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور الہامی کتاب ہے۔ اور پرائیوٹ خطوط لکھکر خاص طور پر تحریک کی گئی کہ آپ ضرور اس موقعہ کے لیے کچھ لکھیں اور آریہ صاحبان کو ممنون کریں اور ان خطوط میں یہ وعدہ بھی دیا گیا تھا کہ کوئی بات ایسی نہیں کیجائے گی جس سے کسی مذہب کے پیرو کا دل دُکھے اور وہ کسی قسم کی تکلیف محسوس کرے اور کوئی ایسی زباندرازی روا نہیں رکھی جائیگی جس سے کسی قسم کی دل شکنی متصوّر ہو اور پھر بعض احمدی معززین سے بھی اس بات کا ذکر کیا گیا کہ وہ مرزا صاحب کو تحریک کریں اور اس موقع کے لیے اُن سے کچھ لکھوائیں چنانچہ آریہ صاحبان کا اسقدر شوق اور سرگرمی دیکھکر اور بار بار کے تہذیب و شائستگی کو ملحوظ خاطر رکھنے کے وعدے پر نظر کرکے حضرت مسیح موعودؑ نے ارادہ کیا کہ وہ اس موقع کے لیے کچھ مضمون تحریر فرمادیں اور دلایل قویہ سے اس بات کو ثابت کردیں کہ دراصل اس زمانہ میں قرآن شریف کے سوا کوئی ایسی کتاب نہیں جو الہامی ہونیکا دعویٰ

کر سکے - چنانچہ آپنے باوجود وقت کے کم ہونیکے اور طبیعت کی ناسازی کے اس مضمون کو لکھنا شروع کر دیا اور وقت مقررہ تک جس میں ایک ہفتہ باقی تھا اس مضمون کو ختم کر دیا اور اس کے سنانے کے لیے مولنا مولوی نور الدین صاحب کو مقرر فرمایا کیونکہ خود حضرت مسیح موعودؑ بوجہ علالت طبع کے سفر نہیں کر سکتے تھے - اس جلسہ کے لیے تین دن مقرر کیے گئے تھے یعنی تین چار اور پانچ دسمبر - پہلی تاریخ یعنی تین دسمبر کو سناتن دھرم والوں اور عیسائیوں کا مضمون تھا جلسہ چھ سے دس بجے تک رہا پہلے سناتن دھرم کی طرف سے ایک پنڈت صاحب کھڑے ہوئے جنہوں نے اس بات پر زور دیا کہ تمام مذاہب کی کتب واقعی خدا کی طرف سے ہیں مگر کامل اور مکمل ایک وید ہی ہے باقی کتب مکمل نہیں ہاں خدا کا کلام ضرور ہیں اور پھر وید کی خوبیاں بیان کیں مگر انہوں نے اپنے مضمون میں سنسکرت کے الفاظ اسقدر استعمال کیے تھے کہ انکا مضمون عام فہم نہیں رہا تھا بلکہ مضمون کے آخری حصہ میں تو آدھے سے زیادہ حصہ سنسکرت کے الفاظ تھے - مضمون فلسفیانہ رنگ کا تھا اور کسی مذہب پر بیجا حملہ کرنیکی کوشش نہیں کی گئی تھی مگر باوجود اس شائستگی کے پنڈت صاحب سے آریہ صاحبان نے کوئی نیک سلوک نہیں کیا بلکہ انکے مضمون کے دوران میں ڈی اے وی کالج کے طلبا تالیاں پیٹتے تھے اور شور کرتے تھے اور پنڈت صاحب کی آواز کانوں تک بہت مشکل سے پہنچتی تھی - اور یہ کام نہ صرف نوجوانوں تک محدود رہا بلکہ بچے اور جوان ادھیڑ عمر کے اور بوڑھے تمام اس میں شریک ہو گئے اور بار بار پنڈت صاحب کو مجبور کرنے لگے کہ وہ اس مضمون کو

ناتمام ہی چھوڑ دیں اور آخر انہوں نے ایسا ہی کروا کے چھوڑا۔ یعنی صرف ڈیڑھ صفحہ مضمون کا رہ گیا تھا جبکہ اُن کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنی تقریر کو بند کریں اور اس بات سے بھی انکار کیا گیا کہ باقی ماندہ حصہ مجموعۂ مضامین میں شایع کر دیا جائے اب عیسائی صاحبان کا مضمون تھا اور اُنکی طرف سے پادری علی بخش صاحب قایم مقام تھے جنہوں نے اپنے مضمون میں شائستگی کا بہت لحاظ رکھا مگر انکا تمام مضمون قریباً سب کا سب اعتراضوں سے ہی پُر تھا اور اس میں عجیب عجیب پیرایوں میں مختلف مذاہب پر اعتراض کیے گئے تھے اور جو اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیگئی تھیں وہ وعدے ہی وعدے تھے دلیل کا نام تک نہ تھا۔ آپکے بعد پادری ٹھاکرداس بھی عیسائیوں کی طرف سے بولے مگر قریباً تمام باتوں میں پادری علی بخش سے اختلاف ہی ظاہر کیا۔ اور وعدے انہوں نے بھی بہت کچھ کیے مگر دلیل سے سروکار نہ تھا۔ اسکے بعد پہلے دن کی کارروائی ختم ہوئی اور دوسرے دن پہلے برہمو ؤں کا لیکچر تھا جنہوں نے الہام کے معنے یہ کیے کہ سائینس کے مطابق جو بات دلیں آ جائے وہ الہام ہے اور کہا کہ سب کتابیں الہامی ہیں۔ پھر اسکے بعد حضرت مرزا صاحب کا مضمون ہوا جس کو لوگوں نے بہت شوق سے سُنا۔ اور اس مضمون کے سُننے کے لیے اسقدر مخلوق جمع تھی کہ آخر ٹکٹ بند کر دینا پڑا۔ اور لوگ نہ صرف ہال اور گیلری ہیں ہی بھرے پڑے تھے بلکہ چھت پر اور دیواروں پر بھی قدم رکھنے کو جگہ نہیں رہی تھی۔ مضمون کے دوران میں کسی قسم کا شور و غل نہیں ہوا پہلے مولوی نورالدین صاحب نے اسکا کچھ حصہ پڑھا مگر بوجہ اُنکی علالت طبع کے ڈاکٹر یعقوب بیگ

صاحب نے باقی ماندہ حصّہ کو پورا کیا اب ہم اس مضمون کا ایک نہایت مختصر خلاصہ نیچے درج کرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود کا مضمون اس مضمون کے شروع میں اس بات پر بہت زور دیا گیا تھا کہ اسلام نے ہدایت کو کسی خاص قوم کے لیے مختص نہیں کیا بلکہ قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مختلف وقتوں میں اور مختلف ملکوں میں باقتضائے ضرورتِ وقت خدا تعالیٰ کی طرف سے نبی آتے رہے ہیں اور اُن سے خدا تعالیٰ کلام بھی کرتا رہا ہے اور ہر زمان اور ہر مکان کے مطابق انپر احکام شرعیہ بھی نازل ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ قرآن شریف میں مسلمانوں کو بار بار تاکید کی گئی ہے کہ نہ صرف آنحضرت صلعم پر ایمان لاؤ بلکہ تمام انبیائے کرام پر صدق دل سے یقین رکھو اور نہ صرف قرآن شریف کو الہامی کتاب سمجھو بلکہ اُن کُتب کو بھی خدا تعالیٰ کا کلام جانو جو کہ وقتاً فوقتاً مختلف ممالک کے انبیاء پر نازل ہوئی ہیں اور اُن نبیوں کی بھی ویسی ہی عزت کرو جیسے آنحضرت صلعم کی اور اُن کتب کو بھی ویسی ہی توقیر کی نگاہ سے دیکھو جیسے قرآن شریف کو۔ ہاں چونکہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل وکرم سے چاہا کہ انسان کو ایک ایسی تعلیم دے جو نہ صرف اسکو بدیوں سے بچائے بلکہ نیکیوں کی ترغیب و توفیق کی بھی موجب ہو اور وہ ایسی تعلیم ہو کہ نہ صرف ایک قوم یا ایک ملک یا ایک زمانہ کے لیے ہو بلکہ ہر قوم اور ہر ملک اور ہر زمانہ پر اُسکا اثر یکساں حاوی ہو۔ پس اسی غرض کے لیے اُس نے محمدؐ صلعم پر قرآن شریف کو

اُتارا اور اُس میں ایسی تعلیم رکھی کہ جو ہر قوم ہر ملک ہر آب و ہوا اور ہر زمانہ میں
کام آسکے۔ پس قرآن و حدیث سے کہیں بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سوائے اسلام
کے پہلے اور کوئی مذہب نہیں تھا یا اور کوئی نبی نہیں آیا بلکہ حدیث میں ہے کہ
نبی کریم نے فرمایا کہ کان فی الھند نبیاً اسود اللون اسمہ کاھن۔
یعنی ہند میں ایک نبی گذرا ہے جس کا رنگ سیاہ تھا اور اُسکا نام کاہن تھا
یعنی کنھیا یا کرشن اور پھر آنحضرت نے اس بات کے جواب میں کہ کیا کبھی فارسی زبان
میں بھی الہام ہوا ہے فرمایا کہ ہاں ہوا ہے ایں مشت خاک را اگر نہ بخشم چہ کنم۔
اب اس تعلیم کے مطابق ہم لوگ مسلمان کرشن رامچندر وغیرہ کو بھی نبی مانتے ہیں
اور انپر بھی ایسا ہی ایمان لاتے ہیں جس طرح حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ پر۔ پس
اہل ہنود کو اور عیسائیوں کو اور دوسرے مذاہب والوں کو چاہیئے کہ جس طرح ہم انکے
انبیاء کو مانتے ہیں اسی طرح وہ بھی ہمارے ایک نبی آنحضرت صلعم کو قبول کر لیں
ہاں ابھی ہم انسے یہ نہیں کہتے کہ وہ اسلام قبول کریں بلکہ صرف اسقدر التجا کرتے
ہیں کہ وہ ہماری طرف سے اس کارروائی کو دیکھ کر اتنا تو کریں کہ لا الہ الا اللہ
محمد رسول اللہ کہہ چھوڑیں۔ کیونکہ اس سے ہمارے درمیان اور انکے
درمیان صلح ہو جائیگی اور اتفاق کی وجہ سے قوم بہت کچھ ترقی کر سکتی ہے۔
ورنہ اس صورت میں صلح صلح پکارنا جبکہ ہمارے جان و مال سے زیادہ عزیز نبی
کو گالیاں دیجائیں ناممکن ہے۔ اور بالکل بیہودہ اور فضول ہے جب
کسی کے باپ کو گالی دیجائے تو وہ کسقدر ناراض ہو جاتا ہے تو پھر آنحضرت کو

جن کی عزت مسلمانوں کے دلوں میں اسقدر ہے کہ بڑے سے بڑا مسلمان بادشاہ اُنکے نام لینے پر عزت کے لیے تخت پر سے اُتر آتا ہے گالیاں دیجائیں تو مسلمان کسطرح برداشت کر سکتے ہیں۔ اور کیونکر ہوسکتا ہے کہ ایسے لوگوں سے مسلمان صلح کریں۔ جنگل کے درندوں اور بنوں کے سانپوں سے صلح ہوسکتی ہے مگر ان لوگوں سے نہیں جن کے مُنہ سے نبی کریمؐ کی نسبت توہین آمیز کلمات نکلیں۔ پس ایسی صلح والی تعلیم لیکر ہم آپ لوگوں کے سامنے آئے ہیں کہ آپ ہماری باتوں کو غور سے سُنیں اور جسطرح ہم آپکے نبیوں کی عزت اور توقیر کرتے ہیں آپ بھی ہمارے نبی کی توہین نہ کریں۔

اب ہم اصل مضمون کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ کیا کوئی الہامی کتاب ہوسکتی ہے؟ - پس یاد رہے کہ وہ خدا جس نے انسان کے لیے دنیاوی عیش و عشرت کے اسقدر سامان مہیا کیے ہیں کسطرح ممکن ہے کہ روحانی طور پر انسان کی رہنمائی نہ کرے۔ یہ تو سوال کا حصہ تھا۔ دوسرا حصہ یہ ہے کہ اگر کوئی الہامی کتاب ہے تو کونسی اسکا جواب بہ حیثیت ایک مسلمان ہونیکے ہم یہی دینگے کہ وہ قرآن شریف ہے۔ اور اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ الہامی کتاب ہونیکی دلیل وہ معجزات و خوارق ہوتے ہیں جو کہ خدا تعالیٰ نے بندوں کو اس بات کے ثابت کرنیکے لیے کہ واقعی وہ شخص جو اُس کی طرف سے ہونیکا دعویٰ کرتا ہے سچا ہے دکھاتا ہے۔ اور چونکہ معجزات و خوارق انسانی دسترس سے بالا ہوتے ہیں اس لیے دیکھنے والے سمجھ لیتے ہیں کہ یہ شخص جو الہام کا مدعی ہے اور یہ الہام جو وہ پیش کرتا ہے خدا کی طرف سے ہے۔

مگر اس بات کے مان لینے کے بعد یہ مشکل پیش آئیگی کہ تمام قومیں اور تمام مذاہب اس بات کے مدعی ہیں کہ اُنکے نبیوں نے بھی فلاں فلاں معجزات دکھائے اور اُنکی کتابوں میں بھی ایسی پیشگوئیاں تھیں جو اپنے اپنے وقت پر پوری ہوئیں۔ پس اس بات کا جواب یہ ہے کہ چونکہ ہم یہ مانتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں بھی پیشگوئیاں کیں اور وہ پوری ہوئیں۔ بلکہ ہم قرآن شریف کی سچائی کے لیے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اور مذاہب کے لوگ تو پچھلے قصّے سُناتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ اُنکے نبیوں نے یہ معجزات اور یہ خارق عادت کرشمے دکھائے حالانکہ اُنکے پاس کوئی ثبوت نہیں اور ممکن ہے کہ زمانہ کے اختلاف نے انپر بہت کچھ رنگ چڑھا دیا ہو اور عجیب اور حیرت انگیز طریقہ میں بدل دیا ہو۔ اور اگر وہ واقعی سچ بھی ہوں تو اسوقت اُن سے کیا فایدہ ہے۔ مگر قرآن شریف کا یہ سب سے بڑا معجزہ ہے کہ الٰہی برکت سے ہر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہتے ہیں جن کو خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہوتا ہے اور وہ اُس سے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف حاصل کرتے ہیں اور ہر زمانہ میں ایسے خوارق و معجزات دکھاتے رہتے ہیں کہ جن کو مذاہب کے لوگ قصوں کے طور پر پیش کرتے ہیں اور یہ وہ معجزہ ہے جس سے بڑھکر اور کوئی معجزہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اسوقت بھی اس عاجز کو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس شرف سے مشرف کیا ہے اور ایسے ایسے معجزات دکھائے ہیں کہ جن کو لاکھوں آدمیوں نے دیکھا ہے اور اور خود آریہ صاحبان بھی کئی معجزوں کے گواہ ہیں اور دیگر مذاہب والوں نے

بھی انکو مشاہدہ کیا ہے۔ ان معجزات کی تعداد اسقدر ہے کہ شمار میں نہیں آسکتی اور نہ صرف پہلے ہی یہ معجزے دکھائے گئے بلکہ اور بہت سی پیشگوئیاں ہیں جو کہ آیندہ کے لیے ہیں مثلاً طاعون کی نسبت مجھکو خبر دی گئی ہے کہ اس سے شہروں کے شہر ویران ہو جائیں گے۔ اور انکی حالت بدل جائے گی۔ اور پھر بتایا گیا ہے کہ ایک اور زلزلہ آنیوالا ہے جو کہ قیامت کا نمونہ ہوگا اور جو کہ دنیا پر سخت تباہی ڈال دیگا۔ پس یہ جو کچھ میرے ہاتھ پر ظہور میں آرہا ہے یہ سب قرآن شریف کا ہی معجزہ ہے اور اسی کی برکت سے یہ سب کارخانہ ہے اور یہ بھی نہیں سمجھنا چاہیئے کہ قرآن شریف نے آیندہ کے لیے لوگوں میں یہ طاقت پیدا کر دی بلکہ خود آنحضرت صلعم نے بڑے بڑے معجزے اور خوارق عادت نشانات دکھائے تھے کہ جن کی نظیر نہیں مثلاً شق القمر کا معجزہ۔ پس قرآن شریف ہی ایک ایسی کتاب ہے جو کہ نہ صرف خود معجزات سے بھری ہوئی ہے بلکہ اسکی بدولت ہر زمانہ میں اور ہر ملک میں ایسے لوگ پیدا ہو سکتے ہیں جو کہ خدا تعالیٰ سے توفیق پاکر خود بھی معجزات دکھا سکتے ہیں۔ اور یہ تمام معجزات بھی قرآن شریف ہی کے ہوتے ہیں کیونکہ اسی کی بتائی ہوئی راہوں پر چلکر انسان یہ کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ پس وہ کتاب جو ہر وقت انسان کو خدا تعالیٰ سے ملا سکتی ہے وہی سچی الہامی کتاب ہے۔ اور وہ قرآن شریف کے سوا کوئی نہیں (یعنی اس زمانہ کے لیے سوائے قرآن شریف کے اور کوئی کتاب نہیں جو انسان کو خدا سے ملا سکے اور جس سے

فیض پاکر انسان معجزات وخوارق دکھا سکے۔ پہلی کتابیں حق ہیں مگر اُن کا زمانہ ختم ہوچکا اور اب تمام ملکوں اور کُل زمانوں کے لیے ایک قرآن شریف ہی الہامی کتاب ہے اور کوئی نہیں۔ (اسلام ایڈیٹر)

اس کے بعد تعلیموں کا مقابلہ کرکے دکھایا گیا تھا کہ کونسی تعلیم ہر زمانہ کے لیے ہے اور یہ کہ قرآن شریف پر جسقدر اعتراض کیے جاتے ہیں سب غلط اور بے بنیاد ہیں اور بہت ایسے اعتراض ہیں جو کم فہمی سے کیے جاتے ہیں اور اصل میں وہ خوبیاں ہیں غرضکہ یہ تمام لیکچر اسقدر معارف اور حقایق سے پُر تھا کہ ایمان تازہ ہوتا تھا اس میں ملائکہ کا ثبوت اور شیطان کا ثبوت اور دیگر کئی اعتراضوں کا جواب دیا گیا تھا۔ اور چونکہ حجم قریباً ستر صفحہ کا تھا اس لیے سنانے میں ڈھائی گھنٹہ لگے۔ اور سامعین پر حق کا اسقدر رُعب تھا کہ کوئی شور وشر نہیں ہونے پایا بلکہ اگر کوئی کھانستا بھی تھا تو لوگ اُسکو غُصّہ بھری نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ باوجود اس کے کہ خلاف معمول سر پر کوئی سایہ تک نہ تھا اور لوگ صحن میں بغیر کسی روک اور پردہ کے بیٹھے تھے اور رات کی وجہ سے سردی اور بھی زور پر تھی۔ مگر پھر بھی لوگوں نے اسقدر توجہ اور خیال سے اس لیکچر کو سُنا کہ خدا کی قدرت نظر آتی تھی۔

اس خلاصہ کے لکھنے کے بعد ہم اسقدر لکھدینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ ستر صفحہ کے مضمون کو ایک دو صفحہ میں لانا ایک نہایت ہی مشکل بلکہ

ناممکن کام ہے اس لیے ہم نے اُن بعض باتوں کو یہاں خلاصتہً بیان کردیا ہے جن کا آگے مضمون کے ساتھ تعلق ہے ورنہ اصل مضمون کی شان تو ناظرین تب دیکھیں گے جبکہ وہ چھپکر شایع ہو جائیگا۔ یہ خلاصہ تو ہم نے اُن ریمارکوں سے کیا ہے جو کہ لاہور میں جلسہ کے موقعہ پر کیے گئے تھے۔ ورنہ اصل مضمون ابھی شایع نہیں ہوا۔

اب اس کے بعد ہم ناظرین کو آریوں کے مضمون کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ جن کے بار بار کے تہذیب اور شائستگی کے وعدہ پر حضرت مسیح موعودؑ نے اس موقع کے لیے مضمون تیار کیا تھا اور یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے اس وعدہ کو کہاں تک پورا کیا۔ اور اُس صلح اور امن کی تعلیم کے بعد جو کہ ہمارے امام حضرت مسیح موعودؑ نے پیش کی تھی کہانتک نیک نیتی اور صاف باطنی سے کام لیا۔

آریوں کا لیکچر

حضرت مسیح موعودؑ کی اسی صلح اور امن کی تعلیم کے بعد اور اسقدر تہذیب و شائستگی نرمی و محبت خلوص و صاف باطنی کے پیغام کے بعد جس مضمون کی آریوں سے امید کیجاتی تھی افسوس کہ بالکل اس کے برخلاف ظہور میں آیا۔ اگرچہ خداوند تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس بارہ میں پہلے سے ہی اطلاع دیدی تھی جو کہ اُسی مضمون کے آخر میں درج بھی کردی گئی تھی کہ انت منی بمنزلۃ النجم الثاقب کہ تو مجھ سے ایک

چمکتے ہوئے ستارہ کی طرح ہے۔ یہاں صاف معلوم ہوتا ہے کہ ضرور کوئی ایسا امر ہونیوالا ہے جو کہ دلوں کو ناگوار ہوگا اور کوئی ایسا تاریک امر کیا جائیگا جس سے اسلام کے روشن چہرہ پر ظلمت کا پردہ ڈالنے کی کوشش کیجائیگی مگر خدا تعالیٰ تسلی دیتا ہے کہ میں سیاہ رات کی تاریکی میں تجھ کو ایسا روشن کرونگا جس طرح چمکتا ہوا روشن ستارہ ہوتا ہے اور دنیا دیکھ لے گی کہ تو ہی وہ چمکتا ہوا اور روشن نشان ہے کہ جس سے رات کے وقت راہ گیر راہِ گم گشتہ کو پاتے اور اندھیرے میں بھٹکنے والے اسکی چمک سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اور پھر اس سے بھی زیادہ صاف الفاظ میں الہام تھا کہ انهم ما صنعوا هو كيد ساحرٍ ولا يفلح الساحر حيث اتى۔ ترجمہ۔ جو کچھ انہوں نے بنایا ہے۔ وہ ساحر کی تدبیر ہے۔ اور ساحر کسی راہ سے آئے۔ وہ کامیاب نہیں ہوگا۔" پس ان الہامات سے امید پڑتی تھی کہ کوئی ناگوار امر پیش آنیوالا ہے مگر حضرت مسیح موعودؑ کا مضمون دیکھتے ہوئے یہ خیال ضرور آتا تھا کہ کچھ سختی تو کریں گے مگر شاید معمول سے کم اور خاصکر جب پریزیڈنٹ جلسہ کے ریمارک پر نظر کرتے تھے تو اور بھی یقین ہوتا تھا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کے لیکچر کے ختم ہونیکے بعد انہوں نے کھڑے ہوکر یہ کہا کہ کل آریوں کا لیکچر ہوگا اور امید ہے کہ تمام صاحبان ضرور تشریف لائیں گے اور خاصکر احمدی صاحبان۔ اور وہ خیالات سُنیں گے جو کہ آریہ لوگوں کے الہام اور الہامی کتاب کی نسبت ہیں۔ اور امید ہے کہ مرزا صاحب ہماری روحانی

شفایابی کے لیے بھی اسطرح دعاکریں گے کہ جسطرح ہمارے دو بھائیونکی نسبت
آپنے لکھا ہے کہ مَیں نے انکے لیے دعا کی اور وہ شفایاب ہوئے (اسس
مضمون میں جو حضرت صاحب نے اس موقع کے لیے لکھا تھا یہ بھی درج
تھا کہ ایک شخص ملاوامل ساکن قادیان کو تپ دق ہوئی اور اس نے گھبرا کر
مجھ سے دعا کی درخواست کی چنانچہ مجھ کو دعا کے بعد الہام ہوا کہ یا
نار کونی بردًا و سلامًا یعنی اے تپ دق کی آگ تو ٹھنڈی ہو جا۔
اور یہ پیشگوئی مینے اسکو بلاکر سُنا بھی دی۔ پس خدا کے حکم کے مطابق چند
دنوں کے بعد وہ بالکل تندرست ہو گیا اور اب تک زندہ موجود ہے۔
اور دوسری بات لالہ شرمپت کے متعلق لکھی تھی کہ اُسکا بھائی ایک مقدمہ
میں پکڑا گیا تھا اور اسکو سزائے قید ہو گئی تھی۔ اور اس مقدمہ میں اس کے
ساتھ ایک اور بھی شریک تھا۔ اور لالہ شرمپت نے مجھ سے اپنے بھائی کے
مقدمہ کیلیے دعا کے لیے کہا تھا اور عدالت ماتحت کے حکم کی اپیل عدالت چیف کورٹ
میں کی گئی تھی۔ پس مینے اس کے لیے دعا کی اور مجھ کو معلوم ہوا کہ مثل پھر
عدالت ماتحت میں آئیگی اور لالہ شرمپت کے بھائی کی تو قید آدھی رہ جائیگی
اور دوسرے شخص کی سزا اُسی طرح بحال رہے گی چنانچہ مینے اُسکو بھی بلاکر
کہدیا تھا اور اُس نے اپنی آنکھوں سے اس پیشگوئی کو پورا ہوتے ہوئے
دیکھا۔ چنانچہ پریزیڈنٹ صاحب کا ریمارک ان دو معجزات کے متعلق تھا۔ اور
یہ اُنکے مُنہ سے نکلنا خواہ منافقانہ طور سے یا دل سے خدا تعالیٰ کی ایک قدرت

تھی اور اسلام کی فتح۔ پس اس ریمارک کے بعد قطعاً امید نہیں ہو سکتی تھی کہ آریہ صاحبان سخت کلامی سے پیش آئیں گے اور خاصکر جبکہ اُنکے پریزیڈنٹ نے احمدیوں کو خاص طور سے بلایا تھا تو اور بھی اس بات کی امید ہوتی تھی کہ کسی قدر شرافت کا برتاؤ ہی کیا جائیگا۔ مگر افسوس کہ واقعات نے اس کے برخلاف ثابت کیا۔ اور وہ وقت آیا جبکہ آریوں کے قایم مقام کھڑے ہوئے اور انہوں نے مضمون مقررہ پر لیکچر دینا شروع کیا تو معلوم ہوا کہ پیاری تہذیب کے وعدے بالکل غلط اور بے بنیاد تھے اور آریوں نے چاہا تھا کہ غیر مذاہب کے لوگوں کو اس طرح دھوکے کے ساتھ بلا کر اُنکو وہ باتیں سنائی جائیں جو کہ اُنکے کان سُن نہ سکتے ہوں اور ایسے بیان اور وہ کلمات اُنکے گوش گذار کیے جائیں جن کو قوّت شنوائی برداشت نہ کر سکتی ہو اور اُن سخت گندے غضبناک آتش خیر توہین آمیز شدت سے غیرت دلانیوالے اور طیش اور غصّہ اور غضب اور قہر اور جوش کی آگ بھڑکانیوالے الفاظ سے اُنکے نبیوں کو یاد کیا جائے کہ جو برداشت سے بڑھکر ہوں۔ اور جن کو سننا ایک مسلمان کے لیے ایک تیز تلوار اور بندوق کی گولی سے بھی زیادہ سخت ہو۔ چنانچہ اس مضمون میں جو کہ آریوں کی طرف سے دیا گیا کوئی دقیقہ غیر مذاہب والوں کی دلآزاری کا نہیں چھوڑا گیا۔ خاصکر مسلمانوں پر نہایت سخت ظلم کیا گیا اور ایسے ایسے الفاظ اُنکے نبیوں کی نسبت استعمال کیے گئے کہ قلم میں طاقت نہیں کہ اُنکو بیان کیا جائے۔ اور غیرت قومی اور حمیت مذہبی اس

بات کی اجازت نہیں دیتی کہ اُن الفاظ کو دوبارہ دوہرایا جائے جو کہ آریوں نے اپنی طرف سے تمام زور خرچ کر کے اور اُردو دانی کا پورا جوہر دکھا کر ہمارے انبیاء اقطاب اولیاء اور ابرار کی نسبت استعمال کیے۔ مَیں خیال کرتا ہوں کہ لغت اُردو اور فارسی میں کوئی گالی نہ چھوڑی گئی ہوگی جو ہمارے نبیوں کی نسبت استعمال نہ کیگئی ہو اور کوئی ایسا سخت کلمہ نہ رہا ہوگا جو دشنام دہی کے طور پر لیکچر میں درج نہ کیا گیا ہو غرضکہ جہانتک انکا بس چلا اس لیکچر کو سخت کیا اور اشتعال آمیز بنایا اور مسلمانوں کے دلوں کو اسقدر دکھایا کہ آجتک کسی کو اسقدر تکلیف نہ دیگئی ہوگی اور کوئی ذی روح نہ ہوگا جس کو اسطرح سے دُکھ دیا گیا ہو آریوں نے ہمارے دلوں پر اُن تیز اور اشتعال آمیز الفاظ کا آرا چلایا کہ لوہے کا آرا اُس سے کہیں آرام دہ اور نرم ہوتا ہے اور انہوں نے جو الفاظ ہمارے بزرگوں کی نسبت استعمال کیے وہ کہیں زیادہ سخت تھے اُس گولی سے جو ایک بے رحم ظالم ایک بیکس مظلوم پر چلاتا ہے افسوس اگر کچھ بھی شرافت سے کام لیا جاتا اور تہذیب و شائستگی کو ترک نہ کیا جاتا اور وہ خلاف تہذیب اور ناشائستہ الفاظ جو مسلمانوں کے دلوں کو دکھانیکے لیے استعمال کیے گئے تھے استعمال نہ کیے جاتے اور وہ گندی گالیاں اور فحش کلمات جو ہمارے نبیوں کے بارہ میں بیان کیے گئے تھے نہ بیان کیے جاتے۔ تو تمام دنیا میں وہ ذلّت و بدنامی جو آریہ قوم کی اس شرافت سے گرے ہوئے فعل سے دلوں پر ہوئی نہ ہوتی۔ اور ہم مسلمان یقین کر لیتے کہ

واقعی آریہ قوم نے اُس سبق سے جو اسی سال ۱۹۰۷ء کے شروع میں گورنمنٹ نے اُسے دیا ہے کچھ فائدہ حاصل کیا ہے۔ اور وہ آگے کی نسبت بہت کچھ اصلاح کر چکی ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ جو کچھ برتن میں ہوتا ہے وہی نکلتا ہے اور جس قسم کے ہتھیار کوئی انسان رکھتا ہے اُنہیں کو موقعہ پر استعمال کرتا ہے آریوں کے پاس سوائے اس کے کیا ہے کہ بزرگوں اور پیشواؤنکو گالیاں دیں اور اس طرح لوگوں کے دلوں میں اُنکی طرف سے حقارت اور نفرت کا فیلنگ پیدا نیکی کوشش کریں۔ اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے اپنے وقت میں روئے زمین پر سے سیاہی کا بدنما داغ مٹا کر روشنی اور نور کو پھیلایا۔ آج ہزاروں سال بعد اُنکی نسبت وہ لفظ استعمال کریں جو ایک بد ترین انسان کے بارہ میں بولنے بھی اخلاقی جُرم سمجھے جاویں اور اُنپر اُس ظلمت کے پھیلانیکا جھوٹا اور من گھڑت الزام لگا دیں جس کے دُور کرنیکے لیے اُنہوں نے اپنی عمریں خرچ کر دیں اور طرح طرح کے مصائب و شدائد تکلیفیں اور تنگیاں رنج اور دکھ بلائیں اور مصیبتیں برداشت کیں اور جھیلیں مگر اس کام کو کرکے ہی چھوڑا۔ اور سطح زمین کو تمام گناہوں۔ بدیوں۔ بدکرداریوں۔ خباثتوں۔ شرارتوں اور بدمعاشیوں اور عیاشیوں سے پاک کر دیا۔ اور جنہوں نے کفر۔ شرک۔ فسق۔ فجور۔ کینہ۔ بُغض۔ حسد۔ تکبر۔ جہل۔ خود پسندی۔ زنا۔ بڑائی۔ تعلّی۔ تعدّی۔ ظلم۔ جور۔ کمینگی۔ غصب۔ بیحیائی۔ بیشرمی۔ بخل اور دیگر طرح طرح کی بدمعاشیوں اور بیحیائیوں کی بیماریوں سے جو بنی نوع انسانکو

گھن کے کیڑے کی طرح لگی ہوئی تھی اور ایمان اور تقویٰ اور زہد اور ورع اور حُسن ظنی کے درخت کو جڑھ سے اُکھیڑ رہی تھیں۔ اور دن بدن کمزور کر رہی تھیں۔ انسان کو شفاء کلی بخشی اور عافیت اور امن اور اصلاح کا پانی اُپر چھڑکا مگر کیا سورج کی شعاعیں کسی انسان کے آنکھیں بند کرنیسے روئے زمین پر روشنی ڈُلنے سے بند ہو جائیگی یا ایک اندھے کے ازکار سے سورج کی ذات میں شک پڑ جائیگا۔ یا ایک کوڑھی کے انکار سے صحت انسانی کی خوبیوں کے وجود میں تردّد ہو گا۔ نہیں کبھی نہیں سورج کی روشنی اور اُسکا وجود اور صحت انسانی کا واقعی مفید ہو گا یہ ایسی باتیں ہیں کہ نہ تو کسی انسان کے کہنے سے بُری سمجھی جا سکتی ہے اور نہ اُنکے وجود پر شک لایا جا سکتا ہے چاند پر تھوکنے والا کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ تھوک اُلٹا اس کے مُنہ پر ہی گریگا اور اس شخص کو ذلیل کرے گا جو اس بیشرمی کا مرتکب ہو گا۔ سورج پر غصہ کی نگاہیں ڈلنے والا اپنی آنکھیں کھوئیگا۔ پس اسی طرح وہ کام جو انبیاء علیہم السلام نے کیے ہیں اُنپر پردہ ڈالنے والا کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا بلکہ وہ پردہ اُلٹا اُس کے مُنہ پر پڑے گا۔ وہ جو اُنکو الزام دیتا ہے خداتعالیٰ جو اپنے نیک بندوں کے لیے بڑا غیرت مند ہے اُسکو مُلزم گردانیگا اور وہ جو اُنپر تہمت دھرتا ہے وہ اُسی جرم کا خود مرتکب ہو گا۔ انبیاءؑ کا وجود آئینہ ہوتا ہے جو شخص اُنکی ذات میں گناہ اور بدیاں پاتا ہے وہ خود انکا مرتکب ہوتا ہے۔ اسی لیے ہمیشہ سے سُنّت اللہ ہے کہ گندے اور ناپاک اور گنہگار لوگ تمام

نبیوں کی مخالفت کرتے ہیں اور اُنسے بُغض اور حسد اور کینہ رکھتے ہیں اور اُنکی پاک تعلیم کو ایک آنکھ نہیں دیکھ سکتے اور اُنکی ترقی اپنی موت سمجھتے ہیں اور ہمیشہ اُنکی عیب گیری کرنیکی کوشش کرتے ہیں اور جھوٹے الزامات اُنپر لگاتی ہیں۔ اور یہ اس لیے ہوتا ہے کہ وہ اُس پاک اور شفاف آئینہ میں سے اپنے چہرہ کو دیکھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ یہ حالت ان نبیوں کی ہے حالانکہ وہ خود اُنہی کا عکس ہوتا ہے۔ اگر ایک مجزوم آئینہ میں اپنی شکل دیکھ کر آئینہ کو بُرا کہے تو یہ کس کا قصور ہے۔ اور اگر ایک سیاہ رُو اور بھونڈا انسان اپنی سیاہی اور بدنمائی کا الزام آئینہ پر دھرے تو یہ کس کی خطا ہے۔ کیا آئینہ اس بات کا ملزم ہے کہ اُسنے ایک مجزوم کو مجزوم اور ایک بدشکل کو بدشکل کیوں دکھایا۔ ہاں کیا چاند پہ اس بات کا الزام لگایا جاسکتا ہے کہ اُسکے نور اور روشنی کو دیکھکر کُتّے کیوں بھونکنے لگے۔ نہیں آئینہ اپنی صفائی کی وجہ سے مجزوم اور بدشکل کو اس کے عیب سے واقف کردیگا اور چاند اپنے نور کی وجہ سے کُتّونکو حیران کردیگا۔ اور یہ اس لیے ہوگا کہ بُرائی اور بھلائی میں کبھی صلح نہیں ہوسکتی اور نور اور ظلمت کبھی اکٹھے نہیں ہوسکتے۔ پس یہ کسطرح ممکن ہے کہ آئینہ اپنی صفائی ایک عیبی انسان کی خاطر چھوڑ دے اور چاند کُتّوں کی خاطر اپنے نور کو ترک کردے ہمیشہ عیبی انسان اپنے عیب کا الزام آئینہ پر دھریں گے اور کُتّے چاند کو اُسکے نور کی وجہ سے بھونکیں گے مگر کیا کبھی کوئی عقلمند انسان اس بات کا وہم بھی کریگا کہ واقعی آئینہ اور چاند ہی ملزم ہیں۔ پس

اسی طرح انبیاءؑ آئینہ کی طرح ہیں بد لوگ انہیں اپنی شکلوں کو دیکھتے ہیں اور اپنی بدیوں کو انکی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور وہ چاند کی طرح ہیں جو اپنے خدا سے روشنی پاکر دنیا کو تاریکی اور ظلمت کے زمانہ میں روشن کرتے ہیں۔ مگر گنہگار لوگ انکو دیکھکر بیجا شور و غوغا کرتے ہیں۔ اور اس بات کے مستحق ٹھہرتے ہیں کہ ع مہ نور مے فشاند و سگ بانگ مے زند۔ اور اپنے اس کام میں عقلمندوں کے نزدیک جاہل اور بے علم بنتے ہیں۔ پس اگر کوئی شخص یا کوئی قوم یا کوئی جماعت انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں سخت الفاظی اور گندی تہمتوں سے کام لے تو اس سے انبیاءؑ پر کوئی الزام نہیں آسکتا بلکہ خود وہی بدتہذیبی اور غیر شائستگی کے مجرم اور جھوٹے الزاموں اور تہمتوں کے لگانیوالے سمجھے جاتے ہیں۔ پس آریہ صاحبان اس بات کو یاد رکھیں کہ وہ انبیاء علیہم السلام کو برا نہیں کہتے بلکہ خود اپنی برائی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور جب وہ کسی نبی کو گالی دیتے ہیں تو وہ دشنام یا کلمہ جو انکی نسبت استعمال کرتے ہیں وہ خود انہی پر الٹ کر پڑتا ہے اور وہ نبی جنہوں نے خدا کے لیے اپنے مال و جان عزت و آبرو قریبی و رشتہ دار عزیز و بیگانہ علم و فضل اور وقت و عمر کو خرچ کر دیا اور دنیا کو صرف اسی کی محبت کے لیے ترک کر دیا ان الفاظ کے قطعاً مستحق نہیں ہوسکتے جو یہ انکے لیے استعمال کرتے ہیں اور وہ ان الزامات اور تہمتوں سے بالا ہیں۔ اور انکی شان ان برائیوں اور بدیوں سے بہت ارفع ہے۔

اب پھر ہم اصل مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ چونکہ آریوں کے

پاس کوئی ایسی تعلیم نہیں جس کو وہ غیر مذاہب کے سامنے پیش کریں اور کوئی ایسا نور نہیں جس کی چمک لوگوں کو دکھلا سکیں۔ اور اُنکے سینے اُن معرفت کے نکات اور علوم روحانیہ سے بالکل خالی ہیں جو اسلام میں پائے جاتے ہیں اور تجلیات الٰہیہ اور معجزات وخوارق سے بالکل کورے ہیں اور وہ فضل وکرم جو خداتعالیٰ اپنے خاص بندوں پر کرتا ہے اور انکو مکالمہ ومخاطبہ کے شرف سے مشرف کرتا ہے اُنپر نہیں اور اُنپر الہام الٰہی کا دروازہ بالکل اور ہمیشہ کے لیے بند ہے۔ پس وہ ظلمت اور اندھیرا جو اُنپر چھا رہا ہے اور خیالات فاسدہ جو اُن میں پھیل گئے ہیں اُنکو مجبور کرتے ہیں کہ وہ دوسرے انبیاءؑ کو بھی اپنے ساتھ ملا دیں اور اُنکے تمام کارناموں کو بُری اور گندی شکل میں دنیا کے سامنے پیش کریں۔ تاکہ تمام دنیا میں نور ظلمت سے بدل جاوے اور نیکی بُرائی سے تبدیل ہو جائے اور اصلاح فساد کی شکل اختیار کرلے اور روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہ رہے جو آریوں کی خلافِ عقل اور بعید از قیاس تعلیم کو دیکھ سکے اور اُسکی برائی سے دنیا کو خبردار کرسکے۔ اور یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح انہوں نے اپنے واجب التعظیم نبیوں یعنی کرشنؑ اور رامچندرؑ کو چھوڑ دیا اور اس کی وجہ سے یہ اُنکے خوارق کو پیش نہیں کرسکتے اور اپنے مذہب کی کوئی خوبی نہیں بتا سکتے۔ اسی طرح دیگر مذاہب والے بھی اپنے نبیوں کا انکار کردیں اور اُن معجزات سے بالکل لاعلمی ظاہر کریں جو کہ واقعہ میں انہوں نے دکھائے اور اُس محسن کشی کے مرتکب ٹھہریں جس کی نظیر آدمؑ کے زمانہ سے آجتک سوائے آریوں کے کسی قوم میں

نہیں ملتی۔ یہ اُس لومڑ کی طرح جس کی دُم کسی حادثہ کی وجہ سے کٹ گئی تھی اور اُس نے کوشش کی تھی کہ تمام لومڑ اپنی دُمیں کاٹ ڈالیں چاہتے ہیں کہ غیر مذاہب کے پیرو بھی اپنے نبیوں اور رسولوں کا انکار کر دیں۔ اور ان مشکلات میں پھنس جائیں جنکی وجہ سے انکو خدا کے خالق ہونے اور زمانہ کے حادث ہونیمیں شک پڑ گیا اور آخر انہوں نے دونوں باتوں سے انکار ہی کر کے چھوڑا۔ مگر یاد رہے کہ گو اور مذاہب کے لوگ انکے پھندے میں آجائیں اور ان دشناموں اور گالیوں کو سُنکر جو ان کے نبیوں کی نسبت آریہ لوگ دیتے ہیں انکی سچائی اور حقانیت سے انکار کر دیں۔ مگر اسلام کے پیرو کبھی ایسا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل اور کرم سے اسلام کی سچائی کو دنیا پر ظاہر کرنیکے لیے الہام و وحی کا دروازہ ہمیشہ اُنکے لیے کُھلا رکھا ہے سناتن دھرم والے ممکن ہے کہ کرشن ؑ اور رامچندر ؑ کی سچائی میں شک لائیں۔ مگر ہم مسلمان ہمیشہ اور ہمیشہ کرشن ؑ اور رامچندر ؑ کو خدا تعالیٰ کے سچے رسول اور نبی یقین کریں گے۔ یہودی اور عیسائی خواہ موسیٰ ؑ اور عیسیٰ ؑ کا انکار کر دیں مگر ہم کبھی ؑ انکی نبوت کے منکر نہیں ہو سکتے۔ اور یہ اس لیے ہی کہ خدا نے اپنے فضل سے حضرت محمد صلعم کی معرفت مسلمانوں میں ایک ایسی روح پھونکدی ہے اور قرآن شریف کی تعلیم میں ایک ایسا معجزہ رکھدیا ہے کہ ہمیشہ قرآن شریف پر چلنے والے سچے مسلمان خدا تعالیٰ سے مکالمہ و مخاطبہ کا تعلق رکھتے ہیں۔ پس ایسی صورت میں جبکہ ہمیشہ ہمارے سامنے ایک یا ایک سے زیادہ نظیریں موجود

رہتی ہیں ہم کسطرح خدا تعالیٰ کے نبیوں اور انکے معجزات کا انکار کر سکتے ہیں پس اس بارہ میں آریوں کی کوشش بالکل فضول ہے۔ اور انکے اس مکر اور فریب کے جال میں مسلمان کبھی نہیں پھنس سکتے۔ اور نبیوں کو گالیاں دینے سے خود انکی بساط اور انکا مبلغ علم معلوم ہوتا ہے۔ اور دانا اور عقلمند لوگ خوب سمجھتے ہیں کہ وہی جو برتن میں ہوتا ہے اس سے نکلتا ہے اور حنظل میں کبھی شہد کا مزا نہیں آتا اور ہم بھی انکو کسی حد تک معذور سمجھتے ہیں لیکن ہر ایک بات اعتدال تک اچھی لگتی ہے اگر وہ شریفانہ طور پر نبیوں کا انکار کریں اور گستاخی اور شوخی سے انکے نام نہ لیں تو انکا کیا حرج ہے۔ اور اس صورت میں ہمکو انسے کوئی پرخاش نہیں کیونکہ ہر ایک مذہب والا اپنے مذہب کی تائید کرتا ہے اور دوسرے مذاہب کو حق پر نہیں سمجھتا اور اپنے ہی مذہب میں خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنا چاہتا ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ جسطرح اور اہل مذاہب اسلام کی اسقدر سچائیوں کو اور اس قدر تائیدات سماوی کو دیکھتے ہوئے اپنی نادانی کی وجہ سے اسکا انکار کرتے ہیں ویسا ہی آریہ لوگ بھی لاعلمی کے گڑھے میں پڑے ہوئے ہیں مگر انہوں نے تو گالیاں دینے اور سب وشتم کرنیکو اپنا پیشہ بنا لیا ہے اور ہر وقت اور ہر موقع پر انبیاءؑ کی نسبت سخت توہین آمیز کلمات بولتے ہیں۔ اور اس جلسہ میں تو خاصکر ایسے ایسے الفاظ سے انکو یاد کیا گیا کہ سنکر بدن کو رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ آدم علیہ السلام سے لیکر آجتک جو بدزبانیاں نبیوں کے حق میں ہوئی تھیں وہ تمام اس لیکچر میں اکٹھی کر دی گئی تھیں۔ وہ تمام

بُرے الفاظ جو زبان نے بدبخت اور ذلیل لوگوں کے لیے بنائے تھے وہ
پاک اور خدا کے برگزیدہ نبیوں پر چسپاں کیے گئے تھے۔ اور اس لیکچر کا ایک
ایک لفظ نشتر سے بڑھکر کام کرتا تھا۔ سخت حیرت اور تعجب ہے کہ آریوں کے وہ
تہذیب و شائستگی کے عہد کہاں گئے اور کیا وہ آپس کے تعلقات کو ایسے ہی
مضامین سے بڑھانا چاہتے ہیں۔ کیا وید میں آریوں نے یہی تہذیب دیکھی ہے،
کیا دیانند کی تعلیم یہی ہے۔ کیا ستیارتھ پرکاش میں یہی کچھ بھرا ہوا ہے۔ اور کیا
پرتی ندہی سبھا مذہب و قوم کے لیے یہی کام کر رہی ہے۔ اگر آریوں نے
یہی کچھ سنانا تھا اور سوائے گالیوں کے اپنے مذہب کی کوئی خوبی بیان
نہ کرنی تھی تو بہتر تھا کہ بجائے اس کے کہ اُنکا پریزیڈنٹ تمام حاضرین جلسہ کو
عموماً اور احمدیوں کو خصوصاً اپنے مضمون کے سُننے کی ترغیب دیتا۔ چاہیئے
تھا کہ یہ کہتا کہ ہمارے کُل مضمون میں سوائے سبّ و شتم کے اور کچھ نہیں ہو گا
اس لیے سناتن عیسائی اور مسلمان بہتر ہے کہ کُل یہاں آنیکی تکلیف نہ
اُٹھائیں۔ کیسے افسوس اور رنج کی بات ہے کہ ایک طرف تو تہذیب و شائستگی
کے وعدے دیکر اُنکو بلایا اور دوسری طرف ایسے ایسے الفاظ سے اُن کے
نبیوں کو یاد کیا کہ جسکا سُننا حدِّ برداشت سے باہر ہے انہوں نے آدمؑ سے لیکر
ہمارے نبی کریمؐ تک تمام نبیوں کو گالیاں دیں۔ اور کوئی بزرگ اور ولی نہ
تھا جسکو انہوں نے چھوڑا ہو خواہ کوئی نبی ہندوستان کا ہو یا ایران کا
خواہ مصر کا ہو خواہ کیان کا خواہ عرب کا ہو خواہ شام کا کسی زمان اور کسی

مکان کا نہی انکی زبان کی تلوار سے نہیں بچا۔ انہوں نے بغیر دیکھے بھالے
اور بغیر سوچے سمجھے اور بغیر فکر و تامل کرنیکے چاروں اطراف کے بزرگوں پر
سخت کلامی کے تیر چلائے کسی مذہب و ملّت کا کسی گروہ و جماعت کسی
گھرانے ۔ اور خاندان کا آدمی نہ ہوگا جس کا دل نہ دکھایا گیا ہو ایک آگ کا
طوفان تھا جو امڈا چلا آرہا تھا۔ اور ایک باد سموم تھی جو دلوں کو مرجھائے جاتی تھی
خاصکر مسلمانوں کو تو اسقدر دُکھ دیا گیا۔ اور ایسے بُرے اور فحش الفاظ سے اُنکے
نبی کو یاد کیا گیا کہ اگر تلوار اور خنجر سے اُنکو ذبح کیا جاتا اور ٹکڑے ٹکڑے
کر دیا جاتا تو ایسی تکلیف نہ ہوتی کیونکہ مسلمان حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کو اپنے جان و مال عزت و آبرو عزیز و اقارب
سب سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں اور اس بات میں جیسا کہ
ادنیٰ ادنیٰ مسلمان شامل ہیں ویسا ہی سلطان روم اور شاہ ایران
و افغانستان شامل ہیں۔ آجتک کبھی کسی نے اپنے مہمان کے ساتھ
ایسا سلوک نہیں کیا جو آریوں نے ہم سے کیا اُنہوں نے ہمیں خاص طور سے
بلایا اور تہذیب کے بڑے بڑے وعدوں کے ساتھ ہم کو آنیکی ترغیب دی
اور ہر طرح امید دلائی کہ کسی قسم کی ناشائستگی نہ ہونے پائیگی۔ پس یہی وجہ
تھی کہ ہم وہاں گئے اور ہم نے امید کی کہ اب ہندوستان کے کچھ بھلے
دن آئے ہیں کہ آریوں جیسی قوم بھی تہذیب و شائستگی کا وعدہ دلانے
لگی ہے اور ہماری جماعت کے دُور و نزدیک کے لوگوں نے اپنا ہزاروں روپیہ

اس جلسہ پر خرچ کیا اور دُور دراز راہوں سے اپنی نوکریوں سے رخصت لیکر اور اپنے تجارتی اور صنعتی کام چھوڑ کر اس جلسہ کے لیے لاہور میں آئے اور نہ صرف کرایہ وغیرہ پر ہی روپیہ اُٹھایا بلکہ قریباً ڈیڑھ سو روپیہ ٹکٹوں کی خرید پر آریوں کی جیبوں میں بھی ڈالا گیا مگر نتیجہ وہی ہوا جو میں اوپر لکھ آیا ہوں کہ سوائے غیر مذاہب کو اور اُن کے نبیوں کو گالیاں دینے کے اور کچھ بھی لیکچر میں نہ تھا - اور وہ ایک قشر کی مانند تھا جس میں مغز نہ ہو اور ایک ہڈی کی طرح تھا جس میں گودا نہ ہو اور وہ ایسے الفاظ کا مجموعہ تھا کہ ایک شریف آدمی اُنکا بولنا تو کجا سُننا بھی گوارا نہیں کر سکتا اور انکو سُنتے ہوئے اپنے دل پر ایک بڑا بوجھ محسوس کرتا ہے اور ایک ایسی تکلیف برداشت کرتا ہے کہ اُس کا دل جوش سے پھٹنے لگتا ہے - اگرچہ عیسائی صاحبان نے بھی ہمارے مذہب اور ہمارے نبیؐ کے بارہ میں بہت سخت کلائی سے کام لیا ہے اور سخت گندے الفاظ انکی نسبت استعمال کیے ہیں اور یورپ و امریکہ کی طرف سے صرف اسی غرض کے لیے لاکھوں روپیہ ماہوار برباد کیا جاتا ہے اور لاکھوں کی تعداد میں بیسوں رسالے اور اخبارات روزانہ شایع ہوتے ہیں جن میں ہمارے نبی کریمؐ کی شان میں سخت توہین آمیز کلمات درج ہوتے ہیں اور بزرگانِ دین کو بہت بُرے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے - اور جس قدر عیسائیوں کے بس میں ہے وہ اس کام میں کوشش کرتے ہیں اور دن بدن ترقی کرتے ہیں - مگر پھر بھی

آجتک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ عیسائیوں نے مسلمانوں کو یا اور کسی مذہب والوں کو گھر پر بلایا ہو اور اسقدر سخت کلامی اُنکے نبیوں کے بارہ میں کی ہو۔ پادری تک اگر کوئی شخص گھر پر ملنے جاوے تو شرافت اور نرمی سے پیش آتے ہیں چہ جائیکہ کسی کو خود گھر پر بلا کر بے نقط گالیاں دیں۔ یہ نئی ایجاد ہے جو آریوں نے پہلے موقع پر کی ہے اور اس کا فخر اُنہی کو حاصل ہے۔ کیسے افسوس کی بات ہے کہ ہم مسلمان تو نیوگ جیسے مسئلہ کو جو کہ آریہ مذہب کی جڑھ اُکھاڑتا ہے اس لیے نظر انداز کر جائیں کہ اُس کا ذکر بھی ناپسند اور نامرغوب معلوم ہوتا ہے اور آریہ صاحبان ہمارے نبیوں پر ایسے جھوٹے الزام لگائیں جن کا اُنکے پاس کوئی ثبوت نہیں غالباً معلوم ہوتا ہے کہ آریہ صاحبان نے ہم مسلمانوں سے گورنمنٹ کی وفاداری کا بدلہ لینا چاہا ہے۔ اور چونکہ مسلمانوں نے عموماً اور احمدیہ فرقہ نے خصوصاً پچھلے دنوں کی بے امنی کے زمانہ میں گورنمنٹ کی وفاداری کے جلسے جگہ جگہ پر کیے تھے اور جہاں تک ان سے ہو سکا اُنہوں نے گورنمنٹ کی مدد کی اور فسادات رفع کرنے میں اُسکا ہاتھ بٹایا تھا اور وہ اس بے امنی کے تمام زمانہ میں گورنمنٹ کے بالکل وفادار اور فسادیوں سے بالکل جُدا رہے تھے اس لیے انہوں نے اس مخفی حربہ سے انپر حملہ کرنا چاہا۔ اور خاصکر احمدیوں کو جو کہ دیگر مسلمانوں کی نسبت نبی کریمؐ کے زیادہ شیدا اور شرک و کفر کے دشمن ہیں اور گورنمنٹ انگریزی کے ہمیشہ سے خیر خواہ چلے آتے ہیں تکلیف

دینی چاہی اور اس میں ایک حد تک کامیاب ہوئے۔ مگر انکو یاد رکھنا چاہیئے کہ اس جلسہ کی کارروائی سے ہم پر بخوبی کُھل گیا ہے کہ یہ صلح صلح پکارنیوالے صرف زبان سے امن اور اتفاق کے قائل ہیں ورنہ اُنکے دلوں میں سخت کینہ اور بُغض کی آگ بھڑک رہی ہے جو وقتاً فوقتاً زور سے شعلے مارتی ہے اور اُن لوگوں کے دلوں میں غریب مسلمانوں کو دُکھ دینے کی تحریک پیدا کرتی ہے۔ اور اگرچہ ہم کو پہلے سے بھی یقین تھا مگر اس جلسہ کی کارروائی سے اور بھی یقین ہو گیا کہ اگر سوراجیہ کی کوشش میں یہ آریہ لوگ کامیاب ہو جائیں اور گورنمنٹ انگریزی کا سایہ ہمارے سروں پر سے ایک دم کے لیے بھی اُٹھ جائے تو یہ ہماری بوٹیاں نوچکر کھا جائیں اور ہم کو اپنے مذہبی احکام بجالانے مشکل ہو جائیں۔ جسقدر دنیاوی فوائد ہم کو گورنمنٹ سے پہنچے ہیں یعنی ریل تار ڈاک وغیرہ انکو چھوڑ دو ہمارے لیے تو اس سے بڑھکر کوئی خوشی نہیں کہ گورنمنٹ عالیہ نے ہم کو مذہبی آزادی عطا کر رکھی ہے اور ہم اپنے مذہبی احکام کے بجالانے میں بالکل آزاد ہیں۔ مگر کیا آریہ جن کے خیالات ہمارے نبیوں کی نسبت وہ ہیں جو میں اوپر بیان کر آیا ہوں ہم کو مذہبی آزادی دے سکتے ہیں ہرگز نہیں!

اب مَیں تمہید کو ختم کرتے ہوئے اصل مضمون کی نسبت اتنا اور لکھنا چاہتا ہوں کہ نہ صرف آریوں نے اس جلسہ میں سخت کلامی ہی سے کام لیا بلکہ محض جھوٹے اور من گھڑت الزام اسلام پر لگائے اور عامۃ الناس کو بہکانا

چاہا اور وہ اعتراضات جو اسلام پر کیے گئے اُن میں سے بہت سے ایسے تھے جن کا جواب بارہا دیا جا چکا ہے۔ میرا ارادہ تھا کہ مَیں اُن اعتراضوں کا جواب اپنے رنگ میں پھر دوں اور ناظرین پر ظاہر کروں کہ وہ اعتراض کیسے بودے اور لغو تھے۔ مگر چونکہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام اُن کا جواب لکھ رہے ہیں اس لیے مَیں اُن کا جواب لکھنا ضروری نہیں سمجھتا۔ ہاں ایک اعتراض جو کہ مَیں مضمون کے شروع میں لکھ آیا ہوں ایسا ہے کہ مَیں چاہتا ہوں کہ اُس کا جواب اس رسالہ میں دوں یعنی "کیا اسلام علمی مذہب ہے؟"۔ اس سوال پر لکھنے کی زیادہ ضرورت اس لیے پڑی ہے کہ یہ زیادہ تر تاریخی رنگ کا ہے۔ اور مَیں چاہتا ہوں کہ اس پر تاریخی رنگ سے ہی نظر ڈالی جائے۔ مگر جواب دینے سے پہلے مَیں علمی مذہب کے لفظ کی تشریح کرنا چاہتا ہوں اور تمہید کو صرف اتنا لکھ کر ختم کرتا ہوں کہ باوجود اس جلسہ کی ایسی دلشکن کارروائی کے ہم کو ایک خوشی بھی ہوئی ہے اور وہ اُن الہامات کا پورا ہونا ہے جو مَیں شروع میں لکھ آیا ہوں جن میں خبر دی گئی تھی کہ کوئی ناگوار واقعہ پیش آئے گا۔ پس اس جلسہ سے اس بات کا رنج ہوا کہ ہمارے نبی کریمؐ کو گالیاں دی گئیں۔ مگر ساتھ ہی اس بات کی خوشی ہوئی کہ اُسی نبی کریمؐ کے ایک غلام نے آج تیرہ سو سال بعد اس جلسہ کی تکلیف دہ کارروائی کی پہلے سے اطلاع دے دی تھی اور وہ لفظ بہ لفظ پوری ہوئی۔ اور خود گالیاں دینے والوں نے اپنے کلام

سے ثابت کر دیا کہ واقعی قرآن شریف ہی ایک الہامی کتاب ہے جو نہ صرف خود الہامی ہے بلکہ جو اُس پر عامل ہوں اُن کے لیے بھی الہام کا دروازہ کھولدیتی ہے۔ (باقی آیندہ)

نوٹس

تمام خریداران کی خدمت میں جن کی طرف سے قیمت ۱۹۰۸ء پیشگی وصول نہیں ہوئی التماس ہے۔ کہ فروری کا پرچہ انشاء اللہ تعالیٰ بذریعہ وی پی ارسال ہوگا۔ علیحدہ کارڈ کے ذریعہ بھی اطلاع دیجا چکی ہے۔ جو صاحب وی پی لینے کیلیے تیار نہ ہو۔ وہ فی الفور دفتر تشحیذ الاذہان میں اطلاع دیں تاکہ نقصان نہ ہو۔ والسلام

مینجر

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حلِّ چیستان (۲)

یعنی

ضرب النعال علیٰ وجہ الدجال

یعنے

"دجال کے مُنہ پر جوتے۔"

تذکرہ

ناظرین آگاہ ہین کہ مرقع قادیانی کے ایڈیٹر ثناء اللہ امرتسری نے جو انعامی مضمون چیستان دسمبر کے مرقع مین حضرت مرزا صاحب اور آپکی جماعت کو چیلنج دیکر بوعدہ انعام پانسو روپیہ شایع کیا تہا۔ اس کا مکمل جواب اسی رسالہ کے ذریعہ نمبر ا مین دیا گیا ہے۔ ایڈیٹر مرقع کو چاہیئے تو یہ تہا کہ چیستان کے حل کامل کے پہنچنے پر ہمارے مطالبہ کے بغیر ہی بفحوائے الکریم اذا وعد وفا۔ انعامی رقم مبلغ پانسو روپیہ بہیجدیتے تا کہ کسی دینی مصرف مین کام آتی۔ مگر بجائے اس کے کہ وہ اپنے مرقع کے شایع کردہ اقرار کے بموجب انعامی رقم بلا توقف بہیجتے۔ اسی دن سے بدحواس ہو کر یہ واویلا اور دوہائی شروع کردی کہ مین نے احمدیون سے انعامی رقم کا وعدہ نہین کیا۔ کہ وہ مجھہ سے مطالبہ کرتے ہین۔ بلکہ میرا وعدہ تو حضرت مرزا صاحب سے خاص تہا یعنی اگر وہ جواب اپنی قلم

سے لکھتے۔ تو مین یہ رقم دیتا۔ اس لیئے کہ یہ جواب ان کے خادم نے لکھا ہے مین یہ رقم ادا نہین کرسکتا۔ اسپر ان کو بوساطت اخبار الحکم و اخبار عام بذریعہ ایک کھلی چٹھی کے دوبارہ لکھا گیا کہ بلا اس کے کہ ہم آپ کو اس تصفیہ کیلیئے خاص نوٹس دین بہتر ہو کہ آپ وہ روپیہ بھیجدین۔ ہان اگر آپ کو کوئی عذر ہے تو اس کے متعلق اطلاع دین تا کہ اس کا فیصلہ ہو جائے۔ اسوقت تک ایڈیٹر مرقع نے ہمکو اطلاع نہین دی۔ کہ کیون وہ روپیہ نہین بھیجتے جبکہ چیستان کا حل ہو چکا ہے؟ جواب کے منتظر ہین۔

البتہ اخبار اہلحدیث کے کئی پرچون مین انہون نے یہ رونا رویا ہے۔ کہ یہ انعامی رقم حضرت صاحب سے خاص تھی ایڈیٹر مرقع دسمبر کے مرقع مین تمام احمدیون کو چیلنج دیکر اب اس عذر سے کہ وہ انعام مرزا صاحب سے خاص تھا انشاء اللہ ہم سے نجات نہ پائین گے جب تک کہ دسمبر کے مرقع کو جلا کر راکھ نہ کردین۔ شرط یہ ہے۔ کہ ساتھ ہی خود بھی نابود ہو جائین۔ خیر ایڈیٹر مرقع کے ساتھ اس انعامی رقم کا جس طرح تصفیہ ہوگا۔ اس کے متعلق ناظرین کو پہر اطلاع دین گے۔ اس وقت ہم اپنے ناظرین کی خدمت مین جو کچھ پیش کرنا چاہتے ہین۔ وہ تھوڑے ہین۔ ہان ایڈیٹر مرقع یاد رکھین۔ کہ یہ پیالہ ان کو طوعاً کرہاً ضرور پینا پڑیگا۔ اگر انہون نے کھلی چٹھی کا کوئی معقول جواب نہ دیا۔ تو عنقریب ہی حرم سرائے مین انکو ہم خود اطلاع دیکر ہلاہل کا پیالہ پلائین گے۔ انشاء اللہ۔

تمہید

ایڈیٹر مرقع نے انعامی رقم بچا نیکے لیئے جہان اپنے اخبار اور مرقع مین بار بار یہ زور دیا ہے کہ یہ رقم مرزا صاحب کے لیئے

خاص تھی۔ دوسری طرف ناظرین مرقع کی دلجوئی کے سیئے فروری کے مرقع مین پہلو بدلکر اور اصل بات کو نظر انداز کر کے حل چیستان کی بعض عبارتین ناقص صورت مین نقل کر کے ان پر جرح کی ہے۔ مین نے فروری کے مرقع کو بہت افسوس کیساتھہ پڑھ کر ایڈیٹر مرقع کو یہ خط لکھنا کافی سمجھا۔

ایڈیٹر مرقع امرتسر کو اطلاع دیجاتی ہے کہ تم نے جو کچھہ رسالہ در حل چیستان،، کے جواب مین مہینہ بھر کی جانکاہی کے بعد اپنی مرقع مجریہ بابت فروری ۱۹۰۸ء مین لکھا ہے اس کو مین نے پڑھ لیا ہے سو واضح ہو کہ انعامی رقم چونکہ تمہاری شایع کردہ چیستان پر مقرر تھی۔ اس لئے کوئی ضرورت نہین۔ کہ مین تمہارے ان بےمعنی جواب الجواب کی تردید کر کے وقت عزیز خراب کرون۔ جیسا کہ مین نے تمہارے نام کی کھلی چٹھی مین جو الحکم و اخبار عام مین شایع ہو چکی ہے لکھا ہے! اب بھی تمکو یہی مشورہ دیتا ہون۔ کہ چیستان اور حل چیستان کے محاکمہ کی کوئی بہتر صورت چند روز اور سوچکر پسند کر لو! اور اس کے لئے مین تم کو کچھہ مہلت اور دیتا ہون۔ جلد بازی اچھی نہین خوب غور کر لو۔ ورنہ یاد رکھو بجز تمہاری رسوائی کے اور کچھہ فائدہ نہ ہوگا۔ جبکہ حرم سرائے مین تمکو یہ اطلاع ملیگی کہ آپ محاکمہ کے لئے عدالت مین حاضر ہون۔

۲۔ دوسرے جو کچھہ تم نے اس مرقع مین لکھا ہے بجائے اس کے کہ وہ ہمارے ،،حل چیستان،، کا جواب ہوتا وہ ایسی بےمعنی تحریر ہے کہ تم خود بھی اسکو نہین سمجھے۔ شاید تمہارے دماغ مین کوئی مدعا ہوگا۔ مگر اس کو تم تحریر کا لباس نہین پہنا سکے

مین یقین کرتا ہون۔ کہ جنہون نے "حل چیستان" پڑہا ہے وہ آپ کے اس جواب پر تہوک دینگے۔ اگر تم ہمارا اعتبار نہ کرو۔ تو اپنے بئس القوین ناظرین مرقع سے جنہون نے ہمارے "حل چیستان" کو پڑہا ہے پوچہکر اطمینان کر لو۔

سوم ۳ جیسا کہ ہم پہلے تمہارے لغویات اور سب وشتم سے پر تحریرونکا جواب نہین دیتو رہے۔ اب بہی ہمارا ارادہ نہین کہ ایسے مزخرفات اور دور از مطلب خزعبیلات کے جواب مین آپ کو خطاب کر کے بزرگان دین اور ائمہ اسلام کو گالیان دلائین۔ ہان اگر کبہی کوئی انعامی مضمون جسکو آپ چیستان کیطرح دعوی کے ساتہہ شایع کرین گے۔ ہماری نظر سے گذرا تو ہم پر انشاء اللہ تعالیٰ بتوفیق الٰہی آپ کا ایسا ہی مواخذہ کرین گے جیسا کہ حل چیستان مین کیا ہے۔

چہارم۔ جو کچہہ تم نے حل چیستان کے متعلق مرقع مین جواب کے طور پر لکہا ہے گو وہ ایک بیمعنی سی تحریر ہے۔ مگر چونکہ تمہاری چند ایک تحریرون کے مطالعہ سے اس خاکسار کو اس قدر خداداد ملکہ حاصل ہو گیا ہے کہ تمہارے ان خیالات کو جن کو تم الفاظ مین ادا کرنے کی لیاقت نہین رکہتے۔ اشارہ سے ہی سمجہہ لیتا ہون۔ اگر تم اس مضمون کو چیستان کیطرح انعامی مضمون گردانکر شایع کرو تو مین اس کا حل کرنیکو بہی تیار ہون۔ بشرطیکہ انعامی رقم پہلے کسی سرکاری بنک مین یا کسی معتمد علیہ امین کے پاس جمع کرکے اور ساتہہ ہی کسی ثالث کو محاکمہ کے لئے مقرر کر کے مجہے مطلع کرو۔

پنجم۔ کیا وجہ ہے کہ تمنے اسوقت تک میری کہلی چٹہی کا جواب نہین دیا؟

مین نے کسی مطبوعہ تحریر مین پڑہا ہے۔ کہ تمہارے دماغ مین آج کل کچھہ فتور ہو
مجھے خود بہی اہلحدیث وغیرہ کے بعض پرچون کو پڑھ کر جو حل چیستان کے بعد شایع
ہوئے ہین آپ کی دماغی حالت کے متعلق اندیشہ ہوا ہے۔ اگر وہ مضامین آپ
کے قلم کے لکھے ہوئے ہین تو حقیقۃً خطرہ کی بات ہے آپ اپنی صحتِ مزاج اور
جواب باصواب سے بلوا پسی مطلع فرمادین۔

۶۔ اس وجہ سے کہ احمدی سلسلہ کو اپنی ترقی کے لیئے تمہارے جیسے کار
گُن نوجوانون کی ضرورت ہے۔ اس لئے میرا یقین ہے کہ تمہاری عمر دراز ہو گی۔
زندگی کا بہروسہ نہین خدا کرے کہ تم میرے حل چیستان کا مبلغ پانسو روپیہ انعامی قرضہ
کی رقم ادا کر کے رخصت ہو جاؤ۔ ہان جناب ایڈیٹر مرقع شاید میری پہلی چھٹی آپ کو
خلل دماغ کے ایام مین پہنچی ہو۔ اس کا خلاصہ بہی ذیل مین عرض کر دیتا ہون۔
وہو ہذا۔ ۱۲ مین نے کل ۱۱ جنوری ۱۹۰۸ء کو آپ کا مرقع مجریہ بابت جنوری
۱۹۰۸ء پڑہا ہے۔ اس مین آپنے دو انعامی مضمون (علاوہ دسمبر کے انعامی
مضمون چیستان مرزا کے) بوعدہ ایکہزار روپیہ شایع کئے ہین سو آپ کو اس چھٹی کے
ذریعہ مطلع کیا جاتا ہے کہ جو رقم انعامی مبلغ پانسو روپیہ چیستان کے حل کی آپ کے
ذمہ واجب الادا ہے اور آپ نے اب تک اس کو ادا نہین کیا پہلے آپ وہ رقم
ادا کرین جب تک آپ پہلا قرضہ ادا نہ کرین ہم کس طرح اس دوسری بحث کو شروع
کرین۔ اگر خلط مبحث کا اندیشہ نہ ہوتا۔ تو مین آپ کو بفضلہ ان دونون سوالون کا
جواب بہت جلدی چہپوا کر بہیجدیتا۔ مگر چونکہ آپ نے اس وقت تک پہلے پانسو روپیہ

کے متعلق اب تک کچھ اطلاع نہیں دی باوجودیکہ آپ کے "چیستان" کا حل کامل مقررہ تاریخ کے اندر چھپکر آپکو پہنچ چکا ہے اس لئے مناسب خیال کیا گیا ہے کہ جبتک پہلی بحث کا خاتمہ ہو کر مبلغ پانسو روپیہ آپ سے وصول نہ ہو جاوے تب تک اس دوسری بحث کو جو آپ نے جنوری کے پرچہ مین لکھی ہو نہ چھیڑا جاوے۔ لہذا آپ چٹھی کے پڑہتے ہی اطلاع دین کہ آپ نے اس وقت تک کیون انعامی رقم مبلغ پانسو روپیہ جو حل چیستان" پر مقرر تہی۔ باوجود چیستان کے حل ہو جانے کے ابہی نہین بہیجی اور نیز یہ امر بہی شایع کرین۔ کہ آپ کے ان نئے دونون شایع کردہ انعامی مضمون اور ان کے جوابات کا کون محاکمہ کریگا۔ جس کے بعد ہم آپ سے انعامی رقم یکہزار روپیہ کے وصول کرنے کے مستحق ٹہیرین گے۔ ضروری ہے کہ یہ امر بہی بتراضی طرفین طے ہو کر پہلے ہی شایع کرایا جاوے۔ تاکہ بعد کو فریقین مین سے کسی کیلئے بیجا خصومت کا محل نہ رہے۔ آخر مین آپ کے رسالہ الہامات مرزا کے متعلق بعض ضروری امور پیش کر کے التماس کرتا ہون کہ آپ ان کے جوابات سے بہی سرفراز فرماوین۔

۱۔ آپ رسالہ الہامات مرزا کے جواب پر دو ہزار روپیہ کا جو انعام مقرر کر کے عرصہ سے شایع کر رہے ہین آپکا وہم کو دماغ سے نکالکر کہ مرزا صاحب کبہی اس کے جواب مین آپ کو خطاب کرین گے۔ . . . .

واضح طور پر اور کہولکر یہ اعلان شایع کر دین کہ اس کی تخصیص حضرت مرزا صاحب سے نہین ہے۔ ایسا نہ ہو کہ موقعہ پر آپ مرزا صاحب کی خصوصیت مین پناہ لین۔

۲۔ یہ کہ رسالہ الہامات مرزا کے جوابات کے موازنہ اور محاکمہ کیلئے (جس کے بعد ہم آپ سے انعامی رقم وصول کرسکیں) کسی تجویز کا بتراضی طرفین پہلے ہی طے ہو کر شایع ہونا ضرری معلوم ہوتا ہے اس لئے آپ اس کا بھی فیصلہ کرین۔

۳۔ یہ کہ انعامی رقم کو پہلے آپ کسی سرکاری بنیک مین جمع کرادین اور اگر آپ کو پوری رقم کے یکدم جمع کرانے مین دقت محسوس ہو تو آپ کی سہولیت کیلئے نمبر۴ مین ایک اور آسان صورت پیش کرتا ہون۔ کم از کم اس کو ہی منظور فرماکر مجھے مطلع کرین

۴۔ یہ کہ آپ نے بخیال خویش اس رسالہ مین ہم پر بہت سے سوالات اور اعتراضات کئے ہین آپ بحصص ہر ایک سوال کے جواب کی انعامی رقم مقرر کر کے ایک ایک اعتراض یا سوال کی متعلقہ رقم جواب ملنے سے پیشتر بنیک مین جمع کراتے جائین اور ہم جوابات مین اس امر کو ملحوظ رکھینگے کہ جب تک ایک جواب سے فارغ ہو کر آپ سے اس جواب کی انعامی رقم وصول نہ کرلین تب تک دوسرے سوال کے جواب کو شروع نہ کرین۔ امید کہ آپ اس اطلاع کو ضروری سمجھ کر بواپسی جواب سے مطلع کرین گے۔

ان سب باتون کے عرض کرنے کے بعد مین امید کرتا ہون کہ جناب اپنے اخبار مین اس کا کوئی معقول جواب میری چٹھی کے شایع کرین گے۔

فضل الدین مدرس ہائی سکول قادیان

مین یہ خط لکھ چکا تھا۔ کہ شملہ سے مجھے ایک خط پہنچا کہ گو حل چیستان کی کسی دلیل پر بھی جرح نہین کرسکا پر جس طرح ممکن ہو آپ ایک دفعہ فروری کے مرقع پر

ضرور کچھہ لکھین - بوجہ عدیم الفرصتی کے میرا ارادہ نہ تہا کہ اسپر کچھہ لکھون تاوقتیکہ ایڈیٹر مرقع اسکو ہی انعامی مضمون قرار دیکر شایع کرے - مگر بہائی عمر الدین کے خط کے علاوہ بعض دیگر احباب بہی محرک ہوئے کہ اس کا جواب ترکی بترکی ہو - سو مین محض خدا تعالیٰ کے فضل و کرم پر توکل کر کے اس کی حول و قوت سے یہ مختصر سی تحریر ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہون - اللہ تعالیٰ اس مین برکت ڈالے آمین -

اعتراف سب سے پہلے یہ بات یاد رہنی چاہیے کہ ایڈیٹر مرقع نے جو کچھہ مرقع مین لکھا ہے اس سے جا بجا یہ اعتراف ظاہر ہوتا ہے کہ چیستان کا کامل حل ہو گیا - اور حل چیستان لاجواب ہو - ہمارے نزدیک تو حل چیستان لاجواب تحریر تہی ہی مگر خوشی کی بات یہ ہے کہ ایڈیٹر مرقع نے بہی جس کے رد مین یہ رسالہ تہا طوعاً و کرہاً اس بات کا اعتراف کر لیا -

جن اصحاب نے فروری کے مرقع کا منہ نہین دیکھا وہ صرف اتنی بات یاد رکہین - ایڈیٹر مرقع نے سارے رسالہ مین سے جو ان کی چیستان کے حل مین تہا - اپنے مرقع مین کل صفحہ ۱۰-۵-۱۲-۱۳ کی عبارتون کو ناقص صورت مین نقل کر کے ناظرین مرقع کے سامنے پیش کیا ہے - اگر ہمارے پورے دلایل کا ذکر کر دیتے تو انہین پتہ لگ جاتا کہ ایڈیٹر مرقع کتنے پانی مین ہے -

صاحب! اگر آپ کے رسالہ کے پورے جوابات ایڈیٹر مرقع ناظرین مرقع کے سامنے پیش کرتے تو بتائیے پہر مرقع کون خریدتا؟ کیا مرقع کے تمام ناظرین ایسے نادان ہین؟ کہ وہ حل چیستان کو تمام و کمال پڑھ کر پہر بہی مرقع خریدتے - ایڈیٹر

مرقع اور اخبار اہلحدیث کا تعاقب

۲- دسمبر کے چیستان مین جن حوالہ جات کا بیان کر کے ایڈیٹر مرقع نے دعوے کیا تھا کہ اگر کوئی ان مقامات مین صرف تطبیق کر دے تو اس کو پانسو روپیہ دیا جاوے گا حل چیستان مین یہ پڑھ کر کہ ان سے میری تردید ہو رہی ہے مین نے یہ کیا حماقت کی! ان حوالہ جات کا ذکر چھوڑ کر اب نئی حماقت شروع کی ہے۔ لایق یہ تھا کہ ہمارے حل چیستان کو پڑھ کر یا تو صاف لفظون مین شایع کرتے کہ مین نے چیستان کے لکھنے مین نجاست خوری کی تھی! ورنہ اگر ان کے خیال مین وہ حوالہ جات صحیح تھے جن کی بنا پر انہون نے عوام کو مغالطہ مین ڈالنا چاہا تھا۔ تو مرد میدان بنکر ان کی صحت لفظی اور معنوی ثابت کرتے۔

۳- ناظرین مرقع پر حق مشتبہ کرنے کے لئے ایڈیٹر مرقع نے بہت سے بالکل نئے جھوٹ بولے ہین جنکو پڑھ کر ہمارے ناظرین تعجب اور حیرت کرین گے۔

۴- چیستان کے دعاوی باطلہ کو چھوڑ کر جناب نے مرقع مین اور دور از مطلب بحثین شروع کر دی ہین ان باتون سے ظاہر ہے کہ آپ کا قافیہ تنگ ہو گیا ہے اس کے علاوہ مرقع کے مضامین اور عبارات کا اضطراب پورے طور پر دکھا رہا ہے کہ حل چیستان نے ایڈیٹر مرقع کو بری طرح سے ذبح کیا ہے۔

۵ یاد رہے ہان یاد رہے کہ دسمبر کے مرقع تک ایڈیٹر مرقع نے ہمارے امام اور ہماری تمام جماعت کے حق مین سب و شتم سے پر کیسی گندی تحریرین شایع کی تھین۔ پھر بھی مین نے چیستان کے جواب مین اسقدر نرمی اور مراعات رکھی تھی کہ کوئی ایسا کلمہ ایڈیٹر مرقع کے حق مین نہ لکھا جس سے ان کو تکلیف

ہوتی۔ مگر انہوں نے میری اس قدر نرمی اور تحمل سے بالکلیّۃ اعراض کر کے بجائے جواب کے اس قدر گالیاں دی ہیں کہ ایک شریف اور سلیم الفطرت ان کو سُننا بھی گوارہ نہیں کرتا ہم بھی تیر بر معصوم مے بارد خبیث بدگہر ضرور کہتے اگر کلوخ انداز را پاداش سنگ است

۶۔ وہیں یہ ہے۔ جیسا کہ میں پیشتر بیان کر چکا ہوں۔ کہ حل چیستان کے پُہنچنے کے دن سے متواتر قریبًا ہر بار اپنی نجات کے لئے کہ انعامی رقم کسی طرح سے بچ جاوے آپ یہ وظیفہ رٹ رہے ہیں۔ کہ میں نے تو انعامی رقم کے دینے کی مرزا صاحب سے خصوصیت کی ہتی۔ اگر ان کے یقین میں یہ بات نہیں کہ چیستان کا کامل حل ہو گیا ہے۔ تو ناظرین مرقع و اخبار اہلحدیث سوچیں۔ کہ وہ اس قدر رونا کیوں رو رہے ہیں۔

۷۔ بات یہ ہے۔ کہ میں نے ان کو لکہا تہا۔ جیسا کہ میں پہلی چہٹی میں لکہہ چکا ہوں کہ آپ کے نزدیک اگر ہمارا جواب مکمل نہیں اور ناقص ہے۔ اور آپ کی تائید میں ہے۔ تو آپ بتراضی طرفین محاکمہ کے لئے۔۔۔۔ کوئی صورت اختیار کیجئے پہر خود فیصلہ ہو جاوے گا۔ کہ آیا آپ باطل پر ہیں یا نہیں۔ مگر اس کو بہی جناب نے قبول نہ فرمایا کیوں! اس لئے کہ وہ خوب سمجہتے ہیں۔ کہ چیستان کی خام عمارت کو حل چیستان نے مسمار کر دیا ہے۔

۸۔ بات یہ ہے کہ ایڈیٹر مرقع نے اسدن ہی اس بات کا یقین کر لیا تہا جس دن کہ ان کو میرا وہ خط پہنچا تہا۔ جو اخبار اہلحدیث میں انہوں نے حل چیستان کے بعد چہپایا تہا۔ کہ اس خط میں میری موت ہے اگر ان کو یہ پختہ یقین نہیں ہو چکا تہا۔

توبتادین۔کہ میرے ۱۶ار دسمبر کے خط کے جواب مین جوآپ کے چیستان کے متعلق تہا جسکو حل کی کل میعاد آپ نے دسمبر کا مہینہ رکہی تہی اس وقت کیون دیا جبکہ دسمبر گذر گیا! ور میرا حل چیستان آپ کو پہنچ گیا۔ پہر اس خط کے چہاپنے مین آپ نے بیس نشان خصوصیت سے کیون لگائے۔

۹- دیگر وہ بدحواسیان جوآپ سے ظاہر ہوئی ہین اس بات پر قوی دلیل ہین کہ آپ کے دل ودماغ پر حل چیستان نے وہ اثر کیا ہے کہ سحر کا اثر بہی اس سے کم ہوگا۔ مرقع اور اہلحدیث کے ناظرین کو حل چیستان کے دیکہنے کا اتفاق کم ملا ہوگا۔ اس لئے ناظرین رسالہ تشحیذ کی خدمت بابرکت مین التماس ہے۔ کہ آپ صاحبان ان لوگون کو جوایڈیٹر مرقع کو شیر پنجاب سمجہتے ہین یہ اطلاع پہنچادین ہم کو اس سے تعرض نہین۔ کہ وہ ایڈیٹر مرقع کو شیر پنجاب کہین یا نور پنجاب کہین۔ ہماری غرض تو اتمام حجۃ ہے۔ ہان

اب آپ صاحبان وہ جرح بہی سنین جو ہمارے حل چیستان پر جو مصدق تہا۔ فَلَيْسَ يَصِحُّ فِي الْاَفْهَامِ شَيْءٌ - اِذَا احْتَاجَ النَّهَارُ اِلٰى دَلِيْلٍ کا ایڈیٹر مرقع نے بدحواس ہو کر کی ہے۔

حقیقۃ الامر

حضرت امام ہمام ؑ نے اپنی سیکڑون تحریرون اور تقریرون مین ایک حقیقت بیان کی ہے جو یہ ہے۔ کہ مجہپر اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا ہے کہ ابتدائے خلقت آدم سے لیکر آنحضرت صلعم کے زمانہ نبوت کے اختتام تک قمری حساب کے رو سے ۴۷۴۹ برس گذرے ہین اور یہ کہ قمری

حساب کے رو سے چھٹے ہزار کے آخر مین میری پیدایش ہوئی اور اسی قمری حساب کے رو سے ساتوین ہزار مین خدا تعالےٰ نے مجھکو مامور فرمایا ہے۔ ظاہر ہے کہ کہ جب ۴۷۳۹ برس سنہ ۱ھ ہجری مین جو اختتام نبوت کا زمانہ ہے ختم ہوا تھا تو چھٹا ہزار ضرور سنہ ۱۲۶۰ ہجری مین پورا ہوا ہے۔ حضرت مرزا صاحب سنہ ۱۲۵۵ ہجری میں پیدا ہوئے ہیں اور سنہ ۱۳۰۲ ہجری میں مامور ہوئے اسلئے یہ بیان بالکل سچ ہے کہ آپ کی پیدائش الف ششم مین ہوئی اور الف ہفتم[۱] کے ابتدا مین آپ مامور ہوے حضرت مرزا صاحب نے علاوہ اور تالیفات کے اسی مطلب کو کہ آنحضرتؐ کے زمانۂ بنوت کے اختتام تک ۴۷۳۹ برس گذرے ہین ازالہ ص۲۳۱ مین بدین الفاظ ادا کیا تھا کہ خلقت آدم سے لیکر جسقدر آنحضرت کے زمانہ بعثت تک مدت گذری تھی۔ وہ تمام مدت سورۃ العصر کے اعداد حروف

---

[۱] ناظرین اس امتیاز کو خوب یاد رکھین کہ شمسی اور قمری حسابون مین چونکہ بہت فرق ہوتا ہے اس لئے حضرت مرزا صاحب نے جہان یہ لکھا ہے کہ میری پیدایش الف ششم مین ہوئی اور مامور الف ہفتم مین ہوا ہون۔ وہان اس امر کو بہی ضروری ذکر فرمایا ہے کہ یہ بات قمری حساب کے روسے ہے۔ اور جن بعض مقامات پر آپ نے یہ فرمایا ہے۔ کہ میری پیدایش اور ماموریت دونون الف ششم مین واقع ہوئی ہے اس کے متعلق یہ تصریح فرمائی ہے کہ یہ بات شمسی حساب کے روسے ہے بعض حماقت کے پتلون نے حضرت مرزا صاحب کے اس بیان کردہ فرق کو نظر انداز کر کے بطور اعتراض یہ امر شایع کر دیا ہے۔ کہ آپ کے ان دو بیانون مین اختلاف ہے بعض جگہ آپ یہ لکھتے ہین۔ کہ

مین بحساب قمری مندرج ہے یعنی ۴۴ برس ،، اس پر

ثناء اللہ کا اصل اعتراض

امرتسر کے ایک شخص ثناء اللہ نام نے جسکو ہمارے سلسلہ حقہ سے خاص عناد ہے اپنے رسالہ مرقع بابت دسمبر ۱۹۰۷ء مین ایک مضمون لکھا تھا۔ کہ یہ جو مرزا صاحب لکھتے ہین کہ مین چھٹے ہزار کے آخر مین پیدا ہوا ہون غلط ہے۔ اور اسنے اس کی عجیب دلیل یہ دی۔ کہ میرے نزدیک بعثت کا زمانہ چونکہ صرف وہی موہوم وقت ہوتا ہے۔ جو کہ مبعوث نبی کے چالیس سالہ عمر قبل از نبوت کے گذر جانے اور نبوت کے کام کے شروع کرنے کے درمیان ہوتا ہے اس لئے ازالہ صفحہ ۳۱۱ کی عبارت مین جو زمانہ بعثت تک کا فقرہ ہے اس کے معنے میرے خیال مین یہ ٹھہرتے ہین کہ آنحضرت صلعم کے نبی بننے کے وقت تک ۴۷۴۰ برس گذرے تھے اور اس مدت مین بتیس سال جو

بقیہ حاشیہ ۔ مین الف ششم مین مامور ہون۔ اور بعض دیگر مقامات پر یہ لکھا ہے کہ الف ہفتم مین مامور ہوا ہون۔ اگر ایسے نادان دور اندیشی سے کام لیکر جلد بازی سے اعتراض نہ کرتے۔ تو ان کے حق مین بہتر ہوتا۔ ایڈیٹر مرقع کو جو اس قدر رسوائی اوٹھانی پڑی ہے اس کی جڑھ بھی یہی نافہمی ہے۔ جو احباب اسکی تفصیل دیکھنا چاہین۔ تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۹۰ کے پس و پیش کے چند اوراق ملاحظہ فرما دین۔ اور اسلام اور اس ملک کے دوسرے مذاہب لیکچر لاہور کے صفحہ ۳۰ طبع ثانی۔ کی یہ عبارت بغور پڑھین۔

،، صادق کے لئے دوسری شرط یعنی یہ دیکھنا کہ نبیون کے مقرر کردہ وقت پر

خالص نبوت کا زمانہ تھا وہ شامل نہیں۔ اور جب ۴۰ ، ۴۴ برس انحضرت کو خلعت نبوت ملنے تک ہوئے تو صاف ظاہر ہے کہ ۱۲۴۰ء ہجری کو چھٹا ہزار پورا ہوا ہے پس مرزا صاحب کا یہ لکھنا کہ میری پیدایش الف ششم مین ہوئی یون غلط ہوا۔ کہ مرزا صاحب خود لکھتے ہین۔ کہ میری پیدایش ۱۲۵۵ء ہجری مین ہوئی ثناء اللہ کے اس ناقص خیال کی تردید مع ان اوہام کی تردید کے جو اس نے اسپر متفرع کئے تھے ہمارے ناظرین تشحیذ نمبر ۱۱ بابت دسمبر مین ملاحظہ فرما چکے ہین۔

ہمارے جواب کے مکمل ہونیکی وجہ سے جیسے کہ ناظرین نے ملاحظہ فرمایا ہے چونکہ ثناء اللہ کے ذمہ اپنے شایع کردہ اقرار کے مطابق انعامی رقم واجب الادا ہو چکی ہے اس لئے ثناء اللہ نے الغریق یتشبث بالحشیش یا مرتا کیا نہ کرتا کے بموجب ہمارے رسالہ کو پڑھکر مرقع فروری ۱۹۱۹ء مین بڑی جانکاہی سے چاہا ہے کہ کسی طرح سے اس سے یہ پیالہ ٹلجاوے۔

بقیہ حاشیہ۔ آیا ہے یا نہین۔ یہ شرط بھی میرے آنے پر پوری ہو گئی۔ کیونکہ نبیون نے یہ پیشگوئی کی تھی۔ کہ جب چھٹا ہزار ختم ہونے کو ہوگا۔ وہ مسیح موعود ہوگا۔ سو قمری حساب کے رو سے چھٹا ہزار برس حضرت آدم کے ظہور (پیدایش) کے وقت سے لیا جاتا ہے۔ مدت ہوئی جو ختم ہو چکا ہے اور شمسی حساب کے رو سے چھٹا ہزار ختم ہونیکو ہے۔

اس تحریر سے مرقع صفحہ ۲۰-۲۱-۲۲ تا ۲۷ کے ایک ایک لفظ کی پوری پوری تردید ہو گئی۔ فالحمد للہ رب العالمین
منہ

خلاصہ دلیل

منجملہ ان دلایل کے جو اڈیٹر مرقع کے ناقص خیال کی تردید مین لکہی گئے تہے۔ تشحیذ نمبر ۱۱ صفحہ ۵ مین ایک دلیل تہی جس مین حقیقۃ الوحی کے حوالون سے یہ ثابت کیا گیا تہا کہ زمانہ بعثت تک کے فقرہ سے حضرت امام ع کی مراد وہ نہین جو تم سمجہتے ہو۔ بلکہ حضرت کی منشا یہ ہے۔ کہ زمانہ بعثت تک کا فقرہ تمام زمانہ نبوت پر مشتمل ہے۔ تصنیف را مصنف نیکو کند بیان کے اصول کے خلاف تمہارا کوئی حق نہین ہے کہ تفسیر القول بما لا یرضی بہ قائلہ کے مرتکب ہو کر مرزا صاحب کی صاف اور صریح المراد عبارتو نمین اختلاف کا عیب لگاؤ۔ کسی شخص کے پر حکمت کلام اور اس کلام کے محکم نظام مین اس کی تصریحات کے خلاف بلا دلیل اختلاف کا ادعا کسی عقلمند کا کام نہین۔ اور ساتہہ ہی یہ بہی لکہا تہا۔ کہ اگر تمہارے پاس کوئی قوی دلیل ہو جو یہ ثابت کر دے کہ زمانہ بعثت کا کلمہ صرف اُس آن پر ہی اطلاق پا سکتا ہے جس مین نبی کو پہلی وحی متضمن بحکم امر رسالت ہوتی ہے۔ تو اسکو پیش کرو۔

ثناء اللہ کا اختراع بلا دلیل

بجائے اس کے کہ اڈیٹر مرقع ہمارے جواب کو تسلیم کر کے خاموش ہو جاتا یا ہمارے مطالبہ کے مطابق کسی جگہ یہ دکہا دیتا۔ کہ زمانہ بعثت کا کلمہ صرف ایک گہڑی پر ہی بولا جاتا ہے جس مین نبی کو مامور کیا جاتا ہے اور یہ کہ جس قدر نبوت کا باقی زمانہ ہوتا ہے اسپر زمانہ بعثت کے کلمہ کا اطلاق نہین ہو سکتا۔ اُس نے مرقع صفحہ ۶ پر زمانہ کی ایک اختراعی تقسیم کر کے (ایجاد بندہ اگرچہ گندہ) بلا دلیل بڑہ ہانک دی ہے۔ کہ زمانہ

بعثت اور زمانہ تبلیغ دو جدا جدا زمانے ہین۔

مین نے مرزا صاحب کے کلام فیض التیام سے صفحہ ۵ پر اور عملی رنگ مین حاشیہ ۱۹ تا ۲۱ پر لکھا تھا کہ زمانہ بعثت کا اطلاق ہمارے زمانہ نبوت پر ہوا ہے۔ جس مین زمانہ تبلیغ بہی داخل ہے۔ تعجب کہ ایڈیٹر مرقع نے صفحہ ۶ پر دعوی تو کر دیا کہ زمانہ بعثت اور ہوتا ہے اور زمانہ تبلیغ اور۔ مگر افسوس کہ انہون نے اس کو کسی دلیل سے ثابت نہ کیا۔ سنو اجناب جب تک آپ یہ ثابت نہ کر دین۔ کہ زمانہ بعثت کا اطلاق کل زمانہ نبوت پر نہین ہو سکتا۔ بلکہ صرف اس موہوم وقت پر ہی فقط ہوتا ہی تب تک آپ عہدہ برا نہین ہو سکتے۔

ایڈیٹر مرقع کا خبط

اسی صفحہ ۶ پر آپ لکھتے ہین۔ زمانہ بعثت کی اس تعریف کی دلیل کہ "زمانہ بعثت وہ ہوتا ہے جس مین کوئی نبی مامور ہو کر خلق خدا کیطرف آئے" یہ آیت قرآنی ہے۔

"قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ۔ اس آیت مین ذکر ہے کہ قیامت کے روز کفار کہین گے۔ کہ ہم تو قبرون مین یا دنیا مین ایک آدہ گہڑی ٹہیرے ہین اُن کے جواب مین ایماندار کہینگے۔ کہ تم تو یوم البعث تک ٹہیرے ہو۔ یہ ہے (قیامت کا دن) یوم البعث۔

حالانکہ اس آیت کریمہ مین نبی کی بعثت کا ذکر نہین۔ بلکہ قیامت کی بعثت کا ذکر ہے اور اسی کو یوم البعث فرمایا ہے۔ ایڈیٹر مرقع کی اس تحریر سے

اگر ثابت ہوتا ہے۔ تو یہ کہ نبی کی بعثت اور قیامت کی بعثت ایک چیز ہے نہ یہ کہ زمانہ بعثت۔ اور زمانہ تبلیغ دو جدا جدا زمانے ہیں۔ ع چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا۔ اسی طرح آپ زمانہ بعثت سے زمانہ تبلیغ کے جدا ہونیکی دیں آیت بلّغ ما انزل الیک لکھتے ہیں۔ حالانکہ اس آیت میں بھی اس امتیاز کے متعلق جس کا ایڈیٹر مرقع کو دعوی ہے۔ کچھ ذکر نہیں۔ کیوں! صاحب اپنے دعاوی کو اسی قسم کے دلایل سے مبرہن۔ کیا کرتے ہو۔ سنو اگر بلّغ کے امر سے زمانہ تبلیغ کا زمانہ بعثت سے جدا ہونا۔ مانا جاوے تو ہر ایک امر کے لیے تمہیں اس امر کے مطابق زمانہ کی لاتعداد تقسیمیں کرنی پڑینگی اور کبھی ممکن نہیں کہ تم زمانہ تبلیغ کو ممتد متصل۔ زمانہ ثابت کر سکو۔

نادر کو انعام عہ

اگر ایڈیٹر مرقع زمانہ بعثت اور زمانہ تبلیغ کی اس تفریق کو جو اس نے مرقع صفحہ ۲ پر درج کی ہے کہ "زمانہ بعثت وہ ہوتا ہے جس میں کوئی نبی مامور ہو کر خلق خدا کیطرف آوے اور زمانہ تبلیغ وہ ہوتا ہے جس میں نبی خدا کے احکام بندوں کو سناوے" کسی شرع کی کتاب سے مدلل طور پر ثابت کر دے تو اسکو عہ انعام دفتر تشحیذ الاذہان کیطرف سے دیا جاویگا۔ جبتک آپ یہ دعوی ثابت نہ کر سکیں۔ آپ کے مرقع صفحہ ۲ کا یہ دعوی بھی کہ زمانہ بعثت اور زمانہ تبلیغ میں تقابل تضاد کی نسبت ہے۔ غلط ہے۔

اختلاف بیانی میں ایڈیٹر مرقع کی بیباکی

ایڈیٹر مرقع نے

آیت قال الذین اُوتوا العلم الآیہ کا جو ترجمہ مرقع صفحہ۶ پر لکھا ہے اسکو مین ابھی نقل کرچکا ہون پر اسکی جرأت اور بیباکی دکھانے کیلئے چاہتا ہون۔ کہ اس نے اس آیت کا جو ترجمہ اپنی تفسیر مین لکھا ہے ناظرین اسکو بھی ملاحظہ فرمالین گو مرقع اور تفسیر کے پڑہنے سے یہ امر واضح ہوگیا ہے کہ اسکو اس آیت کے معنے قطعًا نہین آتے! آپ اپنی عربی تفسیر کے صفحہ ۲۴۶ - پر اسی آیت کے تحت مین مرقع کی اس عبارت کے بجائے کہ "اس آیت مین ذکر ہو کہ قیامت کو روز کفار الخ لکھتے ہین کفار قیامت مین یہ بات نہ کہین گے۔ بلکہ یہ بات اسوقت کہتے ہین جبکہ وہ مرتے ہین اور مرقع کی اس عبارت کی بجائے کہ " قیامت مین کفار کہین گے کہ ہم تو قبرون مین یا دنیا مین ایک آدھ گھڑی ٹہیرے ہین۔" لکھتے ہین۔

"کسی شخص کا یہ خیال کہ اس آیت مین کفار کے دنیا مین ٹہیرنیکا ذکر ہے درست نہین۔ بلکہ اس آیت مین تو کفار کے دنیا مین ٹہیرنیکا اشارہ تک نہین" مرقع اور تفسیر کے بیان مین جو اختلاف ہے اس سے ظاہر ہے۔

مطلب بعید — ثناء اللہ نے اپنے اس غلط دعوے کو ثابت کرنے کو ہے کہ زمانہ بعثت بہت ہی قلیل عرصہ ہے اس کے علاوہ مرقع کے صفحہ۶ پر ایک بہت ہی بے معنے تقریر لکھی ہے اسکا دو حرفہ جواب اسی کی تقریر کو ملحوظ رکھکر یہ دیتا ہون۔

جواب — تمہارے اس تقریر کا مکمل جواب تو تشحیذ نمبر ۱ مین موجود ہے ہان۔ اگر بعثت مصدر ہے اور اسکو وقوع کا جو ظرف ہے

تمہارے نزدیک اسی قدر زمانہ بعثت ہے تو بتاؤ کہ قیامت کے بچاس ہزار برس کو یوم البعث کہنے کی کیا وجہ ہے۔ سنو۔ جس طرح زمانہ خلافت وزمانہ حکومت وہ تمام عرصہ ہوتا ہے جب تک حاکم یا خلیفہ بوصفِ حکومت وخلافت متصف ہوتا ہے اسی طرح وصف بعثت سے متصف نبی کا سارا عرصہ اسکی بعثت کا زمانہ کہلاتا ہے۔ پھر اگر تم تشحیذ نمبر ۱ صفحہ ۶ کی اس عبارت کو ''جبکہ بعثت کا لفظ ایام نبوت کے ابتداء و انتہاء اور کل زمانہ نبوی پر بھی اطلاق پا سکتا ہے'' بغور پڑھ لیتے تو تمہیں اس سوال کی بھی حاجت نہ پڑتی ''کہ جس وقت آنحضرت ؐ پر پہلی دفعہ وحی نازل ہوئی تھی تو کیا آپ اس وقت مبعوث نہ بنے تھے'' اور سنو تم نے آپنے ایک جھوٹ کو ثابت کرنے کے اثناء مین مرقع صفحہ ۸ پر اور کتنے جھوٹ بولے ہین۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

ثناء اللہ کے اختراعی کذبات عشرہ

جھوٹ نمبر ۱۔ یہ کہ بَعث کیطرح بِعثت بھی مصدر ہے۔

" نمبر ۲ " بعثت کے معنے پیدا کرنے کے ہین۔

" نمبر ۳ " بعثت کا اثر کبھی ذات پر ہوتا ہے اور کبھی صفات پر

" نمبر ۴ " حضرت مسیح مین وصف ماموریت نئے سر سے پیدا کر کے ان کو دنیا مین بھیجا جاوے گا۔

" نمبر ۵ " رسالت اور چیز ہے اور مامور ہونا اور چیز ہے۔

ف ۱۔ ایڈیٹر مرقع کا خیال ہے کہ آنحضرت صلعم ابتدا مین جبکہ آپ نے دعوے نبوت

جھوٹ نمبر ۶ یہ کہ آنحضرت شروع نبوت مین مامور نہ تھے۔

" نمبر ۷ یہ کسی شخص کا مامور ہونا ختم نبوت کے منافی نہین بلکہ آنحضرت کے بعد صرف رسالت کا دعوے کرنا ختم نبوت کے منافی ہے (یہ الزام تمہارے مسلمات پر ہے)

" نمبر ۸ یہ کہ مرقع صفحہ ۱ سطر ۲ مین تو یہ لکھا کہ زمانہ بعثت وہ ہے جس مین کوئی نبی مامور ہو کر خلق خدا کیطرف آئے۔ اور صفحہ ۰ کی سطر ۱۳ اور ۱۶ مین یہ ثابت کرکے کہ بعثت اور رسالت ایک ہی چیز ہے صفحہ کی سطر ۵ اور ۶ مین یہ لکھ دیا ہے کہ رسالت اور ماموریت دو جدا جدا چیزین ہین۔

نمبر ۹ یہ کہ آنحضرت صلعم کی نبوت کے ابتدائی تین سال تک صرف آنحضرت کی رسالت تھی صفحہ سطر ۔

بقیہ حاشیہ کیا تھا رسول تھے اور مامور نہ تھے پھر جبکہ آپ نے تین سال فترة الوحی کے بعد تبلیغ شروع کی تھی۔ تو آپ مامور ہوئے اور رسالت گذر گئی باقی جس قدر زمانہ نبوت کا گذرا اس مین آپ مامور تھے۔ نہ رسول۔ ایڈیٹر مرقع کا یہ خیال کیسا گندہ اور بے بنیاد اور اسلامی شریعت کے کسقدر منافی ہے۔ اسکا اندازہ اہل علم لگالین۔ ایڈیٹر مرقع کے خیال کے مطابق قرآن کریم مین آنحضرت صلعم کو جہان جہان رسول کے لفظ سے پکارا گیا ہے اور احادیث مین جہان جہان قال رسول اللہ صلعم کرکے بیان کیا گیا ہے اور نیز آنحضرت صلعم

جھوٹ نمبر ۱۰ یہ کہ حضرت مسیح میں جو وصف ماموریت پہلے تھا وہ مسلوب ہو گیا ہے اب جبکہ دنیا میں تشریف لائیں گے ماموریت کا وصف نئے سرے سے کہ ان میں پیدا کر کے دنیا میں بھیجا جاوے گا۔ تلک عشرۃ کاملۃ

ثناء اللہ کی نافہمی

مرقع وسمبر کے اوہام کی تعدید اور اس بات کے بیّن طور پر ثابت کرنے کو بعد کہ فترت کے بعد جسقدر زمانہ رسالت اور نبوت و وحی کا ہوتا ہے وہ سارے کا سارا بدء الوحی سے لیکر حضرت الموت تک بعثت کا زمانہ کہلاتا ہے (دیکھو صفحہ ۱۷) رسالت اور نبوت کے زمانہ کو بعثت کا زمانہ کہنے کے متعلق مینے تشحیذ صفحہ ۱۰ پر ایک علمی نکتہ یہ لکھا تھا کہ جسطرح قیامت کے دن کو اسوجہ سے کہ اس دن قبروں کے اموات میں روحین عود کر آئیں گی۔ یوم البعث کہتے ہیں اسی طرح سارے زمانہ نبوت و رسالت کو عربی زبان کے علم الاشتقاق کی رو سے بعثت کا زمانہ کہنا ثابت ہوتا ہے کیونکہ اسمیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نفوس رسالت و نبوت کے ذریعہ دوبارہ روحانی زندگی کے اموات کو از سر نو قیامت کیطرح زندہ کر کے قبروں سے نکالا جاتا ہے۔ اس نکتہ کو نہ سمجھکر مرقع صفحہ ۹ پر ثناء اللہ نے ایک غیر متعلق تقریر لکھی ہے جس کے جواب میں ثنا کہنا کافی ہے۔ ع سخن شناس نۂ خطا اینجاست

ایک اور اختلاف اور ثناء اللہ کی جہالت

ہاں مرقع صفحہ ۹ و ۱۰ پر کئی آیتیں لکھکر تم نے انکا کیا ہے۔ کہ بعثت کے معنے لغت عرب میں مردوں کو

بقیہ حاشیہ متعلقہ صفحہ گذشتہ تبلیغ میں جو یہ لکھا تھا من محمد عبدہ و رسولہ یہ سب کچھ غلط ہے اسمیں ذرا بھی صحت نہیں عیاذاً باللہ۔ منہ

زندہ کرنے اور مر کر زندہ ہونے کے نہیں ہیں۔ حالانکہ مرقع صـ۹ سطر ۲ میں آیت
نبعث من فی القبور کے معنے تم نے خود یہ لکھے ہیں۔ ہم مردوں کو زندہ کریں گے
گو یہ سچ ہے کہ بعث کے لفظ کا استعمال لغتہً مر کر زندہ ہونے اور زندہ کرنے میں
منحصر نہیں پر اس سے بڑھکر تمہاری جہالت کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ ہمارے
مقابلہ میں آکر تم قطعًا ان معنے کا مرقع صفحہ ۹۔۱۰ پر انکار شایع کرتے ہیں۔

آن اور زمانہ میں فرق

دوسری اور جہالت یہ کہ اس معنے کے انکار پر آیت
ھو الذی بعث فی الامیین پیش کرتے
ہو۔ ثنا ءاللہ نے مرقع و سمبر میں یہ بھی لکھا تھا۔ کہ بعثت کا زمانہ فقط اس قدر ہوتا ہے جس
میں نبی کو پہلی وحی کے ذریعہ یہ اطلاع ملتی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ آپ کو مامور کرتا ہے
تردیدًا۔ تشحیذ نمبر ۱۱ صـ۱ پر میں نے دکھایا تھا۔ کہ عربی زبان میں اس قدر قلیل اور موہوم
وقت کے لئے لفظ آن وضع ہے اور ایسے مفہوم کے لئے حقیقتہً زمانہ کا لفظ استعمال
نہیں ہوتا۔ اس پر آپ مرقع صـ۱ پر رقمطراز ہیں۔ کہ

"چونکہ یہ فرق فلسفی ہے اور عرف عام میں یہ فرق کوئی نہیں کرتا۔ اس لئے میں
اس کو تسلیم نہیں کرتا۔" حالانکہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔

اول تو اس لئے کہ میں نے آن کے متعلق جو کچھ تشحیذ صفحہ ۱ پر لکھا تھا۔
لغت عرب کے رو سے بیان کیا ہے۔
دوسرے یہ کہ آن کا یہ فرق فلسفی بھی ہو تو یہ کوئی انکار کی وجہ نہیں ہو سکتا
تیسرے یہ کہ تم نے خود اسی بحث کے متعلق مرقع صـ۱ پر زمانہ کے جو معنے بیان

کئے ہیں فلسفی طریق پر لکھی ہیں۔

لاتسلم کا علاج

سچ اور حقیقت وہی ہے جو حل چیستان میں دکھائی گئی ہو البتہ لاتسلم کا علاج یہان نہین ہے۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ عدالت مین چلکر فیصلہ ہوگا۔

ثناءاللہ کا دعویٰ کہ مُغیّا میں غایت داخل نہین ہوتی

اس امر کو تسلیم کر لینے کے بعد کہ زمانہ بعثت کے کلمہ مین تمام زمانہ نبوت و رسالت شامل ہے۔ آپ نے ایسی کئی مثالین محنت شاقہ سے جمع کرکے مرقع صفحہ ۱ پر درج کی تہین جنسے یہ ثابت کرنے کی لاحاصل سعی کی تہی۔ کہ کسی چیز کی جو غایت اور نہایت ہوتی ہے وہ اس چیز مین داخل نہیں ہوتی۔ مدعا اس سے یہ تہا۔ کہ عوام کے ذہن مین یہ بات جم جاوے کہ گو یہ بات درست اور بجا ہے کہ زمانہ بعثت کا کلمہ تمام زمانہ نبوت و رسالت کو شامل ہے تاہم اسوجہ سے کہ مرزا صاحب نے عبارت ازالہ صد ۳۱ مین زمانہ بعثت کو پہلے زمانہ کی غایت اور نہایت ٹہرایا ہے۔ ۴۰، ۴۲ برس کے حساب مین زمانہ بعثت کے تیئس سال داخل نہین ہو سکتے گو عوام کالانعام بل ہم اضل کی نظر مین اس بات کے کہدینے سے کہ غایات ہمیشہ اپنے مغیا سے خارج ہوتی ہیں۔ ایڈیٹر مرقع کے دعویٰ ر[illegible]یت پر کوئی بٹہ نہین لگتا تہا۔ مگر شکر ہے کہ اہل علم کی تحریر

ثناءاللہ کا اقرار کہ غایت مُغیّا میں داخل ہوتی ہے

سے ڈر کر صفحہ ۱ کے تمام دعویٰ کو کہ غایات ہمیشہ مغیا سے خارج ہوتی ہیں اور اس انکار کو کہ غایات مغیا مین کبہی داخل نہین ہوتی۔ مرقع صفحہ ۱۱ پر آکر خود رد کر دیا۔ اور کہلے لفظون مین یہ اقرار

لکھدیا کہ غایت کا مُغیا سے خارج ہونا لازمی نہین بلکہ غایت کے مغیا سے خارج ہونے کی وہی صورت ہے جہان غایت کا مغیا مین داخل ہونا ممکن اور مراد ہو

چلو چھٹی ہوئی۔کیون! اس لئے کہ حضرت مرزا صاحب کی تحریرون سے اور علمی رنگ سے ہم نے حل چیستان مین بوضاحت تام ثابت کر دیا ہے کہ مرزا صاحب ۰۴ ،۴۱ برس کے حساب مین زمانہ بعثت کو شامل رکھتے ہین

یاد رکھو مرزا صاحب کی اس قدر تحریرون کے ہوتے ہوئے غیر ممکن ہے۔کہ ایڈیٹر مرقع کا یہ دجل کارگر ہو ایڈیٹر مرقع نے چونکہ فروری و مارچ کے دونون پرچے اکٹھے شایع کرکے دو ٹکڑون مین حل چیستان کے متعلقہ مضمون کو لکھا ہے اس لئے مین فروری کے پرچہ کا جواب ختم کرنے سے پہلے اور مارچ کے پرچہ پر نظر ڈالنے سے پیشتر یہان ایک استفسار رکھتا ہون۔جس کا تعلق مرقع کے صفحہ ۱۱ و ۷ سے ہے۔امید کہ ایڈیٹر مرقع اسکا جواب دینگے۔

استفسار متعلق مضمون مرقع صفحہ ۱۱ و ۷

یہ سچ ہے کہ فصل ولادت مین فاعلہ آپ کی والدہ تہی اور آپ مولود مفعول۔ اور یہ بہی درست ہو کہ آپ کی ولادت کا وقت درحقیقت اسی قدر تہا جس مین آپ بطن مادر سے باہر آگئے پر اگر اس خیال سے کہ آپ تیرہوین صدی مین پیدا ہوئے کوئی یہ کہو کہ آپ کی ولادت تیرہوین صدی مین ہوئی تو بتائیے صحیح ہے۔یا غلط۔ ۲۔اس مثال مین بتائیے کہ ان زمانہ نبوت سے لیکر زمانہ خلافت تک امن تہا۔ اور اس مثال مین کہ پاؤن سے لیکر سر تک شرارت

کا پتلا ہے۔" غایت مُنیٰ مین داخل ہے۔ یا خارج۔

قطعی طور پر ثابت ہے کہ ۴۷، ۴۸ برس کی حساب مین تیئس سال نبوت کے داخل ہین

ناظرین[1] نے اندازہ کر لیا ہوگا۔ کہ ایڈیٹر مرقع[2] اس حصہ مین کیا بیان کرین گے۔ یہ واقعہ تو آپ سب صاحبان کے ذہن نشین ہوگا۔ کہ ۴۷، ۴۸ برس کے حساب مین آنحضرت صلعم کی نبوت کے تیئس سال داخل ہین۔ جس صراحت و وضاحت کے ساتھہ مین نے حضرت امام کی تالیفات سے بدلائل یہ بات حق چیتان مین لکھی ہے اس مین کسی کو تامل نہین ہوسکتا۔ باوجودیکہ مین نے کافی سے بڑھ کر بحث اس امر کے ظاہر کرنے مین کی تہی۔ کہ حضرت امام کی تالیفات سے یہ امر علاوہ علمی تحقیقات کے بپایۂ ثبوت پہنچ چکا ہے۔ کہ آپ نے اس فقرہ زمانہ بعثت تک مین ۴۷، ۴۸ برس کے حساب مین تمام زمانہ نبوت کو شامل رکہا ہے۔ پہر بہی مرقع کے ناخدا ترس ایڈیٹر نے مرقع کی ابتدائی سطرون اور اسمقام پر مجہپر یہ الزام لگایا ہے۔ کہ گویا مین نے اپنے علمی زور سے یہ بات ثابت کی ہے کہ زمانہ نبوت کے تیئس سال ۴۷، ۴۸ برس کے حساب مین داخل ہین۔ حالانکہ جابجا مین نے مرزا صاحب کی تالیفات کے حوالے دیکر اس بات کو ثابت کیا تہا۔ جن لوگون نے حق چیتان کو بغور پڑہا ہے۔ وہ شہادت دیسکتے ہین۔ کہ آیا مین نے اس مین کوئی تصنع یا بناوٹ کی ہے؟

اور بجز حضرت امام ہمام کی تصریحات کی نقل کے مین نے اس مین اپنا کچہہ دخل دیا ہے؟ یہ ایڈیٹر مرقع کی بیحیائی اور شرارت ہے کہ باوجود حضرت مرزا صاحب

[1] مرقع کے مارچ کے حصہ کا جواب یہان سے شروع ہوتا ہے۔ منہ

کی اسقدر تصریحات کے پربہی آپ کے کلام مین تحریف سے باز نہین آتا۔ حل
چیستان مین یکن نے بار بار اسبات کا ذکر کیا ہے کہ حضرت نے چار ہزار سات
سو چالیس برس مین نبوت کے تیئس سال داخل کئے ہین۔ مگر مرتع کا ایڈیٹر ہر
کہ پہر بہی انکار کئے جاتا ہے اور اپنی ضد سے باز نہین آتا۔ اگر اس مین کچھ بہی حیا
کا مادہ ہوتا۔ تو رسالہ تحفہ گولڑویہ کا جو کہ ۱۳۱۹ہجری مین شایع ہوا تہا صفحہ ۹۳ پڑھکر
اپنی غلطی کا صاف لفظون مین اعتراف کرتا۔ کیا مرقع کا ایڈیٹر بالکل اندہا ہوگیا ہے کہ
اسکو رسالہ مذکور کے صفحہ ۹۳-۹۴ کی یہ عبارت نظر نہین آتی۔ حضرت مرزا صاحب
لکہتے ہین۔ ،، خداتعالے نے مجہو ایک کشف کے ذریعہ سے اطلاع دی کہ سورۃ العصر
کے اعداد سے بحساب ابجد معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے آنحضرت صلعم کے
مبارک عصر تک جو عہد نبوت ہے یعنی تیئس برس کا تمام و کمال زمانہ یہ کل مدت گذشتہ زمانہ کی ساتھ
ملاکر ۴۷۳۹ برس ابتداے دنیا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

ف۱ ثناءاللہ کیطرح عقل سے کورا کوئی نادان یہ خیال نہ کرے کہ چالیس اور انتالیس
کے عدد سے اصل اعداد حساب مین کچھ فرق آگیا ہے۔ یہ فرق محاورات زبان
کے ماتحت ہر زبان مین موجود ہے۔ آنحضرت صلعم کی عمر ۶۰ و ۶۲ و ۶۳ و ۶۱ متعدد
سنون مین بیان کی گئی ہے۔ اسی طرح ہجرت اور اقامت مکہ کے ایام کے متعلق
احادیث مین تعدد ہے۔ اس کی کئی وجہین ہین۔ حساب مین ایک تو کسور کا شمار نہین
کرتے دوسرے بعض اوقات ابتدائی اور اخری سن کو داخل نہین کرتے۔ اور بعض

روز وفات ؁۱۹۰۸ء تک قمری حساب سے ہین؟

کیون مرقع کے ایڈیٹر تم آئندہ بھی کچھ لکھو گے۔ سنو آج تک تمہارا تعاقب ہماری جماعت کے کسی شخص نے نہین کیا تھا۔ والا تم اس قدر بد لگامی اختیار نہ کرتے۔ آیندہ کے لئے خوب یاد رکھو۔ کہ اللہ تعالے کی توفیق سے ہم تمہارے دجل کو ظاہر کرنے کے لئے مستعد ہون۔ انشاء اللہ۔

الف ششم مین مبعوث ہونیکا مطلب

مرقع کے ایڈیٹر نے صفحہ ۲۰-۲۱ و ۴ تا ۷، مین چیستان صفحہ ۶ کے اصل سوال کا جواب حل چیستان صفحہ ۹ و ۱۰ مین پڑہنے سے مطمئن ہوکر ایک نئی بحث شروع کی ہے جسکا تعلق چیستان سے نہین۔ اس نئی بحث کا جسکا اصل چیستان مین کوئی ذکر نہ تھا۔ یہ خلاصہ ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۸۰ اور حاشیہ خطبہ صفحہ ۰ مین لکھتے ہین۔ کہ مین چھٹے ہزار مین مبعوث ہوا ہون۔ اور بعض دیگر مقامات پر جیسے کہ حل چیستان کے صفحہ ۱۰ پر تم نے تسلیم کیا ہے۔ چھٹے ہزار مین مبعوث ہونیکے بجائے یہ لکھا ہے کہ مین ساتوین ہزار مین مامور ہوا ہون۔ مرقع کے سمجھدار ایڈیٹر اپنے ذہن مین ان دونون

بقیہ حاشیہ۔ وقت اس کے برعکس ابتدائی اور آخری سن کو شمار کر لیتے ہین۔ اور بعض اوقات صرف آخری یا ابتدائی سن کو لے لیتے ہین۔ کسور کے شامل کرنے اور بعض اوقات شامل نہ کرنے سے بعض غبی الطبع وہم کہ مین پڑین۔ تو یہ انکی سؤ سمجھ حماقت ہے۔ منہ

۵۲ ذرا مہربانی کر کے ناظرین حل چیستان صفحہ ۱۵ کے دقیقہ کو پھر غور پڑھکر حظ اوٹھاوین منہ

باتون مین اختلاف خیال کر کے ہم سے اسکا جواب چاہتے ہین۔ سو وہ کان کہولکر سنین
اول خطبہ کے ان مقامات پر لفظ بعث آیا ہے جسکے معنے تم نے رقعہ صفحہ ۷ سطر ۱۳ و
صفحہ ۸ سطر ۱ و صفحہ ۶ سطر ۱۳ - پر لکھے ہین۔ بعثت اور بعث ایک ہین۔ ان کے معنے پیدا کرنے
کے ہین۔ اور استشہاد مین تم نے آیت ھوالذی بعث فی الامیین رسولا۔
پیش کر کے یہ ترجمہ بہی لکہا ہے "خدا نے عربون مین رسول پیدا کیا" پس بموجب امر
مسلمہ آنجناب کے خطبہ کی ان عبارات کے یہ معنے ہوئے۔ کہ خدا تعالے نے چھٹے ہزار
مین حضرت مسیح موعودؑ کو پیدا کیا۔"

اور یہ ظاہر ہے۔ کہ ہمکو اس سے کوئی انکار نہین۔ بیشک حضرت مسیح موعود چھٹے
ہزار مین پیدا ہوئے ہین۔ بلکہ حل چیستان کے صفحہ ۸ و ۹ و ۱۰ پر ہم نے تمہارے اس
بیان سے پیشتر خود اس امر کے متعلق کہ حضرت مرزا صاحب الف ششم یعنی چھٹے ہزار
مین پیدا ہوئے ہین۔ اسقدر مفصل بحث لکہی ہے کہ اس سے زیادہ ممکن نہین۔ مگر
چھٹے ہزار مین پیدا ہونے اور الف ہفتم مین مامور ہونے کے بیان پر تو کوئی اعتراض
نہین تہا۔ نہ معلوم تم نے پہر دوبارہ کیون یہ بحث چھیڑی ہے جبکہ حل چیستان کے
صفحہ ۱۰ پر اس کے متعلق ہم تفصیل سے لکھ چکے ہین۔ شاید تم پہر اس مغالطہ کو پیش کرنا
چاہتے ہو جسکے متعلق حل چیستان صفحہ ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ - پر مفصل بحث ہو چکی ہے۔ یاد رکہو
ہم تمہاری ان چالبازیون اور دہوکا دہیون کو خوب سمجھتے ہین۔ نادان تم نے بعث
کے معنے جب خود پیدا کرنے کے لئے ہین۔ تو تمہین مناسب تہا۔ کہ اس پر
اعتراض کرتے۔ پہر علاوہ اس کے کہ اپنی تالیفات مین حضرت امام نے سیکڑون

مقامات پر یہ لکھا ہے۔ کہ مین الف ششم مین پیدا ہوا ہون[۵۱]۔ اسی خطبہ کے حاشیہ صفحہ ۲ سطر ۲۶، ۲۷ و ۲۸ پر یہ عبارت "خلقنی اللہ فی آخر الالف السادس اور صفحہ ۵ سطر ۴ مین یہ عبارت "ثم ان ادم خلق فی الیوم السادس وکذالک المسیح الموعود خلق فی الالف السادس" اور حاشیہ صفحہ ۹ سطر ۱ مین یہ عبارت "ما علموا انی ولدت فی الالف السادس موجود ہے۔ نہ معلوم تم کیسے ناعاقبت اندیش ہو۔ کہ حضرت مرزا کی بیان کردہ مرادات کے خلاف خود ہی ایک مطلب کو اختراع کرکے ان کی ذات والا کیطرف منسوب کرتے ہو اور پیران کے تصریحات کو اس کے محاذات مین لکھکر عوام پر اشتباہ ڈالتے ہو کہ یہ اختلاف حضرت مرزا صاحب کے ہین۔ لعنت ہے تمہاری اس بے ایمانی پر جس کے حکم سے تم خدا سے نڈر ہوکر مرقع کے ذریعہ سے امتونکو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہو

جواب دوم۔ اسی رسالہ کے صفحہ ۵ پر مین ایک نوٹ لکھ چکا ہون۔ کہ جن بعض مقامات پر حضرت نے یہ فرمایا ہے۔ کہ مین الف ششم مین مبعوث ہوا ہون[۵۲] اگر اس کے معنے مامور ہونے کے لئے بھی لئے جائین)۔ تو اس کے متعلق اپنے تصریح فرمائی ہے کہ اسکی بنیاد شمسی اور قمری حساب کے فرق پر ہے۔ نہ معلوم تراوڑی کے دجال کالنے

۵۱ ۔ "چیستان کے حوالہ جات کے علاوہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۰۶ ، ۱۰۷ و ۲۱۱ بھی دیکھو"

۵۲ ۔ مبعوث کے معنے پر اعتراض کرنے کے لئے ایڈیٹر مرقع نے صفحہ ۲ سطر ۱۶ مین مبعوث یعنی مامور ہو نا معنے لکھکر بتا یا ہے۔ کہ اس کے معنے ہمیشہ مامور ہونیکے تو نہین پر اعتراض کی خاطر یہی معنے لیتا ہون۔ منہ

اور امرتسر کے سالم دجال نے ایک مصنف کی اپنی تصریحات کے خلاف کسی ذو المعارف عبارت کے ایسے معنے اخذ کرنیکا طریق جو سراسر اس کے منشاء کے خلاف ہو اسلام کے بیرونی کسی سخت دشمن سے سیکھا ہے۔ اللھم اھلکھم وعذبھم ھذا ناشش ہیں۔

پھر مین کہتا ہون کہ خطبہ الہامیہ کی عبارت منقولہ مین تو اسبات کا کوئی ذکر نہین۔ کہ آپ الف ششم مین مامور ہوئے ہین۔ تاکہ ہم یہ دوسرا جواب دین وہان تو صرف بعث کا لفظ ہے۔ جس کے معنے ایڈیٹر مرقع نے خود پیدا کرنے کے تسلیم کئے ہین۔ مین اپنے ناظرین کے فایدہ کے لئے ایک اور بات بھی بیان بیان کرتا ہون۔ گو ایڈیٹر مرقع کے سوال سے اسکو تعلق نہین۔ تاہم اسکا ذکر بیان مناسب معلوم ہوتا ہے! اور وہ یہ ہے کہ حضرت امام ہمام نے تحفہ گولڑویہ صد ۹۲ مین بیان فرمایا ہے۔ کہ آخری صدی کا یا مثلاً آخری ہزار کا۔ اس صدی یا ہزار کا سر کہلاتا ہے جو اس کے بعد شروع ہونیوالا ہے! ور اس کے ساتھ پیوستہ ہے۔ اس لئے یہ محاورہ ہر ایک قوم کا ہے کہ مثلاً وہ کسی صدی کے آخری حصہ کو جس پر گویا صدی ختم ہونے کے حکم مین ہے۔ دوسری صدی پر جو اس کے بعد شروع ہونیوالی ہے اطلاق کر دیتے ہین مثلاً کہدیتے ہین۔ کہ فلان مجدد بارہوین صدی کے سر پر ظاہر ہوا تھا گو وہ گیارہوین صدی کے اخیر پر ظاہر ہوا یعنی گیارہوین صدی کے چند سال رہتے اس نے ظہور کیا ہو۔

کلمہ آئیگا ایڈیٹر مرقع کے مغالطہ کا جواب	مرقع کے ایڈیٹر نے مرقع بابت دسمبر

کے صفحہ ۸ پر ازالہ صفحہ ۶۷۵ کی عبارت نقل کر کے دعویٰ کیا تہا۔ کہ اس مین حضرت مرزا صاحب ۱۲۷۴ھ ہجری کو اپنا زمانہ ماموریت ظاہر فرماتے ہین۔ مین نے حل چیستان کے صفحہ ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ - مین بڑی تفصیل سے لکہا ہے کہ ایڈیٹر مرقع کا یہ دعویٰ کہ ازالہ کی عبارت صفحہ ۶۷۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب ۱۲۷۴ھ ہجری مین مامور ہوکر آئے ہین۔ سراسر بے بنیاد ہے۔ بلکہ ازالہ کی اسی عبارت کا لفظ لفظ اس دعویٰ کی تردید کر رہا ہے۔ اسپر چاہیئے یہ تہا۔ کہ مرقع کا بہلا مانس ازالہ کی عبارت منقولہ سے اپنے دعویٰ کو ثابت کر کے دکہلاتا۔ مگر اس امر کے تسلیم کرنے کے بعد کہ مرقع ص ۸ پر جود ہوکا اس نے دیا تہا۔ اس مین اس نے نجاست خوری کی تہی۔ اب اصل مقصود سے کنارہ کرتا ہوا مرقع کے ناظرین کی آنکہون مین دہول ڈالنے کیلئے ازالہ کے صفحہ ۶۷۵ کی اصل عبارت ہجوت عنہا نظرانداز کر کے ازالہ صفحہ ۶۷۵ کی یہ عبارت مرقع صفحہ ۴۲ پر لکہتا ہے۔

"و حدیثون مین یہ بات بوضاحت لکہی گیی ہے کہ مسیح موعود اس وقت دنیا مین آئیگا۔ کہ جب علم قرآن زمین سے اُٹھہ جائیگا اور جہل شیوع پا جائیگا اور یہ وہی زمانہ ہے جسکی طرف ایک حدیث مین اشارہ ہے لوکان الایمان معلقا بالثریا لناله رجل من فارس۔ یہ وہ زمانہ ہے جو اس عاجز پر کشفی طور پر ظاہر ہوا جو کمال طغیان اسکا اس سن ہجری مین شروع ہوگا۔ جو آیت انا علی ذہاب بہ لقادرون مین بحساب جمل مخفی ہے یعنی ۱۲۷۴ھ ہجری" اس عبارت کا ایک ایک لفظ ہمارے

مؤیّدا ور ایڈیٹر مرقع کے مدعا کے منافی ہے نہ معلوم ایڈیٹر مرقع نے اس عبارت کو کس غرض سے نقل کیا ہے۔

خدا کے لیے ایڈیٹر مرقع اپنے دماغ کا علاج کرائیں ورنہ خوف ہے کہ اسلام کے مخالفون کی تردید کرتے ہوئے کہین اسلام پر بیجا حملے کر کے دشمنون کو ہنسی کا موقع دین۔ سنو نادان شاید تم نے

اس عبارت مین جو لفظ آئیگا ہے اسکا یہ مطلب سمجھا ہے کہ مسیح موعود ۱۲۷۵ھ مین مامور ہو کر آئیگا۔ حالانکہ مین حل چیستان کے صفحہ ۷، ۸ و ۹ مین تمہارے اس مغالطہ پر پوری بحث کر چکا ہون۔ پھر نہ معلوم تم نے دوبارہ اس مغالطہ کو کیون پیش کیا ہے۔ تف ہے تمہارے اس دعوۂ فضیلت پر۔ اس

دادا گود کھڈایا۔

کے آخر مین ایڈیٹر مرقع نے یہ ایک پنجابی مصرع تمسخر کیطور پر لکھا ہے ع۔ اسی آدم تہین آگے ہوئے تے دادا گود کھڈایا کو غیر متعلق ہے۔ پھر دل چاہتا ہے کہ اس پر ایڈیٹر مرقع سے پوچھین کہ حضرت کنت نبیا و آدم بین الماء والطین کے ارشاد نبوی کی تشریح کر کے بتائے کہ اسکا نشانہ کون ہے۔

چودہ سو کے قریب

دسمبر کے مرقع صفحہ ۲۰ پر چیستان کے لکھنے والیکا ایک آخری مغالطہ یہ بہی تہا۔ کہ ازالہ صفحہ ۶۹۳ کی عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود کو سنہ ۱۲۱ ہجری مین آنا چاہیئے۔ اسکا مفصل اور نہایت معقول و مدلل جواب حل چیستان کے صفحہ ۳ تا ۱۶ مین دیا گیا ہے۔ بسی اعتراض

کو مرقع صفحہ ۲۸ تا ۳۲ مین پہر دوبارہ دہرایا گیا ہے اس کے جواب مین مرقع کے ناہم ایڈیٹر کو یاد رکہنا چاہیئے۔

کہ جب تم خود تسلیم کرتے ہو کہ مرزا صاحب کا یہ دعوےٰ نہین کہ مین چودہ سو برس کے بعد آیا ہون۔ بلکہ تم نے مرقع صؔ۲۹ سطر ۱۵-۱۶ مین مرزا صاحب کی عبارت ازالہ کی نقل کرنے کے بعد خود نمبر ۲ مین لکہا ہے "کہ آنحضرتؐ اور مسیح موعود کا درمیانی زمانہ حضرت موسیٰ اور حضرت مسیح کے درمیانی زمانہ کے قریب قریب ہونا اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے" تو پہر بتاؤ کہ چیستان کا دعوےٰ وہ کہ مرزا صاحب کی اس عبارت کا یہ مطلب ہی کہ مسیح موعود آنحضرتؐ کے چودہ سو سال بعد آئیگا" باطل ہوا یا نہین۔

تمہارا اپنا یہ خیال کہ مرزا صاحب اگر مسیح موعود ہین۔ تو ان کو چودہ سو برس پورے گزار کر آنا چاہیئے تہا۔ اس کے ہم ذمہ وار نہین ہان مرزا صاحب کو جس بات کا دعوےٰ ہے اسپر بیشک ہمارا ایمان ہے۔ اگر اسپر تمہارا کوئی اعتراض ہو تو پیش کرو۔ بعض عبارتون مین تمہارا یہ لکہنا کہ مرزا صاحب نے یہ لکہا ہے۔ کہ مسیح موعود چودہ سو برس پورے کر کے آنحضرتؐ کے بعد مامور ہوگا۔ بالکل بہتان ہے۔ احمق تم نے ازالہ ۶۹۲ کی عبارت خود دسمبر اور مارچ کے اس مرقع مین نقل کر کے مانا ہے کہ مرزا صاحب لکہتے ہین۔ کہ مین آنحضرت کے بعد اس زمانہ کے قریب قریب زمانہ مین آیا ہون جو

ایڈیٹر مرقع کی ناہمی

حضرت مسیحؑ اور حضرت موسیٰ کے مابین تہا۔ جاہل تمہین اتنی بات کی بہی خبر نہین۔ کہ جب مرزا صاحب

یہ سب باتین کہتے ہین - توکیا قریب قریب کے لفظ کے معنے یہ ہوئے - کہ پورے چودہ سو برس گزار کر مسیح موعود آتے - نادان! شاید تم خیال کرتے ہو - کہ کسی عدد کا دوسرے عدد کے قریب قریب ہونیکا یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ دونون عدد مساوی ہین - افسوس اور حیف ہے تمہارے شیر پنجاب کہلانے پر -

مرقع کے ان صفحات پر تم نے جو یہ زور لگایا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت موسیٰ کا درمیانی فاصلہ ۱۴۰۰ برس تھا - بالکل غیر متعلق ہے ہمکو نہ اس سے انکار تھا - اور نہ یہ کوئی مبحوث عنہ بات تھی - ہم نے تو حل چیستان مین اس دعویٰ کا ابطال کرنا تھا - جو تم نے دسمبر کے مرقع صفحہ ۹ پر کیا تھا - کہ حضرت مرزا صاحب نے چودہ برس بعد آنحضرت ؐ کے مسیح موعود کا آنا لکھا ہے - سو وہ ہم نے محض خدا کے فضل سے بالکل اوجوہ باطل کرکے دکھایا تھا - اور لکھا تھا کہ ازالہ کی عبارت مین یہ ہرگز نہین - کہ مسیح محمدی صلعم - مسیح موسوی علیہ السلام کیطرح پورے چودہ سو برس گذار کر آویگا - بلکہ اس عبارت کا منشا تو یہ ہے کہ اس قدر مدت گذار کر تو نہین آئیگا البتہ اس مدت کے قریب قریب مدت گذار کر آوے گا - سو الحمد للہ کہ اس کے مطابق ہمارا مسیح پورے ۱۳۰۰ مین آیا -

سو پہلے چیستان کے دعویٰ کے باطل ہو جانیکے بعد اب اگر تمکو یہ شک دامن گیر ہوا ہے - کہ تیرہوین صدی کو اور چودھوین صدی - کو قریب قریب نہین کہہ سکتے - تو اس کا جواب تم بیشک پوچھ سکتے ہو -

ہمارا دعویٰ ہمارا یہ دعوےٰ ہے - کہ تیرہوین صدی کو چودھوین صدی کے

قریب قریب کہہ سکتے ہین! وریہ کہ جو عدد قریب قریب ہون۔ انکو مساوی نہین کہہ سکتے اوریہ کہ مشابہت قلیل فرق کو چاہتی ہے۔

سواس کی دلیل اپنے مرقع مین جسکو ہم اس جگہ نقل کرتے ہین۔ بغور پڑہو۔ ناظرین اس مین تو نہ ہمکو شک ہے اور نہ ایڈیٹر مرقع کو۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنی سینکڑون تالیفات مین یہ ذکر فرمایا ہے کہ اس قدر مدت کے بعد تو جسقدر کہ حضرت مسیح علیہ السلام حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کے چودہ برس کے بعد تشریف لائے تھے۔ مین نہین آیا ہوں البتہ اس فاصلہ کے قریب قریب مدت گذار کر آنحضرت کے بعد مین ضرور آیا ہون۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح چودہ صدیان گذار کر تشریف لائے اور مین بعد آنحضرت ہ تیرہ صدیان پوری کرکے مامور ہوا ہون۔ جیسے یہ امر ہمکو تسلیم ہے اسیطرح انکو ایڈیٹر مرقع کو حیرت ہے تو یہ کہ جب مرزا صاحب تیرہ صدیان گذار کر مبعوث ہوئے ہین۔ اور حضرت مسیح چودہ صدیان۔ تو یہ مرزا صاحب کس طرح لکہتے ہین۔ کہ تیرہ صدئین چودہ صدیون کے قریب قریب ہین۔ اس حیرت اور تعجب سے کہ مرزا صاحب پورے سو سال کے فرق کے باوجود تیرہ سو برس کو چودہ سو کے قریب قریب کہتے ہین۔ آپ نے ایک ایسی قوی اور بے نظیر دلیل لکہی ہے۔ جسکو پڑھ کر ایڈیٹر مرقع کے دماغی فتور کا یقین ہوتا ہے آپ کیسی لطیف بات کہتے ہین۔

دلیل "پس اب یہ امر تنقیح طلب رہا۔ کہ قریب قریب کے کیا معنی ہوتے ہین اور کیا ہونے چاہیئے۔ پس سنو! اعداد کا قاعدہ ہر زبان مین یہ ہے

کہ ایک دہاکہ سے دوسرے دہاکہ مین فاصلہ جس طرف کم ہو عدد کو اس دہاکہ کے قریب قریب کہا کرتے ہین۔ مثلاً ایک عدد پورے بیس ہے اور ایک طرف اٹھارہ ۔انیس ہے۔ تو اٹھارہ انیس کی نسبت کہا جاوے گا۔ کہ قریب قریب بیس کے ہین یہ کلام صحیح ہے۔ اور اگر کہا جاوے کہ اٹھارہ۔ انیس۔ تیس یا چالیس کے قریب قریب ہین تو یہ محاورہ غلط ہے۔ کیونکہ اس کے درمیان کے دہاکے چھوٹ جاتے ہین۔ اسیطرح بارہ یا ۱۳ کو۔ بیس یا تیس کے قریب قریب نہین کہہ سکتے ہین۔ بلکہ دس کے قریب قریب کہہ سکتے ہین یہی وجہ ہے کہ عام محاورہ مین بولا جاتا ہے۔ دس بارہ ۔بیس بائیس وغیرہ۔ اب جائے غور ہے کہ کہان چودہ سو اور کہان تیرہ سو؟ پوری صدی کا فاصلہ۔ مگر مرزائی اصطلاح مین یہ دو عدد باوجود اس بُعد اور دوری کے بہی قریب قریب ہین" اس دلیل کا ماحصل یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص جس کے متعلق تخمینہ ہے کہ وہ اٹھارہ سو برس سے مرا ہے یا انیس سو سے اس کے متعلق کہا جاوے گا۔ اسکو مرے قریب قریب بیس سو برس کے ہوئے ہین۔ اور اگر اسکو مرے بارہ ۔تیرہ سو برس تخمیناً گذرے ہین۔ تو اسکو متعلق یہ کہنا درست نہین کہ اسکو مرے قریب قریب بیس صدیون کے گذرے ہین۔ بلکہ اگر کسی دہاکہ کیطرف اسکی نسبت کیجا سکتی ہے تو یہ کہ اس بارہ ۔تیرہ ۔صدیان کے متعلق یہ کہا جاوے کہ اسکو مرے قریب قریب دس صدیون کے گذرے ہین۔ دلیل تو بہت عمدہ ہے مگر اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا اسکو مطلوب سے کوئی تطابق ہے یا نہین۔ ایڈیٹر مرقع کو جس بات پر تحیر اور تعجب تہا۔ وہ یہ تہی۔ کہ تیرہ سو۔ قریب قریب چودہ سو کے کس

طرح ہو سکتی ہین۔ اور دیں آپ نے یہ لکھی ہے کہ کسی عدد کو اگر کسی دہا کہ کیطرف
نسبت دینی ہو تو ایسے دہاکہ سے اس کی نسبت ہو گی جو اس کے قریب ہو گا۔ اگر
مرزا صاحب تیرہ سو برس کو بیس سو برس کے قریب قریب لکھتے تو تب ایڈیٹر مرقع یہ کہ
سکتے تھے۔ کہ حضور تیرہ سو برس کو بیس سو کے قریب قریب نہ کہین بلکہ دس سو کے
قریب قریب کہیئے۔ مگر تعجب یہ ہے کہ نہ مرزا صاحب نے تیرہ سو کو بیس سو کے
قریب لکھا ہے کہ ایڈیٹر مرقع کو اس قاعدہ کے بیان کرنے کی ضرورت پڑتی۔ اور
نہ کسی اوپر کے عدد کیطرف اسکو نسبت کر کے قریب قریب کہا ہے۔

بلکہ اس بات کا تو یہان کوئی ذکر نہین تہا بحث تو آپ نے یہ اُٹھائی ہے
کہ تیرہ سو کو قریب قریب چودہ سو کے نہین کہہ سکتے۔ اور دیں آپ نے یہ دی ہے
کہ تیرہ سو کو قریب قریب بیس سو کے نہین کہہ سکتے۔ بلکہ قریب قریب دس سو کے کہین گے
ایڈیٹر مرقع کے اس بیان مین جو خبط ہے اسپر ہمین زیادہ لکھنے کی ضرورت نہین
ناظرین سمجھ لین کہ دعوی اور دیں مین کیا تعلق ہے۔ دوسری بات جو آپ نے
مدعا کے بالکل منافی اور ہماری تائید مین کہی۔ وہ یہ ہے کہ آپ فرماتے ہین کہ مثلاً
اگر اٹھارہ صدیان کسی واقعہ کو گذری ہون۔ تو اسکے متعلق یہ کہنا جائز ہے کہ قریب
قریب بیس صدیون کے اس واقعہ پر گذر گئے ہین۔ اور تائید یون ہے کہ ایڈیٹر
مرقع کے نزدیک جب اٹھارہ صدیون کو باوجود دو صدیون کے فرق کے بیس صدیون کے قریب
قریب کہنا درست ہے اور اس مین کوئی حرج نہین۔ تو وہ ہم کو سمجھا دین۔ کہ اگر تیرہ
سو اور چودہ سو مین ایک صدی کے فاصلہ ہوتے قریب قریب کا اطلاق

کرین۔ تو کونسا محال لازم آتا تہا۔

تیسرے یہ بات کہ جو نسبت تیرہ کو چودہ کے ساتہہ ہے وہی نسبت تیرہ سو اور چودہ سو کو باہم ہے۔ اگر تیرہ کو چودہ کے قریب قریب کہنا جائز ہے تو بتائے تیرہ سو کو چودہ سو کے قریب قریب کہنے مین کونسا محذور لازم آتا ہے۔ اصل جواب سے فارغ ہو کر ہم اپنے ناظرین کے فائدہ کے لئے بہتر سمجہتے ہین۔ کہ یہ بہی ظاہر کر دیا جاوے کہ مرقع کے ایڈیٹر نے صفحہ ۲ مین یہ دیں جو اشبات میں اس کے گا لگہی تہی کہ تیرہ سو کو چودہ سو کے قریب نہین کہ سکتے۔ یہ دہوکا اسکو کیون لگا ہے۔ حقیقی وجہ تو یہ تہی۔ ؎

چون خدا خواہد کہ پردۂ کس درد ۔ میلش اندر طعنۂ پاکان زند۔ ہان ظاہری طور پر یہ ہے۔ کہ اسکو یہ خیال نہین آیا۔ کہ عدد جب ہوتا ہے۔ کسی معدود کا ہوتا ہے مگر اس کے ذہن مین ایک صدی جو تیرہ سو اور چودہ سو کے فاصلہ کی تہی۔ وہ تو آگئی پر اس کو یہ سمجہ مین نہ آیا کہ تیرہ اور چودہ کے عدد کا اطلاق آخر کسی معدود پر ہوتا ہے۔ اگر ایک معدود جسپر اٹھارہ کے عدد کا اطلاق ہوتا ہے اسکو قریب بیس کے معدود کے کہ سکتے ہین۔ تو کیا تیرہ کے معدود کو چودہ کے معدود کے قریب نہین کہ سکتے اس نے جسطرز پر مثالین دی ہین۔ اس سے یہ بہی صاف سمجہ مین آتا ہے۔ کہ اس کے دماغ مین حل چیستان کے پڑہنے سے پراگندگی سی پیدا ہو گئی ہے۔ اگر وہ ذرا بہی توجہ کرتا۔ تو اس قدر صریح غلطیون کا جسپر بچے بہی ہنسین گے۔ مرتکب نہ ہوتا۔

نادان نے کئی مثالین دی ہین۔ اور یہ نہین سوچا۔ کہ مثلاً یہ جو کہتا ہے۔ کہ ۱۸۔ قریب قریب بیس کے ہین۔ تو آخر ۱۸۔ اور بیس بہی کوئی شے ہوگی۔ اگر اس

مین سمجھہ کا مادہ ہوتا تو اسی سے سمجھ لیتا۔ کہ اعداد کا تعلق کسی خاص معدود سے نہین
ہوتا۔ پہر اگر اٹھارہ کروڑ کو باوجود دو کروڑ کے فرق کے بیس کروڑ کے قریب قریب
کہہ سکتے ہین۔ تو کیا تیرہ سو کو قریب قریب چودہ سو کے نہین کہہ سکتے۔
دوسرے یہ کہ قریب قریب کے معنے اس نے یہ سمجھے ہین۔ کہ وہ دونون عدد

سطر ۵ مرقع صفحہ ۳۱ سطر ۱ کی یہ عبارت پڑہو۔ الخ۔ اس عبارت مین مرزا جی نے
بتصریح تمام لکھا ہے کہ دونون زمانے باہم مشابہ یعنی برابر ہونے چاہئین"
یہ مشابہ کا لفظ اسی قریب قریب کے معنے مین آیا ہے۔ جس کے معنے آپ
کرتے ہین یعنی برابر منہ

ایڈیٹر مرقع! میری اس تمام تحریر کا ماحصل یہ ہے کہ آپ نے دسمبر کے مرقع
کی چیستان کے حل کو ضعیف و کہانے کیلئے فروری کے مرقع
مین جسقدر زور لگایا ہے۔ وہ سب ہیچ ہے۔ عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق
ہے۔ آپ کو فروری کے مرقع کا یہ مکمل جواب (ضرب اللہ تعال علی وجہ الدجال)
مع حل چیستان کے رجسٹری کر کے بہیجا جاتا ہے۔ تاکہ اپنے اقرار (مرزا

---

* ۔ دجال سے مراد شیطان ہے جس خبیث محرک کے پنجے مین آپ گرفتار ہو کر
یہ دجالیت کے کام کر رہے ہین۔ آپ کو مجبور سمجھکر جوتے بہی اسی کے
منہ پر لگائے گئے۔ منہ

مساوی ہون ۔ حالانکہ یہ ایسی احمقانہ حرکت ہے کہ کسی طفل مکتب سے بہی سرزد نہ ہو گی۔ اسی احمقانہ حرکت کیوجہ سے مرقع صفحہ ۱۲ پر ایک لطیفہ شنا دیہ لکھا ہے یعنی وہان بہی سطر ۴ کے لفظ قریب قریب کو نظرانداز کیا ہے۔

حمد اور دعا بحمداللہ کہ محض اللہ تعالےٰ کے فضل اور اسکی نصرت کے سہارے سے نہ اپنے کسی علم یا لیاقت سے مین نے ایڈیٹر مرقع کی تمام نافہمیون کو ظاہر کر کے حق کو آئینہ کیطرح ناظرین کے سامنے رکہدیا ہے۔

بقیہ حاشیہ ۱ اور مرزائیون کو نوٹس کے ضمن مین بہی تم ماخوذ رہو اب آپ کا اختیار ہے۔ چاہیے ہمارے مطالبہ کے بغیر ہی وہ موعود انعامی رقم بہیجدیجئے اور

۵ مرزا اور مرزائیون کو عام نوٹس

ہم نے جو اختلاف بیانی دسمبر اور فروری کے مرقع مین مرزا صاحب کی لکہی ہے۔ اس کے جواب کیلئے ہم نے سابق مین مبلغ پانسو روپیہ خاص مرزا صاحب کیلئے انعام رکہا تہا جسپر مرزائیون نے واویلا مچایا۔ کہ تخصیص مرزا صاحب سے کیون کیگئی ہے اس تخصیص کو اٹہادیجئے۔ اس لئے آج ہم بذریعہ اس اعلان کے اس تخصیص کو اٹہاتے ہین کہ اگر کوئی مرزائی بہی اس چیستان کو حل کر دیگا۔ تو اسکو بہی مرزا جی سے نصف انعام دیا جاویگا۔ کیونکہ وہ مرزا جی کے ماتحت ہونیکی حیثیت مین ان کے برابر انعام نہین پا سکتے۔ درصورت نہ دینے کے انکا حق ہو گا۔ کہ بذریعہ

اس حق کو سمجھانا اور اسکی سمجھ سب اللہ تعالے کے ہاتھ میں ہے۔ آخر میں حضرت آقائے نامدار مسیح موعود کی خدمت میں صلاح دارین کی دعا کی درخواست کر کے یہ پُر معصیت ہیچکارہ خدا تعالے سے اور بہت سی دینی خدمات کے بجالانے کی توفیق طلب کرتا ہوا اپنے مولی کریم سے التجا کرتا ہے۔

اے خداوندِ من گناہم بخش | سوئے درگاہِ خویش راہم بخش۔
روشنی بخش در دل وجانم | پاک کن از گناہِ پنہانم۔

خاکسار فضلدین مدرس ہائی سکول قادیان

بقیہ حاشیہ۔ اور خواہے ہے تو چند روز خاموش رہ کر المرء یؤخذ باقرارہ کا مزہ اٹھایئے۔ منہ

بقیہ حاشیہ در حاشیہ۔ نالش وصول کریں۔ (اخبار اہلحدیث صفحہ ۲ کالم اول مطبوعہ ۱۴ فروری ۱۹۰۸ء)

خلاصہ مفید عام

دسمبر کے مرقع قادیانی مین مولوی ثناء اللہ امرتسری نے "چیستان مرزا"
ایک انعامی مضمون جسکا خلاصہ آگے بہی آتا ہے.... کو چیلنج دیکر شایع کیا تہا
اس کے جواب مین خاکسار راقم نے دسمبر مین ایک رسالہ بنام حل چیستان۔ شایع کرنے
کے ساتہہ ہی ابوالوفاء سے جسکا رویہ اذا خاصم فجر واذا وعد غدر
ہے انعامی رقم کا مطالبہ کر کے الکریم اذا وعد وفیٰ کی پابندی چاہی تہی۔
ابی الوفاء نے ہمارے مطالبہ سے بکلی انکار کر کے فروری کے مرقع مین اصل بحث
کا اکثر حصہ نظر انداز کر کے حل چیستان پر نکتہ چینی کی ہے۔ چیستان کا مکمل حل تشحیذ
نمبر ۱۱ ۱۹۰۸ء مین اور فروری کے مرقع پر مفصل بحث تشحیذ نمبر ۲ ۱۹۰۹ء مین ہوچکی
ہے۔ یہان پر مین مناسب خیال کرتا ہون۔ کہ عوام۔ کے لئے جنہون نے اس
تنازع کے متعلق فریقین کی تحریرین نہین پڑہین۔ اور ان لوگون کے لئے جو لمبی
تحریرون کے پڑہنے کے عادی نہین اس بحث کا ایک نہایت مختصر اور عام فہم خلاصہ
لکہدون۔ سو ایسے اصحاب کی خدمت مین گذارش ہے۔ کہ دسمبر کے چیستان
مین مرقع کے ایڈیٹر نے کئی دعوے کئے تہے۔

پہلا دعوے یہ کیا تہا۔ کہ ازالہ اوہام صفحہ ۶۹۳ و صفحہ ۱۰۶ و صفحہ ۳۱۱ کو ملا کر پڑہا
جاوے تو ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے کلام مین اختلاف ہے کیونکہ

ازالہ صفحہ ۶۹۳ پر مرزا صاحب نے اپنے مامور ہونیکا زمانہ چھٹا ہزار تبایا ہے اور ازالہ صفحہ ۱۸۶ پر اپنے مامور ہونیکا زمانہ سنہ ۱۳۰۰ ہجری کو کہتے ہین۔ حالانکہ ازالہ صفحہ ۲۱۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۲۷۵ ہجری کو چھٹا ہزار ختم ہوچکا ہے۔

دوسرا دعوی اڈیٹر مرقع نے یہ کیا تھا۔ کہ ازالہ صفحہ ۱۸۶ کے خلاف مرزا صاحب ازالہ صفحہ ۶۷۵ پر سنہ ۱۲۹۰ ہجری کو اپنے مامور ہونیکا زمانہ ظاہر کرتے ہین۔

تیسرا:- دعوی یہ کیا تہا۔ کہ ازالہ صفحہ ۶۹۲ مین مرزا صاحب کا اقرار ہے کہ مسیح موعود کے مامور ہونیکا زمانہ آنحضرت صلعم کے انتقال سے چودہ سو ۱۴۰۰ سال بعد مقرر ہے پس مرزا صاحب سنہ ۱۳۰۰ ہجری مین دعوی کر کے کسطرح مسیح موعود ٹھہر سکتے ہین۔

اڈیٹر مرقع نے ان تینون باتون کو لکھکر شایع کیا تہا۔ کہ عبارات صفحات محولہ مین ایسا اختلاف ہے۔ کہ اسکی تطبیق ناممکن ہے۔ کیونکہ سنہ ۱۳۰۰ ہجری اور ۱۲۷۵ ہجری اور سنہ ۱۲۹۰ ہجری اور الف ششم جو کہ ۱۲۷۵ ہجری کو ختم ہوا تہا باین تفاوت بیّن یہ مختلف سنون ایک شخص کے مامور ہونیکا زمانہ کسطرح ہو سکتے ہین۔

مین نے بوضاحت تام حل چیستان مین بیان کیا ہے کہ ازالہ کے حوالہ جات مین کوئی اختلاف نہین۔ یہ اختلاف محض اڈیٹر مرقع کی تحریف اور نافہمی کا نتیجہ ہین دعوی اول مین اڈیٹر مرقع نے ایک غلطی یہ کی ہے۔ کہ ازالہ صفحہ ۲۱۱ کی عبارت کا یہ مفہوم سمجھا۔ کہ چھٹا ہزار ۱۲۷۵ ہجری کو ختم ہوا ہے حالانکہ اس عبارت کا یہ مطلب تہا۔ کہ سنہ ۱۲۷۵ ہجری کو چھٹا ہزار (بحساب قمری) ختم ہوا ہے۔ مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی اور تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۳ وغیرہ مین اس بات کو کہولکر بیان کیا ہے۔

دوسری غلطی یہ کی کہ چھٹے ہزار کو مرزا صاحب کے مامور ہونیکا زمانہ قرار دیا حالانکہ ازالہ کی اسی عبارت مین جسکا حوالہ ایڈیٹر مرقع نے دیا ہے علاوہ سینکڑون تحریرون کے صاف یہ لکھا ہے کہ چھٹے ہزار کو مرزا صاحب اپنی پیدایش کا زمانہ لکھتے ہین جب ایڈیٹر مرقع کے اس غلط دعوے کی اصل حقیقت یہ ٹھیری کہ چھٹا ہزار سنہ ۱۲۷۰ ہجری کو ختم ہوا نہ سنہ ۱۲۴۷ کو۔ اور یہ کہ اس چھٹے ہزار مین مرزا صاحب پیدا ہوئے ہین نہ مامور۔ تو ازالہ صفحہ ۱۸۶ کی عبارت کو جس مین مرزا صاحب سنہ ۱۳۰۰ ہجری کو اپنے مامور ہونیکا زمانہ کہتے ہین۔ ازالہ صفحہ ۳۱۱ کی عبارت سے مختلف سمجھنا بالکل بیجا ہی

اسی طرح ایڈیٹر مرقع کا دوسرا دعوی بھی نافہمی پر مبنی ہے۔ ازالہ صفحہ ۶۷۵ کیا کسی تحریر مین بھی مرزا صاحب نے یہ نہین لکھا۔ کہ سنہ ۱۲۹۰ ہجری مین مامور ہوا ہون۔ نہ معلوم ایڈیٹر مرقع نے کیون یہ جھوٹا افترا مرزا صاحب کی طرف منسوب کیا ہے کہ آپ سنہ ۱۲۹۰ ہجری کو مامور ہوئے ہین۔ جب مرزا صاحب کی کسی تحریر مین یہ نہین لکھا۔ کہ مین سنہ ۱۲۹۰ ہجری کو مامور ہوا ہون۔ تو ایڈیٹر مرقع کا کتنا بڑا ظلم ہے کہ ازالہ صفحہ ۶۷۵ کی عبارت کو ازالہ صفحہ ۱۸۶ کی عبارت سے جسمین مرزا صاحب اپنے مامور ہونیکا زمانہ سنہ ۱۳۰۰ ہجری لکھتے ہین۔ مخالف بتاتا ہے۔

ان دونون دعوون کی طرح یہ تیسرا دعوی بھی کہ ازالہ صفحہ ۶۹۲ پر مرزا صاحب مسیح موعود کے مامور ہونیکا وقت آنحضرت صلعم کے انتقال سے چودہ سو سال بعد قرار دیتے ہین۔ بالکل محض بہتان ہے۔ مرزا صاحب نے ہرگز یہ کہین نہین لکھا پس ازالہ صفحہ ۶۹۲ کی عبارت کو ازالہ صفحہ ۱۸۶ کی عبارت سے جس

مین سنہ ۱۳۰۳ ہجری - مرزا صاحب اپنے مامور ہونیکا زمانہ بتاتے ہین - مخالف ظاہر کرنا ایسا ہی جھوٹ ہے جیسا کہ پہلے دو دعون مین بتایا گیا ہے - مین پہر بڑے زور سے کہتا ہون کہ یہ بالکل افترا ہے - کہ حضرت مرزا صاحب نے ۱۲۹۰ ہجری کو مامور ہونے کا زمانہ قرار دیا ہے - بلکہ ازالہ صفحہ ۶۷۵ - ۲۲ - ۷۶۵ ۶ مین اس امر کو کھول کھول کر بوضاحت تام لکھا ہے - کہ ۱۲۹۰ ہجری مین سخت ظلمت اور تاریکی تہی جس کی مدت بعد مرزا صاحب مامور ہوئے ہین - اگر ایڈیٹر مرقع ۱۲۹۰ ہجری کو حضرت مرزا صاحب کے مامور ہونے کا زمانہ آپ کی کسی تحریر یا کسی تقریر سے ثابت کرینگے تو مین ان سے انعامی رقم ہرگز وصول نہ کرونگا -

اسی طرح یہ دوسرا دعوے بہی کہ حضرت مرزا صاحب نے ۱۴۰۰ سو سال بعد ہجرت کو اپنے مامور ہونیکا زمانہ کہین لکہا ہے آپ کی کسی تحریر سے یا آپ کے کسی ثقہ مرید کی ہی تصنیف سے دکہا دین تو بہی مین حلفی وعدہ کرتا ہون - کہ آپ کے مقابلہ مین کبہی ایک حرف بہی نہ لکہونگا - جو تراشیدہ خیال ایڈیٹر مرقع نے حضور مرزا صاحب کیطرف منسوب کیا ہے یہ محض افترا ہے - فتح اسلام کے صفحہ ۱۱ - ۱۴ - ۱۵ - ۱ - اور ازالہ کے صفحہ ۶۹۲ مین کافی تردید ہے - ایڈیٹر مرقع نے چوتہا دعوے یہ کیا ہے کہ مرزا صاحب نے ۱۳۰۲ ہجری کو بہی کہین اپنے مامور ہونے کا زمانہ لکہا ہے اسکے متعلق بہی مین دعوی کرتا ہون - کہ اگر قمری حساب کے رو سے الف ششم یعنی ۱۳۰۲ ہجری کو مرزا صاحب

سنہ ۱۳۰۵ چیستان کا حل اور مرقع فروری کی حرف بحرف تردید تحفہ

کی ماموریت کا زمانہ جیسا کہ مولوی صاحب نے لکھا ہے حضرت مرزا صاحب کے کلام مین ثابت کر دین تو مین آپ سے حلفی وعدہ کرتا ہون ۔ کہ آپ کو پچیس روپیہ معاوضہ دونگا۔ بشرطیکہ آپ ان باتون کو سفیہانہ رنگ مین ہنسی مین نہ اڑا دین۔ حدیث مین ہی ایاکم والظن۔ حقیقۃ الوحی صلہ۲ مین حضرت امامنا مرزا صاحب نے ایڈیٹر مرتع کے اس خیال کی کافی تردید لکھی ہے۔

مین ایڈیٹر مرتع کو اس مضمون مین بڑی تحدی سے خدا کے فضل سے یہ اعلان دیتا ہون۔ کہ جو کچھ مین نے حل چیستان مرزا مین لکھا ہے۔ اگر اسکو آپ غلط ثابت کردین! اور اپنے چیستان کے مضمون کو حضرت مرزا صاحب کی تحریرون سے ثابت کر دین۔ تو مین علاوہ اسکے کہ آپ کو انعامی رقم معاف کر دونگا۔ اور آئندہ آپ کے مقابلہ

بقیہ حاشیہ تحفہ گولڑویہ صد۹۳ کی عبارت ہذا "خدا تعالےٰ نے مجھے ایک کشف کے ذریعہ سے اطلاع دی کہ سورۃ العصر کے اعداد سے بحساب ابجد معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام سے آنحضرت صلعم کے مبارک عصر تک جو عہد نبوت ہے یعنی تئیس برس کا تمام وکمال زمانہ یہ کل مدت۔ گذشتہ زمانہ کے ساتھ ملا کر ۴۷۳۹ برس ابتدائے دنیا سے آنحضرت صلعم کے روز وفات تک قمری حساب سے ہین" اور تحفہ الندوہ صلہ کی عبارت ذیل "جن لوگون نے نبی یا رسول یا اور کوئی مامور من اللہ ہونیکا دعوی کیا۔ اور وہ لوگ ایسے افترا کے ساتھ جس سے لوگون کو گمراہ کرنا مقصود تہا۔

مین کچھ نہ لکھونگا - مزید بران اور بھی نذر کرونگا۔ اس سے بڑھکر آپ کے ساتھ یہ ایک اور خاص رعایت کرتا ہون کہ جو حوالجات کتر بیونت کر کے حضرت مرزا صاحب کی کلام سے آپنے نقل کئے ہین انہی کے رو سے اگر آپ اپنے مدعا کو ثابت کر دکہائین تو بھی میرا حتمی وعدہ ہے - کہ مین آئیندہ آپ کے مقابلہ مین کچھ نہ لکھونگا - مگر یاد رہے کہ حق اور سچ وہی ہے جسکو مین نے حضرت امام ہمام علیہ السلام کی تحریرون سے مکمل الوجوہ ثابت کر دیا ہے - کہ الف ششم مین جو کہ ۱۲۰۰ ہجری کو ختم ہوا آپ کی پیدایش ہوئی (نہ کہ - ماموریت) کیونکہ آپ کی ولادت ۱۲۵۵ھ ہجری کو ہوئی ہے اور اسکے بعد الف ہفتم مین اُس وقت جبکہ تیرہوین کا اواخر اور چودہوین صدی ہجری کا ابتدا تھا آپ مامور ہوئے اور ۱۲۰۰ھ ہجری کو حضرت مرزا صاحب نے اپنے مامور ہونے کا زمانہ ہرگز ہرگز کہین نہین لکھا - اور نہ ہی کہین ۱۴۰۰ سو سال بعد ہجرت مسیح موعود کے مامور ہونے کا - یا اپنی ماموریت کا زمانہ قرار دیا ہے - خاکسار راقم (اللّٰھم اغفر لہ ولابیہ ولامہ واخیہ)

بقیہ حاشیہ - تیئیس برس تک جو آنحضرت صلعم کے ایام بعثت کا کل زمانہ ہے - زندہ رہے ؛ ۱۱ سے مرقع کے حصہ فروری اور تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۰ کے پس وپیش کی تفصیل متعلق تفریق حساب شمسی اور قمری سے جس کا اس رسالہ کے صفحہ ۵۶ پر ذکر ہے ا مرقع حصہ مارچ کی پوری پوری تردید اور دسمبر کی چیستان کا حل بحسن ابلغ ہو گیا - والحمد للہ علی ذلک

منہ

ایڈیٹوریل نوٹ

مولوی ثناء اللہ امرتسری کے نام سے ہمارے رسالہ کے ناظرین واقف ہی ہین۔ کیونکہ تشحیذ الاذہان جلد ۲ نمبر ۱۱ مین آپ کے ایک مضمون کا جواب مولوی فضل الدین صاحب کی قلم سے لکھا ہوا شائع ہو چکا ہے جس مین مولوی صاحب نے دلایل قاطعہ سے اسبات کو ثابت کر دیا ہے کہ حضرت مسیح موعود کے جن کلمات مین اختلاف پیدا کرنے کی کوشش مولوی ثناء اللہ صاحب نے کی ہے وہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے اور حضرت مسیح موعود نے جو کچھ لکھا ہے اس مین کوئی اختلاف نہین۔ اور خود حضرت کی کتابون سے نظیرین دین تہین۔ اور ان فقرات کو جو زیر بحث تھے حل کر دیا تھا۔ چونکہ یہ مضمون چھپ چکا ہے اور ناظرین رسالہ پڑھ چکے ہین اس لئے اس جگہ اُس کے متعلق کچھ لکھنا ضروری نہیں سمجھتا۔ ہان اسقدر لکھنا ضروری سمجھتا ہون کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے جو انعام اپنے مضمون کے جواب کے لئے مقرر کیا تھا وہ ادا نہین کیا۔ اور باوجود مولوی فضل الدین صاحب کے بار بار نوٹس دینے کے اور اخبارون مین بہی شایع کرنے کے وہ اب تک خاموش ہین۔ ہان اور بحثین چھیڑ کر اصل مطلب کو خبط کرنا چاہتے ہین۔ مین افسوس کرتا ہون کہ مولوی صاحب کو اسقدر تلملانے کی کیا ضرورت تہی۔ اور اس مخمصہ مین پڑنے کی کیا حاجت تہی۔ اول ہی سے اسبات کو سوچ لیتے اور ہر فرعون را

موسیٰ کی مثل پہ غور کرتے ہوئے انعامی مضمون رہتے ہین یونہی سے مضمون
شایع کرا دیتے۔ جوکہ بظاہر ان کے ناظرین مرقع کے بہلانیکے ئے کافی
ہوتا۔ کیونکہ وہ بہی تو حضرت مسیح موعود کی کتب سے بالکل ناواقف ہین۔
اور نہین جانتے کہ آپ کے کیا دعوی ہین۔ اور کن ثبوتون سے آپ کی نبوت
پائیہ ثبوت کو پہنچتی ہے۔ اور اگر انعام ہی رکہنا تہا۔ تو چاہئے تہا۔ کہ مدعی کے
اس کا فیصلہ کیا جاتا۔ خیر انعام کا معاملہ تو مدعی اور مدعا علیہ خود سمجہ لینگے
اس وقت مین ناظرین کے سامنے یہ بات پیش کرنی چاہتا ہون کہ مولوی
صاحب نے حل چیستان کا جواب لکہا ہے جو مرقع قادیانی مین شایع ہوا
ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ انہون نے کسی بات جواب دیا ہے اور نہ اپنے
مضمون پر روشنی ڈالی ہے چندے کے سروپا باتون کا ایک مجموعہ اپنے
ناظرین کے سامنے پیش کر دیا ہے جسکو کچہہ وہی سمجہتے ہونگے ہمین تو وہ
بے تعلق سی معلوم ہوتی ہین۔ اور اس کا اصل مضمون سے کوئی کہلا کہلا جوڑ معلوم
نہین ہوتا۔ ہان اس مین انہون نے ناظرین مرقع کو دہوکا دیکر اپنے جواب
کی خامی کو چھپانا چاہا ہے۔ مگر اس طرف اس قدر توجہ کی ہے کہ بہت سی
جگہون پر بہت سخت پہسلے ہین۔ ایک جگہ کچہہ لکہتے ہین آگے جاکر کچہہ اور
ایک بات کو پہلے تو رد کرتے ہین۔ اور پہر اسی کی تائید پہ زور دیتے ہین۔ اور اس
اپنی عیب پوشی کی کوشش مین اور بہی نقصان اٹہایا ہے۔ مولوی فضل الدین صاحب
اسسٹنٹ ایڈیٹر رسالہ تشحیذ الاذہان نے جنکو مولوی صاحب کی تحریرین

سے خاص دلچسپی ہے اور وہ مدت سے آپ کے مضامین پر نوٹس لیتے رہے ہین۔ اس مضمون کا بہی جواب دیا ہے اور حق تو یہ ہے کہ خوب دیا ہے مولوی صاحب کے ہر ایک اصول کو جو کہ انہون نے احمدی فرقہ کے برخلاف قرار دیا ہے خوب عمدگی سے رد کیا ہے اور بعض جگہ مولوی صاحب کے بیان کردہ اصول کو انہین کی تفسیر سے غلط ثابت کر دیا ہے اور مولوی صاحب کے کلام سے کئی ایسی باتین نکالکر دکہائی ہین۔ جو کہ اسلام کے اصولون کے بالکل برخلاف ہیں۔ اور زمانہ بعثت اور آن بعثت پر بہی خوب بحث کی ہے جو کہ قابل دید ہے۔ امید ہے کہ ہمارے رسالہ کے ناظرین اس جواب کو عام طور پر ان لوگون کو دکہائین گے جو کہ مرقع کے پڑہنے والے ہین تا کہ وہ بہی مولوی ثناء اللہ صاحب کی تحریر سے واقفیت حاصل کر لین۔ اور امید ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب بہی آئندہ جواب مین کسی قدر احتیاط سے کام لین گے۔

والسلام

ایڈیٹر رسالہ تشحیذ الاذہان۔

گائے کا اندیشہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مین نے ایک برگد کے درخت کے نیچے بہت

سی ۔۔۔ بہ گدیان گری ہوئی دیکھین ۔جو کہ اس درخت کے نیچے تمام جگہ پھیلی ہوئی تھین ۔اور کچھ ہوا سے اڑکر اِدہر اُدہر کھیتون مین گری پڑی تھین ۔مین نے ان برگدیون مین سے ایک کو اٹھایا اور کھول کر دیکھا ۔تو اس مین صدہا چھوٹے چھوٹے دانے تھے ۔مین نے ان کو گننا بہی پر اچھی طرح سے مین ان کو گن نہ سکا ۔کیونکہ وہ بہت چھوٹے تھے ۔اور ایک دوسرے کے ساتھہ ملے ہوئے تھے ۔اس وقت میرے دل مین ایک بات کا خیال آیا جسکو کہ مین نے پہلے اپنے ایک محسن بزرگ سے سُنا ہوا تہا ۔کہ یہ درخت اور اسکے بیشمار پہل اور پہر ہر ایک پہل مین صدہا دانے اور ان مین سے ہر ایک دانہ اس اتنے بڑے بڑ کا بیج ہے جسکے نیچے صدہا آدمی آرام پا سکتے ہین اور پاتے ہین ۔اور جسکے پتون مین ہزارون پرندے بسیرا کر سکتے ہین اگر ان سب پہلون کے دانے جو اپنی عمر مین ایک بڑ لاتا ہے ۔اور پہر تمام دنیا کے بڑ جو کہ اب تک پہل لا چکے ہین ۔وہ سب زمین مین جڑ پکڑ جاتے اور پہر ان سب نئے بڑون کے دانے زمین پر اُگتے تو چند ہی سال مین دنیا پر بیشمار بڑ ہو جاتی اور پہر جبکہ وہ بہی اپنا پہل لاتے تو اس زمین پر کچھہ عرصہ کے بعد بڑ ہی بڑ نظر آتے اور کسی درخت کی گنجایش ہی نہ رہتی اور یہان تک ہوتا کہ لوگون کے رہنے کے لئے بہی جگہ نہ رہتی ۔

اور پہر اگر ہم آم کے درخت کیطرف دیکھین کہ وہ اپنا بور کتنا لاتا ہے اگر وہ سب اسکا بور آم بنے اور اس مین سے ایک بہی نہ جہڑے تو اس کو کتنے آم لگین ۔اور پہر کچے آمون مین سے بہی ایک نہ گرے اور نہ اسکو کوئی پرند کہاوے

اور پہر وہ سب پک جاوئین - تو پہلے تو آم کی شاخون مین ہی برداشت نہین کہ اتنے بوجہہ کو برداشت کر سکین - وہ تو اس کے پہل کے بوجہہ سے ہی ٹوٹ جادین گی اور اگر یہ مان ہی لیا جاوے کہ وہ اس بوجہہ کو برداشت کر لینگی تو اگر ہم اسکی تمام گٹہلیون کو جمع کرین اور پہر انکو بودین اور وہ پرورش پاوین اور بڑے درخت ہو جادین اور پہر آگے انکی گٹہلیون کو بودین تو چند ہی سال مین کتنے آمون کے درخت ہون گے اور آگے پہر انکی گٹہلیونکو آم لگین - تو دنیا کا کیا حال ہو - غرض ہر ایک درخت کیطرف غور سے دیکہین اور خیال کرین تو ہر ایک درخت کی خاصیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ خود ہی بڑہے اور دوسرے تمام درخت اور تمام چیزین یکدم معدوم ہو جائین اور یہ کہ وہی درخت سب سے زیادہ مفید ہی ہو۔

اسی طرح آپ جنگلی جانورنکی طرف دیکہین اگر وہ ہی اس طرح بڑہین تو دنیا مین چیرنے پہاڑنے والے جانور ہی رہ جاوین - اسی طرح اگر گہوڑون اور گدہون کی نسل جتنی پیدا ہو وہ سب کی سب اپنی بلوغ کی عمر کو طے کرے تو یہ جانور اتنے ہو جاوین کہ انسان کو تنگ کرنے لگین - اور زندگی کا مزا پہیکا ہو جائے - نہ تو کہین سر رکہنے کی جگہ رہے اور نہ پاؤن رکہنے کا ٹہکانا۔

لیکن وہ اللہ جو کہ حکمت سے پر اور ہر ایک چیز کو اس کے اندازے سے بناتا ہے - اور اسنے ہر ایک چیز کو درخت ہو یا گہاس پرندے ہون یا درندے انسان ہون یا جن سب کو ایک اندازے سے بنایا ہے اور کوئی چیز لغو نہین بنائی ہے - اور ہر ایک چیز مین کچہ کچہ فائدہ ضرور رکہا ہے - یہ بڑ جس کا مینے پہلے ذکر کیا ہے اسکے پہل کو جانور

کہاتے ہین۔ اور آم جبکہ ابھی کچے ہی ہوتے ہین کچھ تو ان کو جانور کہاتے ہین اور کچھ تیز ہوا سے گرجاتے ہین اور یا ان کو کچا ہی توڑ لیا جاتا ہے اور ان کا اچار وغیرہ ڈالا جاتا ہے۔ اسی طرح انجیر۔ انگور۔ آڑو۔ انار اور بہت سے پہلدار درخت ابھی کچے ہی ہوتے ہین۔ کہ ان کو پرندے کہانے شروع کردیتے ہین۔ اور وہ اسی سے اپنے پیٹ کو پالتے ہین۔ غرض اللہ تعالے کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہین ہے۔ اور ہم دنیا کی ہر ایک چیز مین یہ بات دیکھتے ہین کہ ہر ایک چیز پہلے بہت پیدا ہوتی ہے اور اس کے بہت سے حصہ دار ہوتے ہین اور آخر مین بہت تہوڑی رہ جاتی ہے۔

اسی طرح ہمارے گہرون کے جانور ہین کہ وہ پیدا ہوتے ہین مگر رفتہ رفتہ حوادثات زمانہ سے کم ہو جاتے ہین اور اگر ان جانورون کی اصلاح نہ ہوتی رہتی تو وہ بہت بڑھ جاتے اور دکھہ کا موجب ہوتے۔ ان مین گائے ہی کو دیکھئے۔ کہ اگر اسکی تعداد اندازہ کے موافق نہ ہوتی تو یہ جان کا وبال ہو جاتی۔ جیساکہ پنڈت دیانند صاحب اپنی کتاب ستیارتھہ پرکاش (جو کہ لالہ تولہ رام سب ایڈیٹر آریہ پرکاش لاہور کی نگرانی مین نولکشور پریس لکھنو مین ۱۸۹۹ء مین طبع ہوئی ہے) کے ۲۵۸ صفحہ پر لکھتے ہیں "ایک گائے کے جسم سے دودھ گھی بیل۔ گائے پیدا ہونے سے ایک پیڑی مین چار لاکھہ چہتر ہزار چھہ سو آدمیون (۴۷۵۶۰۰) کو فائدہ پہنچتا ہے۔ ایسے جانورون کو نہ مارین اور نہ مارنے دین" اور آگے اسی صفحہ پر لکھتے ہین۔ "ہر ایک گائے کے عمر بہر کے دودھ سے ۲۴۹۶۰

آدمی ایک وقعہ سیر ہو سکتے ہین ،، اور تمام دنیا کی گائین قریبًا ۰۰۰۰۰ ۱۵۳۸۰ ثابت ہوئی ہین - تو اس حساب سے تمام دنیا کو ایک دفعہ سیر کرنے کے لئے ۶۱۶۱۹ گائے کی زندگی کی ضرورت ہے۔

پس اتنی تعداد کے بعد اور گائے کی نسل بڑہے تو یہان تک ہوگا کہ اگر دیا تندی خیال کو دوڑایا جائے تو تمام دنیا کے باشندون سے گائے بڑہ جاوے اور پہر وہی خرابی لازم آئے جو کہ اور چیزون کے حد سے بڑہنے ہے لازم آتی ہے جیسا کہ پہلے ذکر کرچکا ہون ۔ اللہ تعالے کی حکمت کا اقتضا یہی ہے کہ وہ ہر ایک چیز کو اس کے اندازے پر بناوے اور وہ اسی طرح کرتا ہے ۔ ور ہر ایک چیز کا یہی حال ہے اگر ہم ایک بچہ کی ابتدائی حالت ہی کیطرف دیکہین کہ وہ منی جس مین ہزارون کیڑے چہوٹے چہوٹے ہوتے ہین اور ہم ان کو مائی کراسکوپ کے سوا دیکہ نہین سکتے ہین ۔ ان تمام کا بچہ نہین بنتا ہے ۔ اگر کوئی دانا آپنے خیال مین ،،، یہ کہے ۔ کہ ان کی حفاظت کی جاوے - تو ان سب کیڑون سے بہت سے بچہ ایک دفعہ پیدا ہوجاوین - تو اتنے بڑے پیٹ کی بہی ضرورت ہے جس مین اتنے بچے پرورش پاوین ۔

بفرض محال ہم یہ مان بہی لین کہ اتنی گائین بڑہ جاوین پہر دیکہنا چاہئے کہ ہم کو ان کے لئے کسقدر مکانون کی ضرورت ہے - ایک غریب آدمی بال بچے دار ہے اسے کئی ایک گائے کی ضرورت ہے - وہ کہان رکہے ۔ ور پہر چارہ کا بہی کچہ فکر کرے تو غور کرو ۔ کہ گائے ایک دودہ کا چشمہ نہین ہے کہ اسکے نیچے سے دودہ

نکلتا آویگا۔ اور اسی طرح جاری رہیگا جس طرح پہاڑون پر پانی کے چشمے۔ آخر وہ کچھ کہائین گی بہی اسکا دودھ بنے گا اُن کے لئے بہت سے چارے کی ضرورت ہے اور تب یہ بہی ضروری ہوگا کہ بجائے اسکے کہ کہیتون مین کوئی اور غلہ بویا جاوے۔ گائے کا چارہ ہی بویا جاوے اگر کوئی یہ کہے کہ غلہ کی ضرورت ہی کیا دودھ ایک عمدہ چیز ہے سب مثل اسپر گذارہ کرین۔ تو ایسا شخص آیورویدسے بالکل بے بہرہ ہوگا۔ کیونکہ اگر کوئی اسہالون کی بیماری مین مبتلا ہو جاوے یا اسکو دودھ ... قبض کرے تو وہ کیا کہاوے جبکہ تمام دودھ ہی دودھ ہوگا۔ اور تمام زمین گائے کا چارہ ہوگا۔ تو غلہ کہان سے آویگا۔

پہر آگے ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۳۵۹ مین لکھا ہے جس کا ماحاصل یہ ہے کہ جب گائے کشی نہین ہوتی تہی۔ تو لوگ بڑی آسایش سے رہتے تھے اور جب سے یہ بات ہونے لگی ہے۔ تو آریہ بڑے دکھ مین ہین کیونکہ جب درخت کی جڑ ہی کاٹ دی جاوے تو پہل پہول کہان سے ہون۔ گویا کہ تمام آسایش اور آرام کی جڑ گائے ہی ہے مسلمان اور دیگر گوشت خور اقوام کو تو یہ کہا جاتا ہے کہ وہ گئوکشی کرتے اس لئے آسایش ور چین نہین ہے۔

مگر ہم ان آریون ہی کی خدمت مین عرض کرتے ہین۔ کہ وہ جبکہ آسایش کی جڑ گائے ہی کو مانتے ہین پہر سب کے سب گائے کیون نہین رکہتے ہین سب آریہ لوگ اپنے اپنے گہرون مین گائے کو رکہین اور اس سے فائدہ اٹھائین۔ اور اس کا دودھ پئین اور اس کے گھی کو استعمال کرین اور انکے بیلون سے کام لین اور اس کے

ذریعہ سے بڑی آسایش حاصل کریں۔ اس آسایش کو کیوں پھر آریہ حاصل نہیں کرتے
ہیں۔ اور کیوں اپنے گہروں میں گائے نہیں رکھتے۔ کیا ان کو حکمران قوم منع کرتی
ہے یا مسلمان انکو اس بات سے روکتے ہیں۔ بلکہ عمدہ جانور پالنے والے کو تو انعام
بھی ملتا ہے اس سے زیادہ گؤ رکشا اور کیا ہوگی۔ اگر اس میں سستی ہو۔ تو آریہ صاحبان
ہی کو ہے۔ اور کسی غیر کا اس میں کوئی دخل یا ممانعت نہیں یہ آریہ اس جانور کو پالیں
اور کثرت سے اپنے گہروں میں رکھیں پہر ہم دیکھیں گے کہ کتنے آریہ آسایش میں ہیں
اور دیکھینگے۔ کہ انکو گائے کے ذریعہ سے کتنی بڑی آسایش ملتی ہے۔ ہاں ہم جنگل
اور بنوں کے رہنے والوں کے پاس گئوں کے غلے کے غلے دیکھتے ہیں۔ جو کہ رات
دن ان کو چراتے ہیں۔ ان میں تو ہم آسایش نہیں دیکھتے جسکا وعدہ دیانند صاحب
دیتے ہیں اور نہ ہم کو ان میں سے ایسے بلند خیال نظر آتے ہیں اور نہ ہی ان بیچاروں
کو سلطنت کے جس کے کہ نہیں آسایش کی وجہ سے انکا محسن کش آریوں کی طرح
حکومت کرنے کا خیال گونجتا ہے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ پنڈت دیانند صاحب کے خیال کے مطابق گائے
بڑھ بھی جاوے تو پہر ہم جسطرف نکلیں گے گائے ہی پر ہماری نظر پڑے گی۔ جو کہ
گلی میں کھیلنے والے بچوں کا روز خون کیا کرینگی۔ اور پہر اتنی بڑی گائے کی جماعت کے
لئے اسی نسبت سے سانڈوں کی بھی ضرورت ہے۔ جو کہ اور بھی خطرناک ہیں جس
کے دروازے کو ٹکر ماری پہوڑ دیا۔ جو آدمی ملا اسکو سینگ مار دیا۔ اور جہاں کوئی
چیز بڑی دیکھی اسکو نوش کر گئے اور پہر ان کے آپس میں بھی ٹکریں مارنے کا خطرہ

ہے۔ تو کیا یہ باتین مفید ہین۔ یا کہ وبال جان ہین! درجبکہ ایک سوال پر دیانند صاحب خود فرماتے ہین۔ کہ جو ایذا رسان جانور ہو۔ اسکو سزا دی جاوے یا جان سے مار ڈالین۔ تو پھر وہی طریقہ عمل مین لانا پڑیگا۔ جس پر کہ مسلمان یا دیگر قومین پہلے سے ہی دور اندیشی سے کاربند ہین۔ دیانند صاحب تو اِدھر اُدھر پھر کے اسبات کی طرف آئے ہین۔ کہ زیادہ ہو جانے پر جان سے مار دیا جاوے۔ مگر ہم پہلے سے ہی کہتے ہین۔ کہ جو چیز جہان زیادہ فائدہ دے۔ اسکو اسی کام مین لگایا جاوے اور گائے سے دودھ لیا جاوے۔ مگر گوشت کی بھی ایک ضرورت ہی اسکو بھی اس کارآمد جانور سے پورا کیا جاوے۔ تاکہ ایسا دن نہ آوے کہ ہم کو گائے کے حد سے زیادہ ہو جانے پر جبکہ وہ بہت سی انسانی جانون کی ہلاکت کا موجب ہو چکی ہو۔ اس کا بیفائدہ خون کرنا پڑے پس کیا حرج ہے کہ ترازو کے دونون پلڑے برابر رکھنے کے لئے ہم تو گائے اور دوسرے جانورون کو اندازے کے موافق اور اپنی ضروریات کے مطابق پہلے ہی سے استعمال مین لائین اور ان کے گوشت سے فائدہ اٹھائین۔

والسلام

عبدالسلام کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیارپور۔

یسوع کی ناکامی

ہر ایک درخت اپنے پھلون سے پہچانا جاتا ہے۔ جو درخت کہ عمدہ اور میٹھا پھل
لاوے وہ اچھا اور قیمتی گنا جاتا ہے اور جو اچھا پھل نہ لاوے اسکی کچھ قدر نہین کی جاتی
اور نہ ہی اس کی کچھ زیادہ قیمت ہوتی ہے۔ اور ساتھ ہی جس باغ مین مفید اور
پھلدار درخت ہون۔ وہ اس کے باغبان کے حسن انتظام پر دلالت کرتے ہین۔
اور ایسے باغ کو دیکھکر ایک سمجھدار انسان سمجھ سکتا ہے کہ اس کا مالی ایک دانا
اور محنتی آدمی ہے جس نے ایسے پھلدار درخت لگائے ہین۔ کہ جن سے ہزارون
اور لاکھون آدمیون کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اور وہ اپنے فن مین بھی کامل اور تجربہ کار
ہے کیونکہ درختون کی پرورش کرنیکو مناسب اوقات پر پانی دینا۔ ان پر نئے اور
عمدہ پیوند لگانا۔ اور موسم کی مختلف حالتون مین ان کی ہر قسم کی نگرانی کرنا۔ یہ باغبانی
کے فن کے کمال اور لمبے تجربہ پر دلالت کرتا ہے اور ایسے شخص ہی کی محنتون
اور کوششون کا نتیجہ ہوگا۔ کہ باغ مین ایسے پھلون کا ایک خاصہ مجموعہ ہو جائیگا
کہ جو نہ صرف شیرین اور لذیذ ہونگے بلکہ صدہا بیماریون مین شفا کے باعث ٹھہرینگے
برخلاف ایسے محنتی اور ہوشیار باغبان کے کیسا کاہل اور نادان ہے وہ باغبان
جو کہ ایک باغ لگاتا ہے اور اس مین کچھ پودے لگاتا ہے جن سے نہ تو وہ خود
فائدہ اٹھا سکتا ہے اور نہ دنیا کو کچھ فائدہ پہنچا سکتا ہے کیونکہ اول تو وہ اس قدر

محنت اور کوشش برداشت کر ہی نہیں سکتا کہ طرحطرح کے مفید اور کارآمد پودہ جمع کرے اگر کسی قدر جمع بھی کرے تو وقت پر پانی نہ دے۔ کھاد نہ ڈالے وقت پر پیوند نہ لگاوے اور موسم کی سختیوں اور چوپائیوں کی منہ زوریوں سے حفاظت نہ کرنے سے وہ انکو تباہ کر ڈالتا ہے۔

پس آپ سمجھ سکتے ہیں۔ کیا ایسے درخت کبھی عمدہ پھل لا سکتے ہین۔ اور اس باغبان کی کیا قدر ہو سکتی ہے کیا ایسے باغبان کو کوئی مفید کہ سکتا ہے یا ایسا عقلمند باغبان بنانے کے لایق ہو سکتا ہے ہرگز نہین ایسے کو باغبان بنانا ہی فضول ہے کیونکہ اسنے پودون کو ایسے طور پر پرورش نہین کیا۔ کہ عمدہ پھل دین۔ اور مفید ہو سکین۔ کیونکہ علاوہ اس کے کہ لوگ ان پھلون کو ناپسند کرین۔ باغبان خود بھی کہتا ہے۔ کہ یہ پھل کڑوا ہے اور یہ پھل ترش ہے۔

اسی طرح دنیا بھی ایک باغ ہے۔ اس کے اچھے پھل تیار کرنے کے لئے بھی باغبان آتے ہین۔ تاکہ ان درختون کو پھلدار بنائین۔ اسی واسطے بہت سے باغبان آئے لیکن یہان دو ہی باغبانون کا ذکر کرون گا۔ جنکو دو مختلف گروہ مانتے ہین۔ کہ یہ حقیقی باغبان ہین اور انہون نے پھلدار بوٹے پیدا کئے ہین۔ اور مین انشاءاللہ ثابت کرونگا۔ کہ کون حقیقی باغبان ہے اور کسکو یونہی باغ لگانے والا قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ اسنے ایک بھی بوٹا تیار نہین کیا۔ اور وہ خود بھی اسبات کا اقرار کرتا ہے کہ مین نے کوئی پھل لانے والا درخت تیار نہین کیا۔ ان دونون مین سے اول اگر تو ہمارے سردار نبی امی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہین جنھون نے

انسانون کو بہلدار بنایا! ورنا نع الناس بنایا! در خود بہی یقین ہوگیا۔ کہ عمدہ اور مفید ہین۔

آخر الدکر یسوع مسیح ہین جنکو کہ یونہی باغ کا منتظم قرار دیا گیا ہے اور کوئی انسان ان کی صحبت سے مفید پیدا نہ ہو سکا۔ بلکہ بے ایمان اور مرتد ان کی صحبت سے رہے جنکی بابت وہ خود فرماتے ہین۔

متی باب ۸ آیت ۲۳ سے ۲۷ تک۔ ہین ٔانے اپنے شاگردون کو کہا۔ کہ اے کم اعتقادو۔ مرقس باب ۴۔ آیت ۴۰۔ اب تک ایمان نہین رکہتے لوقا باب ۸۔ آیت ۲۵۔ تمہارا ایمان کہان گیا۔ متی باب ۱۵۔ آیت ۱۹۔ جو باتین منہ سے نکلتی ہین۔ وہ دل سے نکلتی ہین۔ اور وہی آدمی کو ناپاک کرتی ہین۔

متی باب ۱۶۔ آیت ۸۔ اے کم اعتقادو۔ مرقس باب ۸ آیت۔ کیا تمہارا دل سخت ہوگیا ہے۔ آنکہین ہین۔ اور تم دیکہتے نہین! کان ہین اور تم سنتے نہین۔

متی باب ۲۶ آیت ۲۱۔ } تم مین سے ایک مجہے پکڑوائیگا۔
یوحنا باب ۱۳ آیت ۲۲۔ } تم مین سے ایک مجہے پکڑوائیگا۔

مرقس باب ۱۴ آیت ۱۸۔ ایک جو میرے ساتہ کہاتا ہے مجہے پکڑوائیگا

یوحنا باب ۱۳ آیت ۳۷۔ ۳۸۔ مین (پطرس) تو تیرے لئے اپنی جان دونگا۔ یسوع نے جواب دیا۔ کیا تو میرے لئے اپنی جان دیگا۔ مین تجہہ سے سچ کہتا

ہون۔کہ مرغ بانگ نہ دیگا۔جب تک کہ تو تین بار میرا انکار نہ کرلیگا۔

مرقس باب ۹ آیت ۱۹۔اے بے اعتقاد قوم مین کب تک تمہارے ساتہہ رہونگا۔

متی باب ۷ا آیت ۷ا۔اے بے اعتقاد اور کجرو قوم۔

یہ پودے ہین جوکہ یسوع نے لگائے ہین۔اور یہ ڈیلوے خود شاگردون کو یسوع نے دیئے ہین۔اس لئے ہم کو اور ضرورت نہین رہتی۔کہ ہم ثابت کرین کہ اس کے تعلیم یافتہ کیسے تھے۔اور کیا کچہہ اسنے تیار کیا یا کیا کچہہ اس مین طاقت تہی۔کہ شاگرد کو تیار کرے۔

اس کے مقابلہ مین اپنے سردار افضل الانبیاء کو پیش کرتا ہون۔کہ وہ کیسا معلم تہا۔اور اس نے کیا تیار کیا۔اور اس نے کیا اپنے شاگردون کے بارے مین کہا ہے ابی سعید سے روایت ہے ؏

مسلم فضایل ابی بکر۔ قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان امنّ الناس علی فی مالہ وصحبتہ ابو بکر۔ترجمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب لوگون سے زیادہ مجہپر ابو بکر کا احسان ہے۔مال کا بہی اور صحبت کا بہی۔

مسلم فضایل ابی بکر۔عبداللّٰہ ابن مسعود یحدث عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔انہ قال لوکنت متخذًا خلیلًا لاتخذت ابا بکرٍ خلیلًا ولکنہ اخی وصاحبی وقد اتخذ اللہ صاحبکم خلیلا۔ترجمہ عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مین کیسکو جانی دوست بناتا دسوا خدا کے تو ابو بکر

کو بناتا۔ لیکن وہ میرے بہائی اور صاحب ہین۔ اور تمہارے صاحب کو اللہ نے خلیل بنایا ہے
مسلم فضایل ابی بکر۔ عن ابی ھویرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من اصبح منکم الیوم صائما قال ابو بکر انا قال فمن اتبع منکم الیوم جنازۃ قال ابو بکر انا قال فمن اطعم منکم الیوم مسکینا قال ابو بکر انا قال فمن عاد منکم الیوم مریضا قال ابو بکر انا فقال رسول اللہ صلے اللہ وسلم ما اجتمعن فی امرءٍ الا دخل الجنۃ۔ ترجمہ ابوہریرہ سے روایت ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج کے دن تم مین سے کون روزہ دار ہے ابو بکر نے کہا مین پر آپ نے فرمایا آجکے دن تم مین سے کس نے مسکین کو کہانا کہلایا ابو بکر نے کہا مین نے آپ نے فرمایا آجکے دن تم مین سے کس نے بیمار کی پرسش اعنی عیادت کی ابو بکر نے کہا مین نے آپ نے فرمایا جس مین یہ سب باتین جمع ہون وہ جنت مین جاویگا۔

فضایل حضرت عمرؓ۔ عن ابی سعید الخدری یقول قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بینما انا نائم رایت الناس یعرضون وعلیہم قمص منہا ما یبلغ الثدی ومنہا ما یبلغ دون ذالک ومر عمر بن الخطاب وعلیہ قمیص یجرہ قالوا ماذا اولت ذالک یا رسول اللہ قال الدین۔ ترجمہ ابوسعید خدری سے روایت ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس حالت مین مین سو رہا تہا مین نے لوگون کو دیکہا سامنے لائے جاتے ہین اور وہ کرتے پہنے ہوئے ہین بعضونکے کرتے چہاتی تک ہین اور بعضونکے اسکے نیچے پہر عمر نکلے تو وہ اتنا نیچا کرتا پہنے تہے جو زمین پر گہسٹا جاتا تہا۔ لوگون نے عرض کیا یا رسول اللہ اسکی تعبیر کیا ہے آپ نے فرمایا دین۔

مسلم۔ عن جابر عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال دخلت الجنۃ فرایت فیہا دارا او قصرا فقلت لمن ھذا فقالوا لعمر بن الخطاب۔ ترجمہ جابر سے روایت ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سنے فرمایا مین جنت مین گیا۔ اور وہان ایک گھر یا محل دیکھا مین نے پوچھا یہ کس کا ہی تو کون
نے کہا عمر بن خطاب کا۔ عن سعد قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم والذی
نفسی بیدہ ما لقیت الشیطان قط سالکا فجا الا سلک فجا غیر فجک۔ ترجمہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اسکی جسکی ہاتھ مین میری جان ہے جب تمکو (عمرؓ) شیطان دیکھتا ہی
کسی راہ مین چلتا ہو۔ تو اس راہ کو جس مین تم چلتے ہو۔ چھوڑکر دوسری راہ مین جاتا ہے۔
مسلم۔ عن ابی موسی الاشعری قال جلس النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال
افتح وبشرہ بالجنۃ۔ ترجمہ ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہی۔ ایک بار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
مدینہ کے کسی باغ مین تھے۔ پھر تیسرے شخص نے دروازہ کھلوایا۔ آپ بیٹھ گئے آپ نے فرمایا کھول دے
اور اسکو (عثمانؓ) جنت کی خوشخبری دے۔ مسلم حضرت علیؓ کی بزرگی کا بیان۔ عن سعد بن
ابی وقاص قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لعلی انت منی بمنزلۃ ھارون
من موسیٰ۔ ترجمہ سعد بن ابی وقاص سے روایت ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت علی سے تم
میرے پاس ایسے ہو جیسے حضرت ہارون تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام پاس۔ مسلم سعد بن ابی وقاص کی فضیلت
کا بیان۔ عن علی یقول ما جمع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ابویہ لاحد غیر سعد بن
مالک۔ ترجمہ حضرت علی سے روایت ہی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے مان باپ کو کسیکے لئے جمع نہین کیا
(یعنی یون نہین فرمایا کہ میرے مانباپ تجھپر فدا ہون) مگر سعد بن مالک کیلئے۔ مسلم فضیلت زبیر رضی اللہ تعالیٰ
عن جابر بن عبد اللہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لکل نبی حواری وحواری الزبیر
ترجمہ جابر بن عبد اللہ سے روایت ہی آپ نے فرمایا ہر پیغمبر کا ایک خاص مصاحب ہوتا ہی اور میرا خاص مصاحب زبیر ہے
مسلم فضایل طلحۃ۔ عن ابی ھریرہ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان علی حراء ھو وابوبکر و

عمر و علی و عثمان و طلحة و الزبیر فتحرکت الصخرة فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اھدئی فما علیک الا نبی او صدیق او شہید - ترجمہ بوہریرہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرا پہاڑ پر تھے اور آپ کے ساتھ ابو بکر اور عمر اور علی اور عثمان اور طلحہ اور زبیر تھے اس کا پتھر ہلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھم جا اے حرا تیرے اوپر کوئی نہیں ہے - مگر نبی یا صدیق یا شہید - مسلم فضایل حسن علیہ السلام - عن ابی ھریرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لحسن انی احبہ فاحبہ واحبب من یحبہ - ترجمہ ابو ہریرہ سے روایت ہے - رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام حسن علیہ السلام کے لئے یا اللہ میں اسکو چاہتا ہوں یعنی اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی محبت رکھہ اس سے اور محبت رکھہ اس سے جو محبت رکھے اس سے -

یہ سندات ہیں جو کہ آخر الذکر استاد نے اپنے شاگردوں کو دیں - سو یہ پبلک کے آگے پیش کر دی جاتی ہیں - وہ خود فیصلہ کرے کہ کون باغبان لایق ہے اور کس نے پودے تیار کئے - ہم یسوع کی زبان پر ہی فیصلہ چھوڑتے ہیں - کہ اس کا اپنے چیلوں کی بابت کیا خیال تھا - اور وہ ان کو کیسے سمجھتا تھا - جو کہ رات دن ان کے حالات کا واقف تھا! - وہ اسنے کیا تیار کیا - اس سے آپ خود ہی اندازہ کریں کہ آجکل کے مسیحی کیا کر دکھائیں گے - جبکہ ان کے استاد کی تمام محنت کا یہ نتیجہ ہے کہ سوائے ایک مجرد قوم بنانے کے سوا اور کچھہ نہ کر سکا - تو ان کے بعد کون مصلح پیدا ہوگا - کیونکہ شاگرد تو خمیر کے مانند تھے - جیسا کہ یہاں یسوع نے بائبل میں کہا ہے - جبکہ خمیر ہی خراب ہے - تو آٹے سے کیا عمدہ ہونے کی امید ہو سکتی ہے - والسلام

(عبد السلام کاٹھہ گڑھ ضلع ہوشیار پور)

نمبر ۱

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آج آپکی تار کے ذریعہ سے یک دفعہ ایک غم کی خبر یعنے واقعہ وفات عزیزی سیٹھ احمد صاحب کی بیوی کا سنکر دل کو بہت غم اور صدمہ پہنچا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دنیا کی ناپائیداری کا یہ نمونہ ہے کہ ابہی تہوڑے دن گذرے ہین کہ عزیز موصوف کی شادی کا اہتمام ہوا تہا اور آج وہ مرحومہ قبر مین ہے۔ جس قدر اس ناگہانی واقعہ سے آپ کو اور سب عزیزون کو صدمہ پہنچا ہوگا اسکا کون اندازہ کرسکتا ہے اللہ تعالیٰ صبر جمیل عطا کرے اور نعم البدل عطا فرماوے اور عزیزی سیٹھ احمد صاحب کی عمر لمبی کرکر آمین ثم آمین۔ اس خبر کے پہنچنے پر ظہر کی نماز میں جنازہ پڑہا گیا اور نماز مین مرحومہ کی مغفرت کیلئے بہت ہی دعا کی گئی اللہ تعالیٰ آپ کو ایسے غم اور صدمہ کے عوض میں بہت سی خوشی پہنچاوے۔ آمین باقی تادم تحریر خیریت ہی۔ والسلام

خاکسار میرزا غلام احمد ۱۳ ستمبر ۱۸۹۹ء

نمبر ۲

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنائت نامہ پہنچا۔ میں بباعث قدیمی بیماری کے جو آجکل ستمبر کے مہینہ مین اکثر مجھے ہوتی ہے بیمار رہا اور اب تک میری طبیعت صاف نہین ہے اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو یکم اکتوبر یعنی موسم کی تبدیلی کے وقت طبیعت صاف ہوگی۔ اور میرے آن مکرم کے اسمقدمہ کے

لئے بھی دُعا کرنی شروع کر دی ہے اور عزیزی سیٹھ احمد صاحب کی بیوی کیلئے بھی دعا کرتا ہوں۔ امید کہ طبیعت درست ہونے پر بہت توجہ سے دُعا کروں گا۔ میری طبیعت کچھ ایسی ضعیف اور کمزور ہو رہی ہے کہ بسا اوقات مین خیال کرتا ہون کہ گویا چند دم ہی میری عمر مین سے باقی ہین مگر باایں ہمہ آپکے لئے مین دعا کرنیکو کبھی نہین بھولتا۔ میں انشاءاللہ اگر خدا تعالیٰ کے فضل سے زندگی ہوئی تو آپ کے ہر مقصد کیلئے دعا کرونگا اور مجھے امید بھی ہے کہ اگر مجھے دعا کرنے کیلئے وقت دیا گیا تو وہ دعا قبول ہوگی۔ میں بباعث علالت طبع کے اِسوقت زیادہ نہین لکھ سکتا اسلئے اسی قدر پر چھوڑتا ہون والسلام۔ خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور

نمبر ۳

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ پہنچا مجھے سخت افسوس ہے جسکو مین بھول نہین سکتا کہ مجھ کو اس حادثہ وفات کے وقت اس کامل دُعا کا موقعہ نہین ملا جو اکثر کرشمہ قدرت دکھلاتی ہے مین دعا تو کرتا رہا مگر وہ اضطرار جو سینہ مین ایک جلن پیدا کرتا ہے اور دلکو بے چین کرتا ہے وہ اس لئے کامل طور پر پیدا نہ ہوا کہ آپ کے عنایت ناموں مین جو حال مین آئے تھے یہ فقرہ بھی درج ہوتا رہا کہ اب کسی قدر آرام ہے اور آخری خط آپ کا جو نہایت اضطراب سے بھرا ہوا تھا اُس تار کے بعد آیا جسمین وفات کی خبر تھی۔ اس خانہ ویرانی سے جو دوبارہ وقوع مین آ گئی رنج اور غم تو بہت ہی ہے اور نہ معلوم آپ پر کیا کیا قلق اور رنج گذرا ہوگا لیکن خداوند

کریم و رحیم کی اسمین کوئی بڑی حکمت ہوگی۔ یہ بیماری طبیبون کے نزدیک متعدی بہی ہوتی ہے اور اُس گہر مین جو ایسی بیماری ہو سب کو خطرہ ہوتا ہے اور خاوند کے لئے سب سے زیادہ سو شاید ایک یہی حکمت ہے خداوند تعالیٰ عزیزی سیٹھ احمد صاحب کی عمر دراز کرے اور اس کے عوض میں بہتر صورت عطا فرمائے۔ یہ ضروری ہے کہ آپ اِس غم کو حد سے زیادہ اپنے دل پر نہ ڈالین کہ ہر ایک مصیبت کا اجر ہے اور مناسب ہے کہ آپ کے دفعہ ایسے خاندان سے رشتہ نہ کرین جنمین یہ بیماری ہے اور نیز جو آپ نے اپنے لئے تحریک کی تہی اس تحریک سے بہی سست نہ ہون خدا تعالیٰ پر توکل کر کے ہر ایک کام درست ہو جاتا ہے سب خیریت ہو۔ کتاب تریاق القلوب چہپ رہی ہے انشاء اللہ القدیر دو تین ہفتہ تک چہپ جائیگی۔ باقی خیریت ہے والسلام

خاکسار میرزا غلام احمد ۶ ستمبر ۹۹ء

نمبر ۴۸

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ پرسون کی ڈاک میں اور ایک سو روپیہ مرسلہ آن مکرم مجہہ کو ملا۔ خدا تعالیٰ جزاء خیر بخشے آمین ثم آمین۔ مجہے پہر معلوم نہیں ہوا کہ وہ کار خیر انجام پذیر ہو گیا ہے یا ابہی کوئی تاریخ مقرر ہے امید کہ اس سے ضرور مطلع فرماوینگے باقی اس جگہ ہر طرح سے خیریت ہو۔ کتاب تریاق القلوب ابہی چہپ رہی ہے اور رسالہ مسیح ہند بہی چہپ رہا ہے اور رسالہ ستارہ قیصرہ چہپ چکا ہے امید کہ آن مکرم کی خدمت مین پہنچ گیا ہوگا۔ ۲۷ اگست ۹۹ء کو مجہہ کو... نسبت یہ الہام ہوا

خدا نے ارادہ کیا ہے کہ تیرا نام بڑھا دے اور آفاق مین تیرے نام کی خوب چمک دکھاوے آسمان سے کئی تخت اُترے مگر سب سے اونچا تیرا تخت بچھایا گیا دشمنوں سے ملاقات کرتے وقت ملائکہ نے تیری مدد کی۔

خاکسار میرزا غلام احمد

نمبر ۵

مخدومی مکرمی سیٹھ صاحب السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ۔ عنایت نامہ عین انتظاری مین پہنچا۔ مجھے اس سے بہت خوشی ہوئی کہ ہر مبارک کام کیلئے آپ کی سلسلہ جنبانی کامیابی کے ساتھ انجام پذیر ہوئی مجھے آپ کے اُس کام کی خبر نہ تھی مگر مینے آپ کے اِس سفر کیلئے بہت ہی دُعا کی کہ جو جو مطالب اس سفر مین مدنظر ہین خدا تعالی اُنکو انجام دے مجھے امید ہے کہ وہ دعائین قبول ہوگئی ہونگی۔ امید کہ عقد نکاح کے بعد ضرور مسرور الوقت فرماوین۔ میرے نزدیک یہ کام نہ صرف مناسب بلکہ بہت ضروری تھا اللہ تعالی اُس مین برکت ڈالے اور بہت سی برکات کا موجب کرے آمین ثم آمین باقی سب طرح سے خیریت ہے والسلام

خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ۲۰ اگست ۹۹ء

نمبر ۶

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ مبلغ ایک سُو روپیہ مرسلہ آن مکرم اُس سو روپیہ کے بعد جو پہلے آن مکرم بھیج چکے تھے مجھ کو پہنچا اللہ تعالی بہت

بہت جزائے دنیا و آخرت مین آپ کو دے اور اپنے فضل و کرم سے بلاؤن سے بچاوے آمین ثم آمین - اب جیساکہ آپ نے تحریر فرمایا تہا آپ کی تشریف آوری کی انتظار رہے اللہ تعالی تمام تر خیریت و عافیت کے ساتہہ آپکو لاوے آمین ثم آمین - منجمین اخبارون کے ذریعہ شور مچا رہے ہین کہ ۱۳ نومبر ۱۸۹۹ء تک دنیا کا خاتمہ ہے یعنی اگر ستارہ کی زمین کے ساتہہ ٹکر ہو گئی لیکن اب تک مجہہ کچہہ معلوم نہین ہوا خداتعالی لوگون کو توبہ کی توفیق دے - موسم کے حالات ردی ہین پنجاب مین بارش نہین ہوئی خریف اور ربیع دونون سے زمیندارون کو ناامیدی ہو گئی کلکتہ مین طاعون شروع ہو گیا اخبار مین لکہا ہے کہ جناب نواب والسرائے بہادر نے طاعون کا ٹیکا لگوایا ہے زیادہ خیریت ہی والسلام - خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ۲۵ اگست ۱۸۹۹ء

نمبر ۷

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الحمدللہ والمنۃ کہ اب میرے گہر مین ہر طرح سے خیریت ہے آپ کے حالات کیطرف نظر لگی ہوئی ہے خداتعالی ہماری عاجزانہ دعاؤن کا نیک نتیجہ ہمکو دکہاوے - آمین ثم آمین دعا کا سلسلہ جناب باری مین جاری ہے اور وہ رحیم و کریم ہے زیادہ خیریت ہی والسلام

خاکسار میرزا غلام احمد عفی عنہ از قادیان ۸ جولائی ۹۹ء

نمبر ۸

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ خداتعالی کے

فضل اور توفیق سے ہمیشہ نماز اور خارج کے وقت آپ کی مہمات اور بہبودی دنیا و آخرت
کیلئے دعا کرتا ہون اور اُمیدوار ہون کہ قبول حضرت عزّت ہو۔ کل سے میری طبیعت
علیل ہو گئی ہے کل شام کے وقت مسجد مین اپنے تمام دوستون کے روبرو جو حاضر تھے
سخت درجہ کا عارضہ لاحق حال ہوا اور یک دفعہ تمام بدن سرد اور نبض کمزور اور طبیعت
مین سخت گھبراہٹ شروع ہو گئی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا زندگی مین ایک دو دم باقی
ہین۔ بہت نازک حالت ہو کر پھر صحت کیطرف عود ہوا مگر ابتک کلی اطمینان نہین کچھہ
کچھہ آثار عود مرض کے ہین اللہ تعالیٰ فضل اور رحم فرماوے ایسے وقتون مین مجھے ہمیشہ
مشک کام آتی ہے اُس وقت مشک جو آپ نے بمبئی سے منگوائی تھی گھر سے منگوائی
گئی تھی لیکن طبیعت کی سخت سرگردانی اور دل کے اضطراب کی وجہ سے وہ مشک
کھولنے کیوقت زمین پر متفرق ہو کر گر گئی اور گرمی کے سبب سے خشک تھی اور ہوا چل
رہی تھی ضائع ہو گئی اسلئے مجھے دوبارہ آپ کو تکلیف دینی پڑی یہ مشک بہت عمدہ تھی
اسی دوکان سے ایک تولہ مشک لے کر جہان تک ممکن ہو جلد ارسال فرماوین کہ دورہ مرض
کا سخت اندیشہ ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ ہے آپ نے یہ مشک بمبئی سے منگوائی
تھی باقی خیریت ہے اس وقت بھی طبیعت صحت پر نہین رجسٹر کرا کر یہ خط بھیجتا ہون۔
مین انشاء اللہ القدیر آپ کے صاحبزادہ سیٹھہ احمد صاحب کے لئے اور اُنکی دنیا و عاقبت
کی کامیابی کیلئے بہت دعا کرونگا۔ میری طرف سے سلام علیک اُنکو پہنچے۔ والسلام

خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی

نمبر ۹

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب عبدالرحمن صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
ہر طرح پر اللہ جل شانہ کے فضل پر امید رکھنا چاہئے اگر کوئی تاجر تباہ حالت میں ہوگیا ہو
تو ہر ایک سے اللہ تعالیٰ کا معاملہ جدا ہے کسی کی تباہی اور سرسبزی محض بد اتفاقات سے
نہیں ہوتی بلکہ خدا تعالیٰ کے ارادہ سے ہوتی ہے۔ میں جیسا کہ آپ کے روبرو آپ کے
لئے دعا میں مشغول تھا ویسا ہی آپ کے بعد بھی مشغول ہوں اور ہر طرح پر اللہ جلشانہ
کی ذات پر نیک امید رکھتے ہیں امید کہ حالات خیریت آیات سے اطلاع بخشتے رہیں گے
اور اس جگہ پر تادم تحریر ہذا خیریت ہے۔ والسلام خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان
خط بند کرنیکے بعد مبلغ ایک سو روپیہ بذریعہ منی آرڈر پہنچ گیا۔ جزاکم اللہ خیرا۔

۲۶ مئی ۱۸۹۹ء

نمبر ۱۰

مخدوم مکرم اخویم سیٹھ صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ تار در اس سے بخیر و عافیت
میرے پاس پہنچ گئی۔ الحمد للہ کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے راہ کی آفات سے بچا کر سلامتی
کے ساتھ گھر میں پہنچا دیا۔ اسی طرح میں جناب الٰہی میں دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو معاملات
تشویشات سے بھی رہائی بخش کر ہمیشہ آپ کے ساتھ ہو اور اپنی مرضی کی راہوں پر چلا دے
آمین ثم آمین۔ امید رکھتا ہوں کہ آپ ہمیشہ اپنے حالات سے مطلع فرماتے رہیں گے
بخدمت دیگران سلام مسنون۔

خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان۔ ۱۵ ستمبر ۱۸۹۹ء

نمبر ۱۱

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہ ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عنایت نامہ پہنچا اب بفضلہ تعالیٰ میری طبیعت ٹھہر گئی ہے دورہ مرض سے امن ہے حقیقت میں یہ عمر جب انسان ساٹھ پینسٹھ سال کا ہو جاتا ہے مرنیکے لئے ایک بہانہ چاہتی ہے جیسا کہ ایک بوسیدہ دیوار ۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس قدر سخت حملوں سے وہ بچا لیتا ہے ۔ کل کی تاریخ عنبر بھی پہنچ گیا میری طرف سے اس مہربان دوست کی خدمت میں شکریہ ادا کریں جنہوں نے میری بیماری کا حال سنکر اپنی عنایت اور ہمدردی محض للہ ظاہر کی ۔ خدا تعالیٰ اُن کو اس خدمت کا اجر بخشے اور ساتھ ہی آپ کو آمین ثم آمین ۔ میرے گھر میں جو ایام امید سے تھے ۱۴ - جون کو اول دروزہ کے وقت ہولناک پیدا ہو گئی یعنے بدن تمام سرد ہو گیا اور ضعف کمال کو پہنچا اور غشی کے آثار ظاہر ہونے لگے ۔ اُس وقت مینے خیال کیا کہ شاید اب اسوقت یہ عاجزہ اس فانی کو الوداع کہتی ہے بچوں کی سخت دردناک حالت تھی اور دوسرے گھر میں رہنے والی عورتیں اور اُن کی والدہ تمام مُردہ کی طرح اور نیم جان سے تھے کیونکہ ردّی علامتیں یکدفعہ پیدا ہو گئی تھیں اس حالت میں اُنکا آخری دم خیال کر کے اور پھر خدا کی قدرت کو بھی مظہر العجائب یقین کر کے انکی صحت کیلئے مینے دعا کی یکدفعہ حالت بدل گئی اور الہام ہوا تحویل الموت یعنے ہمنے موت کو ٹال دیا اور دوسرے وقت پر ڈال دیا اور بدن پھر گرم ہو گیا اور حواس قائم ہو گئے اور لڑکا پیدا ہوا جس کا نام مبارک احمد رکھا گیا اس تنگی اور گھبراہٹ کی حالت میں مینے مناسب سمجھا کہ آپ کیلئے بھی ساتھ دعا کروں چنانچہ کئی دفعہ دعا کی گئی زیادہ خیریت ہے ۔ اسوقت میں خط لکھ چکا تھا کہ پھر سخت کمر میں درد اور تپ میری گھر میں ہو گیا سخت بیتابی ہو گئی ہے اللہ تعالیٰ رحم فرما دے ۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد ۔

ڈائری حضرتِ اقدس

دوسرا حصہ

کیمیا†

فرمایا کہ بہت سی لوگ کیمیا کی فکر میں لگے رہتے ہین اور عمر کو ضائع کرتے ہین اور بجاے اسکے کہ کچھہ حاصل کرین جو کچھہ پاس ہوتا ہے اسکو بھی کہو دیتے ہین - ایک شخص بٹالہ کا رہنے والا تہا جو کہ کسی قدر غربت سے گذارہ کرتا تہا اور اُس نے جو مکان رہایش کے لئے بنایا تہا اُسکے باہر کی ایک ایک اینٹ تو پکی تہی اور باقی اندر سے کچا تہا - ایک دن اُسے ایک فقیر ملا جو بہت وظیفہ پڑہتا رہتا تہا اور ظاہرا نہایت نیک معلوم ہوتا تہا بوجہ اُسکے ظاہری ورد وظایف کے وہ سادہ لوح آدمی اُسکے ساتہہ بہت بیٹھتا اور تعلق رکہتا تہا کچھہ مدت کے بعد اس فقیر نے بڑی سنجیدگی سے اُس آدمی سے پوچہا کہ تمنے یہ مکان اِس طرح پر کیون بنایا ہے کیون نہین سارا پختہ بنا لیتے اس نے جواب دیا کہ روپیہ نہین غریب ہون - اِس پر فقیر نے کہا روپیہ کی کیا بات ہو اور اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا - اِس ذو معنے جواب پر اُس شخص کو کچھہ خیال پیدا ہوا اور اُس نے اُس سے پوچہا کہ کیا تم کچھہ کیمیا جانتے ہو اُس نے کہا کہ ہان اوستاد صاحب جانتے تہے اور بہت اصرار کے بعد مان لیا کہ مجھہ کو بھی آتا ہے پر مین کسی کو بتاتا نہین چونکہ تم بہت پیچھے پڑے ہو اس لیئے کچھہ تمکو بتا دیتا ہون اور یہ کہکر اُس کو گھر کا زیور اکٹھا کرنے کی ترغیب دی

† نوٹ - یہ باتین سیر مین ہوئین مگر چونکہ کوئی اخبار نویس ساتھہ نہ تہا اس لیئے یہان ہی درج کر دی ہین - ایڈیٹر

اور کچھہ مدت تک باہر میدان میں جاکر وظیفہ پڑہتا رہا ایک دن زیور لیکر ہنڈیا
مین رکھنے لگا مگر کسی طرح اس زیور کو تو چرا لیا اور اسکی جگہ اینٹین اور روڑے
بہر دئیے اور خود وظیفہ کے بہانے باہر چلا گیا اور جاتے وقت کہہ گیا کہ اس ہنڈیا
کو بہت سی اپلوں مین رکھہ کر آگ دو مگر دیکھنا کچا نہ اُتارنا بلکہ جبتک میں نہ آؤن
اُسے ہاتہہ نہ لگانا۔ اس نے اُسکے کہنے کے مطابق اُس ہنڈیا کو خوب آگ
دی اور اس قدر دھواں ہوا کہ ہمسائے اکٹھے ہو گئے اور دروازہ کہلوا کر اندر
گھس گئے اور جب اس سے پوچھنے پر معلوم کیا کہ کیمیا بن رہا ہے تو انہوں نے اس شخص کو
سمجھایا کہ وہ تو تجھے لوٹ کر لے گیا اور جب ہنڈیا کھولی تو اس مین سے روڑے نکلے
چنانچہ وہ شخص جب کسی کام کے لئے گورداسپور گیا تو وہان اُسے معلوم ہوا کہ
وہی شخص کسی اور کو دہوکا دیگیا ہے اور وہان آگ جل رہی ہے پس اُس نے انکو
بہی سمجھا دیا کہ وہ مجھہ کو بہی لوٹ کر لے گیا ہے اور وہان بہی ہنڈیا کھولنے پر اینٹ
پتھر ہی نکلے۔ اِسی طرح قادیان کے پاس ایک گاؤن ہے وہان ایک کیمیاگر آیا اور
مسجد مین ٹھیرا۔ مسجد والے سے پوچھا کہ یہ مسجد ٹوٹی ہوئی ہے اِسکو بناتے کیون
نہین۔ اُس نے کہا کہ ہمارے آبا و اجداد کے زمانہ مین یہ مسجد بنی تہی اب ہم غریب
ہین اس قدر روپیہ نہین۔ اُس نے کہا کہ نہین روپیہ کا کیا ہے بند و بست ہو جائیگا
اور پوچھے جانے پر جواب دیا کہ مین چاندی بنا سکتا ہون چنانچہ اُس شخص نے
پچیس روپے دئیے اور وہ کیمیاگر اُسکو لیکر بٹالہ آیا اور وہان پہنچکر اُسکو صاف کی
ہوئی قلعی دیدی۔ وہ شخص بے چارہ سادہ لوح تہا فرق نہ کر سکا اور اپنے گاؤن مین

اگر سنار کو دکھلائی تو معلوم ہوا کہ بالکل بے قیمت ہے - اسی طرح ایک ڈپٹی ....
صاحب تھے جن کو مدت سے کیمیا کا شوق تھا اور اسمیں بہت روپیہ ضائع کر چکے تھے ایکدن
ایک آدمی اُنکے پاس آیا اور کہا کہ مین کیمیا بنانی جانتا ہون مگر سامان وغیرہ کیلئے
پانچسو روپیہ درکار ہے وہ ڈپٹی صاحب نے فوراً دلوادیا - روپیہ لیکر وہ شخص ایک پاس
کی دوکان مین بیٹھ گیا اور ڈپٹی صاحب کو کہلا بھیجا کہ روپیہ تو مین لے چکا اب
جو مرضی ہو کرو میں نہین دیتا - لینا ہے تو عدالت مین نالش کرو - ڈپٹی صاحب
اب ایسے بوڑھاپے مین نالش کس طرح کرتے اور کرتے تو اپنی بے عزتی ہوتی چُپ
ہو رہے - غرض یہ سب بیہودہ ہے -

(کیمیا کی مرض پہلے زمانہ مین تو عام طور پر تھی اور ہنود اسمین مدت سے
پھنسے ہوئے تھے مگر افسوس بعض تعلیم یافتہ لوگ بھی اب تک اسکے دلدادہ ہین
اسلام اِسکو بالکل ناجائز قرار دیتا ہے اور قرآن شریف سے ثابت ہے کہ رزق کریم
متقی کو ضرور ملتا ہے اور وہ رزق جس سے فایدہ پہنچے کریم ہی ہوتا ہے ورنہ
بہت سے ایسے مال ہوتے ہین جو ناجائز طریقون سے کمائے جاتے ہین اور
ناجایز باتون مین اور فضول رسومات مین اُٹھ جاتے ہین حالانکہ محنت اور نیکی سے
کمایا ہوا روپیہ اپنے اصل موقعہ پر خرچ ہوتا ہے جیسا کہ ان دو بھائیون کے قصّہ
سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے ابوھُما صالحا کی وجہ سے دو نبیون کو اِس
بات پر مامور کیا کہ وہ اُس روپیہ کی حفاظت کیلئے جو کہ نیکی اور تقویٰ سے کمایا
ہوا تھا ایک دیوار بنائین - پس انسان کے لئے متقی اور نیک بننا کیمیا گر بننے سے

بہت بہتر ہے اُس کیمیاگری مین تو روپیہ ضائع ہوتا ہے مگر اس کیمیاگری مین
دین بہی اور دُنیا بہی دونون سدھر جاتے ہین - افسوس ہے ان لوگون پر
جو ساری عمر یون ہی فضول ضایع کر دیتے ہین اور کیمیا کی تلاش مین ہی مرجاتے
ہین حالانکہ اس کوچہ مین سوائے نقصان مال اور نقصان ایمان اور کچہہ نہین
اور ایسا شخص بیکے نقصان مایہ و دیگر شماتت ہمسایہ کا مستحق ٹہرتا ہے اصل
کیمیا تقوےٰ ہے جس نے اسکو حاصل کر لیا اس نے سب کچہہ حاصل کر لیا اور جس نے
اِس نسخہ کو نہ آزمایا اس نے اپنی عمر کو ضایع کیا - اگر کیمیا واقعی ہو بہی تو بہی اس کے
پیچہے عمر کہونیوالا کبہی متقی اور پرہیز گار نہین ہو سکتا جسکو رات دن دنیا کی محبت لگی
رہیگی وہ اپنے پاک اور پیارے خدا کی محبت کو اپنے دل مین کس طرح جگہ دیگا - والسلام اوڈیٹر
(اصل ڈائری سے یہ دو تین سطرین کاتب کاپی سے رہ گئی تہین لہذا اس جگہ درج کر دی ہیں - اوڈیٹر)
خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وفی السماء رزقکم وما توعدون ۔ فورب السماء والارض انہ لحق
مثل ما انکم تنطقون ۔ یعنی ہر ایک انسان کو خدا تعالیٰ اپنے پاس سے روزی دیتا ہے حضرت
داؤد کہتے ہین کہ مین بچہ تہا اور اب بوڑہا ہو گیا ہون مگر آجتک مینے کسی صالح کی اولاد کو بہیک
مانگتے نہین دیکہا اسی طرح (توریت) مین ہے کہ نیکبخت انسان کا اثر اسکی سات پشت تک
جاتا ہے پہر قرآن مجید مین بہی ہے کہ کان ابوہما صالحا یعنی ان کا باپ صالح تہا -
اِسلئے خدا تعالیٰ نے اِنکا خزانہ محفوظ رکہا اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لڑکے کچہہ ایسے نیک نہ تہے -

کفارہ

کفارہ کی نسبت فرمایا کہ عیسائی کفارہ پر اس قدر زور دیتے ہین -
حالانکہ یہ بالکل لغویات ہے اِن کے اعتقاد کے موافق مسیح کی انسانیت

قربان ہوگئی مگر صفت خدائی زندہ رہی۔اب اِس پر یہ اعتراض ہوتا ہی کہ وہ جو دنیا کیلئے فدا ہوا وہ تو ایک انسان تہا خدا نہ تہا حالانکہ کفارہ کیلئے بموجب اُنہی کے اعتقاد کے خدا کا قربان ہونا ضروری تہا مگر ایسا نہین ہوا بلکہ ایک انسانی جسم فدا ہوا اور خدا زندہ رہا اور اگر خدا فدا ہوا تو اُس پر موت آئی۔ اصل مین اِس کفارہ کیوجہ سے ہی دنیا مین گناہونکی کثرت ہو رہی ہے مگر جب عیسائیون کو کہا جاتا ہے کہ کفارہ نے دُنیا مین گناہ پہیلایا ہے تو وہ جواب دیتے ہین کہ کفارہ صرف نجات کیلئے ہی ورنہ جب تک انسان پاک نہ ہو اور گناہون سے پرہیز نہ کرتا ہو کفارہ کچہہ نہین مگر جب انہی لوگون کیطرف دیکہا جاتا ہے جو اس قول کے کہنے والے ہین تو معلوم ہوتا ہی کہ طرح طرح کے گناہون مین مبتلا ہین ایک دفعہ ایک پادری کسی گنہ کی وجہ سی پکڑا گیا تو اوس نے جواب دیا کہ کفارہ ہو چکا ہے اب کوئی گنہ نہین اگر کفارہ گنہ کرنے سے نہین بچاتا تو اسکا کیا فایدہ چنانچہ اسکا جواب عیسائی کچہہ نہین دے سکتے ؎

عیسائیون کی ترقی

فرمایا کہ عام طور پر تو عیسائی صرف لالچ کیوجہ سی مذہب عیسوی مین داخل ہوتے ہین چنانچہ ایک موقعہ پہ جبکہ پادری گرسفورڈ مجہہ کو ملنے قادیان مین آئے تو اُن کے ساتہہ ایک نو عیسائی تہا جو انہین بہت اعتبار اور رسوخ رکہتا تہا مینے پادری صاحب سے پوچہا کہ کیا آپ اِس شخص کے سچے عیسائی ہونے پر یقین رکہتے ہین اور آپ کو اعتماد ہے کہ یہ خالص اور سچا عیسائی ہے تو اونہون نے اُسکے سامنے ہی کہا کہ نہین مجہہ کو یقین نہین اسی طرح ایک مولوی نے سنایا کہ ایک عورت عیسائی ہو گئی اور اسکو ایک میم لوگون کے

گہرون مین لیجاتی اور کہا کرتی کہ دیکہو یہ بڑی خاندانی عورت ہے، اور بڑے سچے
دل سے عیسائی ہوئی ہے اور بڑی نیک ہے آپ تمام لوگون کو اسکی نظیر پر چلنا چاہیئے
اور مجھے بہی کہا کہ یہ بڑی پاک اور نیک عورت ہے، دو تین ماہ کے بعد اسکے حمل کے
آثار ظاہر ہوئے حالانکہ وہ کنواری تہی۔ اسکے بعد وہ میم صاحبہ بہت ہی چہپ کر
باہر نکلتی تہین اور جب کبہی یا کسی اور شخص کو دیکھ لیتیں جو بات سے واقف ہو تو وہ راستہ
چہوڑ دیتیں اور دوسرے راستہ چلی جاتیں ایک دن مین اُنکی کوٹہی پر گیا اور کہا کہ میم
صاحبہ اب آپکی بزرگی کیا ہوئی تو اسکو سنکر اُس نے کہا کہ نہین نہین وہ حمل پہلے کا تہا تو
مینے کہا پہلے کا تہا یا پیچہے کا اس سے تو کوئی بحث نہین بات تو یہ ہے کہ اگر یہانکی عورتین اور
لڑکیاں اسکی نظیر پر چلتین تو کیسا غضب ہو جاتا۔ (جہان تک تو عیسائیون کی موجودہ
تعداد کو ہندوستان مین دیکہا جاتا ہے اسمین زیادہ تر حصہ ذلیل لوگون کا ہے جنکو خدا
اور رسول سے کوئی تعلق نہین بلکہ اپنے نفس اور اپنے عزیزون کو پالنے سے غرض ہے جو لڑکا
آوارہ ہوا گہر پر مان باپ نے تشدد کیا سکول مین اُستاد نے ڈانٹا ڈپٹا فوراً گرجا کی
پنہ مین داخل ہوگیا جہان کہ بغیر کسی کام کے ہر طرح کا عیش میسر آتا ہے نہ پڑہنا نہ لکہنا
آوارہ گردی مین سارا سارا دن ختم ہو گیا اور اتوار کے دن گرجہ مین پادری صاحب کو
شکل دکہادی۔ اسی طرح وہ عورتین جو اپنے گہرون مین عیاشی کرنے سے ڈرتی ہین وہ کسی
گرجہ کی پنہ مین آجاتی ہین۔ چوڑہے چمار جنکو سارا دن کام کرنیکے بعد اوقات بسری
کیلئے کچہہ ملتا تہا اُنہون نے عیسائی ہونیکو غنیمت جانا نہ انکو مذہب سے کوئی تعلق ہے اور نہ دین
ایمان سے غرض جہان پناہ ملے اور کہانے پینے کو ملے وہ وہین جانیکو تیار ہین۔ ہمارے

ریویو

رد چکڑالوی - یہ کتاب محمد ظہیرالدین صاحب کی تصنیف کردہ ہے - اور چکڑالوی کے عقاید کے رد مین ہے۔ مصنّفِ کتاب تصنیف کے کام مین بہت ہوشیار ہین اور جواب دینے کے طریق خوب جانتے ہین ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آجکل چکڑالوی یا اہل قرآن کے فتنہ سے بچنے کیلئے یہ کتاب احمدیون کو ضرورا پنے پاس رکھنی چاہیئے آیندہ ہم انشاءاللہ کچھہ اور بھی لکھین گے۔ ملنے کا پتہ :۔ دفتر اخبار الحکم قادیان ضلع گورداسپور

نوٹس

پہلے ہم نے ۱۰- فروری ۱۹۰۶ء کو ایک رسالہ بطور نمبر اول شایع کیا تھا جس مین ہماری غرض یہ تھی کہ ہمارا سال فروری سے شروع ہو مگر غلطی سے بجائے ۱۰- فروری کے ۱۰- جنوری لکھا گیا - اور اس طرح پر ہماری منشار پوری نہین ہوئی اس وقت ہم دو پرچے نمبر ۲ و ۳ اکٹھے شائع کرتے ہین لہذا جنوری ۱۹۰۶ء سے شروع سال سمجھا جاوے والسلام

مینیجر رسالہ تشحیذالاذہان

ریویو

مجموعہ فتاوی احمدیہ۔ یہ کتاب مولوی محمد فضل خان صاحب چنگوی نے حال ہی میں تیار کی ہے اور اسکے مضامین اسکے نام سے ہی ظاہر ہیں۔ انہوں نے نہایت کوشش اور محنت سے جماعت احمدیہ کی آسانی کیلئے حضرت مسیح موعود اور دیگر بزرگان فرقہ احمدیہ کے فتووں کو جو مختلف کتب اور اخبارات میں چھپتے رہے ہیں اکٹھا کیا ہے اور یہ اُن کا احسان تمام قوم پر ہے اور جہاں تک میں اس کتاب کو دیکھتا ہوں مجھے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک خواندہ احمدی کے گھر میں یہ کتاب ہونی چاہیئے کیونکہ بوجہ اُس عناد اور بغض کے جو مخالفین سلسلہ ہم سے رکھتے ہیں ہم کسی مسئلہ کے پوچھنے کیلئے اُن کے پاس نہیں جاسکتے اور نہ وہ گوارا کرتے ہیں اور نہ اُنکے مسایل اس قابل ہیں کہ اُن پر شرح صدر سے یقین کیا جائے کیونکہ اس وقت اسلام کے مختلف فرقہ ہیں اور مختلف مسائل اُنمیں رائج ہیں پس ہمارے لئے ضروری ہے کہ خدا کے مقرر کردہ حکم کے فیصلوں سے آگاہی حاصل کریں اور اُن پر کاربند ہوں اس کتاب میں ایک نقص رہ گیا ہے جسکا امید ہے کہ مؤلف صاحب آیندہ کسی موقعہ پر دور کرینگے اور وہ یہ ہے کہ اسمیں اُن جگہوں کے حوالہ نہیں دیئے گئے جہاں سے یہ فتوے لیے گئے ہیں تاکہ آیندہ لوگوں کو اس کے دیکھنے کا بھی موقعہ ملسکتا مگر بہر حال یہ کتاب قابل قدر ہے اور ہر ایک احمدی کو اس سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے اِس کتاب کے تین حصے ہیں قیمت حصہ اول (عہ) حصہ دوم (۸ر) حصہ سوم (۱۲ر) ہے اور مولوی **محمد فضل خان صاحب** احمدی (مصنف کتاب ہذا) ڈاکخانہ و مقام چنگا بنگیال تحصیل گوجرخان ضلع راولپنڈی سے ملسکتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حقانیت اسلام

بجواب

نو اسلام

اسلام میں تبدیلی پادری ڈاکٹر ایچ وائیٹ بریخٹ صاحب ڈی۔ڈی پی ایچ۔ ڈی نے قاہرہ (مصر) کی ایک مشنری کانفرنس میں ایک لیکچر دیا ہے جس میں آپ نے اس بات کو ثابت کرنیکی کوشش کی ہے کہ اسلام اپنی حالت کو بدل کر بالکل کچھ اور کا اور ہو گیا ہے۔ اور اس مضمون کا ہیڈنگ آپ نے نیا اسلام رکھا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ اکثر مسیحی مصنف اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اسلام نقش کالحجر کی طرح ہے مگر یہ بات غلط ہے کیونکہ مذہبی طور سے مسلمانوں میں بڑی بڑی تحریکیں ہوئیں اور خاصکر انہیں لوگوں میں جو شریعت پر چلنے والے ہیں اور گذشتہ صدی میں اسلام شریعت کے حدود اور قیود سے بھی تجاوز کر گیا ہے اور ایک نئے طبقہ میں قدم مارنا شروع کر دیا ہے اور ملاپنے کی زمانہ کا خاتمہ گویا قریب آگیا ہے۔ اب اس عبارت کو پڑھ کر کون عقلمند ہے جو پادری صاحب

کے علم و فضل کی داد نہ دیگا کیونکہ آپ نے پیرؤنکی تبدیلی کو مذہب کی تبدیلی قرار دیا ہے اگر ایک حصہ مسلمانوں کا اپنی بدبختی کی وجہ سے احکام اسلام پر عمل کرنے سے قاصر رہا گئے اور اپنی سستی اور کاہلی کیوجہ سے اس پر عمل نہ کر سکے تو اس سے اسلام پر کیا الزام آسکتا ہے - تبدیلی وہ ہے جو اصول میں ہو اور اصولی تبدیلی آپ اسلام میں قطعاً ثابت نہیں کر سکتے - اس بات سے ہمیں انکار نہیں کہ آجکل مسلمانوں میں بہت کچھ بدیاں پھیل گئی ہیں اور طرح طرح کے فسادان میں پڑ گئے ہیں مگر ساتھ ہی اکثر مسلمان ایسے ہیں جو بدی کرتے ہوئے مانتے ہیں کہ یہ بدی ہے وہ اپنی کمزوریوں سے واقف اور اپنی حالت سے خائف ہوتے ہیں وہ اپنے اعمال اپنی کتاب کے ذمہ نہیں لگاتے اور نہ وہ اپنے گندے کاموں کو نبی کریم کے احکام کے مطابق ٹھیراتے ہیں - اور اس طرح وہ اس بیمار کی طرح ہیں جو اپنی بیماری سے واقف ہو اور اس گمراہ کی طرح ہیں جو اپنی گمراہی سے آگاہ ہوں پس وہ اپنی بیماری سے بچنے کیلئے اور اصل راہ کو پانیکے لئے ہمیشہ بیتاب رہتے ہیں اور بہت سے ہیں جو نیکوں اور بزرگوں کے ملنے پر انکی صحبت سے فایدہ اٹھاتے ہیں - چنانچہ اس لئے اسلام میں خدا تعالے نے مجددوں کا ایک سلسلہ قایم کر دیا ہے کہ جسکی وجہ سے ہمیشہ کمزور اور گری ہوئی حالت کے لوگ توانا اور طاقتور ہو جاتے ہیں اور اپنی تمام کمزوریوں سے پاک ہو کر نیکی کے کاموں کے کرنیکی طاقت حاصل کر لیتے ہیں - اور یہ فخر صرف اسلام کو ہی حاصل ہے اور دوسرے مذاہب اس سے محروم ہیں - صرف اسی مذہب کو دعویٰ ہے کہ میرے پیرو ہر زمانہ میں خدا سے ہمکلام

ہو سکتے ہیں۔ اور اسی مذہب میں ہر صدی کے خاتمہ پر یا شروع میں ایک ایسا انسان پیدا ہوتا ہے جو دنیا کو گناہوں اور بدیوں سے بچاتا ہے۔ پس بعض مسلمانوں کی اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے اسلام پر حملہ کرنا اور اسکے اصول میں تبدیلی بتانا ایک سخت ہٹ دھرمی اور ضد ہے۔ جو کچھ قرآن شریف میں لکھا ہے اور جو کچھ نبی کریم نے فرمایا ہے اسی کے مطابق حضرت ابوبکرؓ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ۔ حسنؓ معاویہؓ نے کیا اور وہ دین جو انہوں نے اپنی زندگی میں پھیلایا تھا۔ وہی انہوں نے پھیلایا۔ جو دین کے اصول قرآن شریف نے بیان کئے ہیں۔ اور جو احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں وہی امام ابو حنیفہ۔ امام مالک۔ امام حنبل۔ امام شافعی۔ امام بخاری اور امام مسلم نے بیان کئے ہیں۔ اور انہیں پر چلنے کی اپنے پیروں کو تاکید کی ہے۔ اور وہی اصول ہیں جنکی تعلیم سہروردی۔ نقشبندی۔ اور چشتی خاندانوں کے اماموں نے اپنے مریدوں کو دی ہے۔ اور آج میرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی مسعود اپنے متبعین کو دے رہے ہیں پس اسلام میں کسی ایسی تبدیلی کا پیدا ہونا۔ جو اس کی شکل کو بالکل بدل ڈالے محالات سے ہے۔ اور خود مخالفین اسلام بھی ... اس بات کے قائل ہیں چنانچہ خود یادری صاحب فرماتے ہیں کہ "اکثر مسیحی مصنفوں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ اسلام نقش کالحجر کی طرح ہے"۔ واقعی اس حد تک یہ بات بالکل صحیح ہے۔ کہ وہ اصول دین جو قرآن شریف میں بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں ایک شوشہ کی بھی کمی بیشی نہیں ہو سکتی اور صرف ان تیرہ سو سالوں میں نہیں۔ بلکہ جب سے دنیا بنی آجتک اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت نوحؑ تک اور حضرت نوحؑ سے حضرت موسیٰؑ تک

اور حضرت موسیٰ سے حضرت عیسیٰ تک اور حضرت عیسیٰ سے نبی کریم تک اور
آپ کے زمانہ سے مسیح موعود کے زمانہ تک اسلام ایک ہی ہے اور اس میں کوئی
تبدیلی نہیں ہوئی اور نہ ہوگی۔ اور پیروؤں کی نسبت جو میں نے لکھا ہے کہ ان کا ایک
حصہ میں گناہ اور بدیاں پائی جاتی ہیں سوا اس کا میں جواب دے آیا ہوں اور ایک اور
ضروری بات ہے جو لکھنے کے قابل ہے اور وہ یہ ہے کہ اسلام میں ہر زمانہ میں شریعت
پر چلنے والے لوگ موجود رہتے ہیں اور ان انعامات کو حاصل کرنیوالے پیدا ہوتے
رہے ہیں جو احکام اسلام پر چلنے والوں کیلئے مقرر ہیں۔ مگر اس کے برخلاف اور
مذاہب میں ایسا نہیں ہے خاصکر عیسائیوں میں تو انجیل کے مطابق مسیح کے فوت
ہونیکے بعد یا آسمان پر چڑھ جانیکے بعد کوئی نیک نہیں ہوا۔ بلکہ خود یسوع مسیح
بھی نیک نہ تھا کیونکہ وہ خود کہتا ہے کہ مجھے نیک مت کہو میں نیک نہیں
ہوں۔ پھر لکھا ہے کہ آدم کے گناہ کی وجہ سے مرد کے لئے مقرر ہوا کہ وہ اپنے ماتھے
کے پسینہ سے روٹی کمائے اور عورت دردزہ سے بچہ جنے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ جب
عیسائیت نے نیکی پھیلائی اور مسیح اپنے پیروؤں کے گناہوں کو خود اٹھا کر ان کا
کفارہ ہو گیا تو پھر بھی مرد اپنے ماتھے کے پسینہ سے روٹی کماتا ہے اور عورت
دردزہ سے بچہ جنتی ہے۔ بلکہ خود خدا کی ماں مریم کو بھی اس تکلیف سے نجات نہ
ہوئی اور اس کو بھی دردیں لگیں اور تکلیف ہوئی۔ پس ہم کس طرح سے مان لیں
کہ عیسائیوں میں آجتک کبھی کوئی نیک پیدا ہوا ہے بلکہ جہاں تک تاریخ اور مشاہدہ
ثابت کرتا ہے اس کے برخلاف بہت کچھ ثبوت موجود ہیں۔ پس یہ الزام

کہ اسلام بدل کر نیا اسلام ہو گیا ہے اور شریعت کی حدود اور قیود سے آگے نکل آیا ہے غلط ہے بلکہ خود عیسائیت اپنی مقررہ حدود سے باہر آگئی ہے جیسا کہ ہم آگے ثابت کرتے ہیں۔

مذہب عیسوی میں تبدیلی

عیسائی دوسرے مذاہب کے نقائص دریافت کرنیکے پیچھے تو ہر وقت لگے رہتے ہیں اور جس طرح ہو عبارتوں کو مروڑ کر کچھ کے کچھ معنے بنا کر عوام کو دھوکا دینا چاہتے ہیں مگر اپنے مذہب کی طرف نظر نہیں ہے کہ اس میں کیا کچھ بھرا ہوا ہے اور کس طرح طرح دنیاوی لالچ کی وجہ سے اصل تعلیم کو بدل کر اور کا اور ہی کر دیا گیا ہے۔ یہ بات تو ظاہر ہے کہ خود مسیح کے وقت میں ہی حواریوں کی عملی اور اعتقادی حالت اچھی نہ تھی۔ کیونکہ وہ یسوع کے تمام کاموں پر اعتراض کرنیسے باز نہیں آتے تھے۔ اور ہمیشہ اس کی نیکی اور بزرگی پر شک لاتے رہتے تھے یہاں تک کہ خود یسوع بھی انکی ان حالتوں کو دیکھکر گھبرا گیا تھا اور بار بار کہتا تھا کہ اگر تم میں ایک ذرہ بھر بھی ایمان ہو اور تم پہاڑوں کو حکم دو تو وہ چل کر دریا میں جا پڑیں گے اور دریاؤں پر بلا خوف و خطر چل سکو گے۔ اور یسوع اپنی خدائی کے تین سال میں خوب جانتا تھا۔ کہ ان میں اتنا ایمان نہیں ہے۔ کیونکہ وہ انکی کمزوریوں کو روز مشاہدہ کرتا تھا اور وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتا تھا کہ وہ ہر ایک امتحان میں ناکام ہی رہتے ہیں۔ چنانچہ اس نے اپنے حواریوں میں سے دو کو کہا کہ تم میں سے ایک جو میرے ساتھ کھاتا ہے مجھکو پکڑوائیگا اور ایک دوسرا صبح ہونے سے پہلے میرا انکار کریگا۔ پس انجیل کو غور سے پڑھنے سے معلوم

ہوتا ہے کہ حواری خود مسیح کے سامنے ہی اعتقادات کے بودے اور اعمال میں سست
تھے پھر جب یہودیوں کی سولی نے مسیح کا سایہ بھی ان کے سروں سے اٹھا دیا تو خود سمجھ میں
آسکتا ہے کہ انہوں نے کیا کچھ نہ کیا ہوگا۔ پولوس کا انکے ساتھ شریک ہو جانا ایک اور
وقت ہوا اگر کسی قدر مسیحی تعلیم کا لحاظ تہا تو وہ بھی جاتا رہا وہ حواریوں کی کونسل جو چاہتی
تھی کرتی تھی چنانچہ آجکل کے عیسائی علماء و فضلا اس بات کا رونا روتے ہیں اور رونا
چاہتے ہیں کہ ہم نے کبھی بائبل کو اس غرض کیلئے نہیں پڑھا کہ اس میں کچھ روحانیت کے سبق
ملتے ہیں بلکہ صرف اس لئے کہ چند دلچسپ اخلاقی قصہ ہیں۔ اور آجکل کے عیسائی تو اس
کو اخلاقی تعلیم بھی قرار نہیں دیتے بلکہ درسی تعلیم سے اس کو نکلوانا چاہتے ہیں چنانچہ انگلستان
ں آجکل اس بات پر بہت کچھ شور برپا ہے۔ غرض حواریوں نے مسیح کے اقوال و احکام کا
ال نہ رکھتے ہوئے جو چاہا فتویٰ دیا اور مذہب عیسوی میں اس کے بانی کے سولی دئے
ح نے کے بعد ایک دو سالوں کے اندر ہی اندر اس قدر تبدیلیاں پیدا کر دیں کہ اس کی شکل
ہ بدل ڈالی مسیح کا حکم تہا کہ دوسری قوموں کو تبلیغ نہ کرو اور وہ کہتا تہا کہ میں تو اسرائیل کی
گم ہوئی بھیڑوں کو اکٹھا کرنے کیلئے آیا ہوں (جو وعدہ کبھی پورا نہیں ہوا) اور پھر کہتا تہا کہ
ا ہ موتی سوروں کے آگے مت ڈالو اور اس نے اپنے حواریوں کو رسول مقرر کرتے
ہو ئے نصیحت کی تھی کہ غیر قوموں کی طرف مت جاؤ بلکہ بنی اسرائیل میں ہی تعلیم پھیلاؤ
(ا یس کہ حواریوں نے موتی تو سوروں کو دیدیئے اور خود خالی ہاتھ رہ گئے) مگر مسیح کے فوت
ہو نے کے ساتھ ہی حواریوں نے غیر قوموں میں تحریک کرنی شروع کی بلکہ زیادہ تر اسی
طرح متوجہ ہو گئے۔ اور باوجود اس کے کہ مسیح نے کہا تہا کہ خواہ کچھ ہو جائے مگر تعلیم

موسوی کا ایک شوشہ بھی نہیں ٹل سکتا۔ حواریوں نے مذہب عیسوی میں دل کھول کر نئے عقائد اور نئے احکام جاری کئے۔ چنانچہ موسوی تعلیم میں ختنہ ضروری تھا اور اس کی نسبت ایسا کڑا حکم تھا کہ پیدائش باب ۱۷ آیت ۱۴ میں لکھا ہے کہ "وہ فرزند نرینہ جس کا ختنہ نہیں ہوا وہی شخص اپنے لوگوں میں سے کٹ جائے کہ اس نے میرا عہد توڑا" توریت نے حضرت موسیٰ نے صاف حکم دیا ہے کہ جو شخص ختنہ نہیں کراتا وہ خدائی بادشاہت سے حصہ نہیں لے سکتا۔ چنانچہ اسی وجہ سے حضرت ابراہیم نے جب کہ ان کی عمر ننانوے برس کی تھی اپنا ختنہ کروایا چنانچہ پیدائش باب ۱۷ آیت ۲۴ میں ہے کہ "جس وقت ابراہیم کا ختنہ ہوا وہ ننانوے برس کا تھا" اب دیکھنا چاہئے کہ ختنہ ایسا ضروری تھا کہ خدا کہتا ہے کہ جو ختنہ نہیں کرواتا متقیوں سے الگ کیا گیا اور ابراہیم اپنے عمل سے اس کی اہمیت کو ثابت کرتے ہیں یعنی ننانوے برس کی عمر میں جبکہ عمر کا ضعف اور کمزوری کمال کو پہنچ گئی تھی انہوں نے اپنا اور اپنے کل خاندان کا ختنہ کروایا مگر حواریوں نے مسیح کے فوت ہونے کے بعد ہی اس مبارک رسم کو دنیا سے اٹھا دیا اور حکم دیا کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ پھر سور جس کی نسبت توریت میں حکم ہے کہ "سور کہ کھر اس کا دو حصہ ہوتا ہے اور اس کا پاؤں چرا ہے پر وہ جگالی نہیں کرتا وہ بھی ناپاک ہے تمہارے لئے تم ان کے گوشت میں سے نہ کھائیو اور ان کی لاشوں کو نہ چھوئیو کہ یہ ناپاک ہیں تمہارے لئے" احبار باب ۱۱ آیت ۷، ۸ اسکو بھی حلال قرار دیا گیا۔ کیونکہ حرام حلال کا قاعدہ بالکل اڑا دیا۔ پھر سود ہے اس کی نسبت حمیا باب ۵ آیت ۱۰ میں لکھا ہے کہ "میں تمہاری منت کرتا ہوں کہ ہم لوگ سود لینے سے ہاتھ اٹھائیں" حزقی ایل باب ۱۸ آیت ۸ و ۹ "جس نے سود پر نہیں دیا یا لیا اور بدی سے اپنا ہاتھ کھینچا ہے" "وہ صادق ہے خداوند یہوواہ کہتا ہے وہ بے شبہ

جیئے گا،، پھر آیت ۱۱ میں لکھا ہے کہ ”سود پر دیوے اور سود کہاوے تو کیا وہ جیگا وہ نہ جیگا
اس نے یہ سارے نفرتی کام کئے وہ یقیناً مرجاویگا اس کا لہو اس پر ہوگا،، مگر حواریوں نے
اس کو جائز کر دیا اور بنی نوع انسان کو اپنی آنکھوں کے سامنے لٹنے دیا اور صرف اسی قدر نہ توی
دیگر تمام گناہوں اور بدیوں کی اجازت دیدی کہ ”ازبسکہ ہم نے سنا کہ ہم میں سے بعضوں
نے جن کو ہم نے حکم نہیں کیا جاکے تمہیں اپنی باتوں سے گھبرا دیا۔ اور تمہارے دلوں کو یہ
کہہ کے پریشان کیا کہ ختنہ کرو اور شریعت پر چلو (اس سے بڑھکر اور کیا گناہ ہوگا کہ شریعت پر
چلنے کی نصیحت کی) سو ہم نے ایک دل ہو کر بہتر جانا کہ اپنے عزیزوں برنباس اور پولوس کے
ساتھ جو کہ ایسے آدمی ہیں کہ انہوں نے اپنی جان ہمارے خداوند یسوع مسیح کے نام پر
خطرہ میں ڈالی بعض چنے ہوؤں کو تمہارے پاس بھیجیں چنانچہ ہم نے یہوداہ اور سیلاس کو
بھیجا اور وے یہ باتیں زبانی بھی بیان کرینگے کیونکہ روح قدس نے اور ہم نے بہتر جانا کہ ان
ضروری باتوں کے سوا تم پر اور کچھ بوجھ نہ ڈالیں۔ کہ تم بتوں کے چڑھاووں اور لہو اور گلا گھونٹی
ہوئی چیزوں اور حرامکاری سے پرہیز کرو اگر تم ان چیزوں سے اپنے آپکو بچائے رکھو گے تو خوب
کروگے۔ سلامت رہو،، باب ۱۵ آیت ۲۴ و ۲۵ و ۲۶ و ۲۷ و ۲۸ و ۲۹۔ اب ان
سب باتوں کو غور سے پڑھنے کے بعد ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ عیسائیت نئی ہے یا
اسلام نیا ہے۔ اسلام تو جو پہلے تھا وہ اب بھی ہے مگر عیسائیت مسیح کے مرنیکے بعد
کچھ سے کچھ ہو گئی۔ اور اگر اسلام میں کچھ بدعتیں ہیں تو وہ خاص خاص فرقوں یا خاص
خاص قوموں کے ساتھ مختص ہیں مگر عیسائیت کی یہ تمام برائیاں اور تبدیلیاں کل عیسائیوں
میں اور ان کے اکثر فرقوں میں پائی جاتی ہیں۔ پس کیا باوجود ان واقعات کے ہوتے ہوئے

پادری صاحب کو حق ہے کہ وہ اسلام کو نیا اسلام کہہ سکیں ہاں عیسائیت بالکل بدل گئی ہے اور اس کا ثبوت میں دیچکا ہوں کہ قولاً حواریوں نے اس کو بدل دیا اور عملاً جو کچھ ہے وہ ظاہر ہے

قرآن کی پولیٹیکل پالیسی اور بشارت انجیل

آگے چل کر پادری صاحب نے لکھا ہے کہ جب سے عیسائی طاقتیں مسلمان طاقتوں پر غالب آگئی ہیں مشکل سے ایک نہائی مسلمان قرآن کی پولیٹیکل تعلیم پر چل سکتے ہیں مگر افسوس کہ پادری صاحب یہ بات لکھنے کو تو لکھ گئے ہیں مگر انہوں نے اس کے بدنتایج کو نہیں دیکھا اگر پولیٹیکل معاملات مطلب آپ کا وہی معاملات ہیں جو صاحب حکومت کو پیش آتے ہیں تو اس کا ذکر فضول ہے کیونکہ وہ تو صرف بادشاہ اور اس کے وزراء کے متعلق ہوتے ہیں عوام کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اور نہائی تو کیا مسلمانوں کے ہزارہیں حصہ کو بھی اس سے تعلق نہیں۔ اور نہ کبھی تھا اور اگر آپکا مطلب ان پولیٹیکل امور سے ہے جو عوام و خواص دونوں سے تعلق رکھتے ہیں تو آپ نے سخت غلطی کھائی کہ . . . آپ مسلمانوں کو اس بات کا یقین دلانا چاہتے ہیں کہ گورنمنٹ انکو پولیٹیکل معاملات سے بالکل الگ رکھنا چاہتی ہے۔ نہیں گورنمنٹ کا یہ منشا نہیں ہے اور نہ وہ کبھی اس ارادہ کا اظہار کرتی ہے۔ بلکہ ان کو بہت کچھ آیندہ امید دلاتی ہے۔ مگر آپ عوام کے دل میں ایسے خیالات ڈال کر انکو گورنمنٹ سے بدظن کرنا چاہتے ہیں۔ آج کل جو سازشیں گورنمنٹ انگریزی کے خلاف ہو رہی ہیں وہ کیا کم تھیں کہ آپ نے

بھی مسیحی تعلیم کے گھمنڈ میں ایسی بے تکی باتیں ہانکنی شروع کردیں ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ اس بے امنی کو امن سے بدلا جائے مگر پادری صاحب اس کے برخلاف فساد ڈالنا چاہتے ہیں اور یہ شاید اس لئے ہے کہ مسیح نے بھی کہا تھا کہ "میں صلح کروانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں" متی باب ۱۰ آیت ۳۴ پادری صاحب کو اتنا تو سوچنا چاہئے تھا کہ جس قوم کا روپیہ وہ کہا رہے ہیں جس کے سایہ میں امن سے زندگی بسر کر رہے ہیں جس میں سے ہونیکے خود دعوے کرتے ہیں اسی کے برخلاف ایسی باتیں کہنے کا انہیں کس قدر حق حاصل ہے۔ اور اگر وہ کہیں کہ یہ پولیٹیکل تعلیم تو انگریزی ہے میں نے قرآن کی پولیٹیکل تعلیم کے متعلق لکھا تھا تو پھر بھی وہ غلطی پر ہیں کیونکہ تاریخ پر نظر ڈالنے سے خود بخود معلوم ہو جاتا ہے کہ پولیٹیکل تعلیم یورپ نے اسلام سے ہی حاصل کی ہے پس جو کچھ پولیٹیکل امورات یہ آج کل کی طاقتیں حل کرتی ہیں وہ سب اسلام کی خوشہ چینی کا ہی نتیجہ ہے۔ ہاں جھوٹ اور وعدہ خلافی جو آج کل زیادہ استعمال ہونے لگی ہے اس کا اسلام قطعاً رد کرتا ہے۔

پھر پادری صاحب لکھتے ہیں کہ بشارت انجیل بھی رفتہ رفتہ اپنا کام کر رہی۔ مگر اس بات میں بھی پادری صاحب نے دہوکا کہایا ہے کیونکہ بشارت انجیل نے آج تک نہ کبھی کام کیا نہ کرتی ہے اور نہ کریگی۔ پہلے زمانہ میں بھی اور اب بھی کچھ تو کفارہ سے ہر قسم کے گناہوں کی آزادی دیکر اس دین کو پھیلایا اور کچھ لالچ اور طمع اور بشارت زر سے رومیوں کے بادشاہ نے اس مذہب میں آزادی زیادہ دیکھی اور گناہوں کے لئے دروازہ کھلا پایا وہ عیسائی ہوا اور کل یورپ میں اس کے رعب اور طاقت سے یہ دین پھیلنے لگا۔ اور ساتھ ہی وہی آزادی کی حرص اپنا کام کرتی رہی آزاد اور احکام مذہبی سے جی چرانے والے لوگونکو سوائے

اس مذہب کے اور کہیں پتہ نہ ملا وہ اس میں داخل ہو گئے بشارت انجیل نے کیا کیا۔
اور آپ لوگ تو نہ خود اس انجیل سے فایدہ اٹھا سکتے ہیں اور نہ ہمکو اس کی تعلیم دے سکتے
ہیں کیونکہ مسیح نے غیر قوموں کو تعلیم دینے سے ہی منع کیا ہے۔ پھر اس بے فایدہ سردردی
سے کیا فایدہ لوگ اپنے اپنے مذاہب کو چھوڑدیں جو ان کو نجات کا وعدہ دیتا ہے اور
عیسائیت کو اختیار کریں جو کہتی ہے کہ سوائے اسرائیلوں کے کوئی نجات نہیں پا سکتا
اور مسیح نے اپنے حواریوں کو کہا کہ اپنے موتی سوؤرونکے آگے مت پھینکو۔ اور انکو منع
کیا کہ غیر قوموں کو تبلیغ مت کرو پس آپ لوگ ہم کو کس اصول پر اس مذہب کی طرف بلاتے
ہیں۔ یہ تو غیر قوموں کا ذکر ہے جن کو بشارت انجیل پہنچ ہی نہیں سکتی باقی رہے خود بنی
اسرائیل ان کا یہ حال ہے کہ مسیح نے کہا تھا کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لیئے
آیا ہوں سو اول تو مسیح بارہ فرقوں میں سے صرف دو کو ہی ہدایت کرتا رہا اور وہ دو بھی وہ نہیں
جو کھوئے ہوئے نہیں تھے بلکہ کھوئے ہوئے دوسرے دس فرق تھے اور پھر ان دو نے
بھی اس کو نہ مانا بلکہ سولی پر چڑہا دیا یہ تو خود اس کی اپنی نسبت اور بارہ فرقوں کی نسبت بشارت
تھی جو الٹی ہلاکت ثابت ہوئی۔ پھر اس نے بارہ حواریوں کو بارہ تختوں کا وعدہ کیا تہا
مگر وہ بھی پورا نہوا حواریوں کو تخت ملنا تو الگ رہا چین سے بیٹھنا بھی نصیب نہ ہوا۔ اور
اگر اس کی تاویل کریں کہ اس سے مراد دینی بادشاہت تھی تو یہ بھی ٹھیک نہیں کیونکہ
وہاں مسیح نے ساتھ حکم دیا ہے کہ تلواریں خریدو اور اگر روپیہ نہ ہو تو کپڑے بیچکر ہی خریدو
پس جہاں اس کو اس قدر یقین تہا کہ اس کے بارہ حواریوں کو بارہ تخت ملینگے وہاں
کسی تاویل سے کب کام چل سکتا ہے۔ پس یہ بشارت بھی غلط گئی پھر اس نے کہا تہا کہ

دیئے جلائے رکھو اور ہکریں کسی رکھو کہ میں عنقریب واپس آتا ہوں مگر آجتک انیس سو ۱۹۰۰ برس ہیں وہ نہ خود آیا نہ کوئی خبریں بھیجیں - پس جب وہ جن کے لئے مسیح آیا تھا اس سے کوئی فایدہ نہ اٹھا سکے بلکہ گھر بار سے الگ ہوئے شہروں سے نکالے گئے قوم نے ترک کردیا حکومت بد ظن ہو گئی اور خود مسیح اسی کش مکش میں سولی پر چڑھا دیا گیا اور اس پر بقول عیسائیوں کے مراد ربقول توریت کے لعنتی ہوا یعنی اس کا دل خدا سے پھر گیا تو اور لوگ جنکو وہ تعلیم دینا ہی ناجائز سمجھتا تھا بشارت انجیل سے کیا فایدہ اٹھا سکتے ہیں - بات یہ ہے کہ جس قدر جہلا اور غربا اس وقت ہندوستان یا دیگر ممالک میں اس مذہب میں داخل ہو رہے ہیں اس قدر عقلمند اور دولتمند انسان داخل نہیں ہوتے بلکہ ان کا ہزارواں حصہ بھی نہیں اور جہلا و غربا جو داخل ہوتے ہیں وہ صرف بشارت زر کی وجہ سے داخل ہوتے ہیں نہ کہ بشارت انجیل کیوجہ سے -

ایک ترقی یافتہ فرقہ

پادری صاحب اپنے مضمون کے ثابت کرنیکی دہن میں سر سید احمد خان کا ذکر کرتے ہوئے اُنکی تیار کردہ ایجوکیشنل کنفرنس کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ اس کانفرنس کے سر برآوردہ ممبران میں سے ایک آغاخان بھی ہیں جو ایک دولتمند قوم بوراہ کے سرگروہ ہیں انہوں ایک موقع پر جبکہ وہ اس کانفرنس کے پریذیڈنٹ تھے دوران تقریر میں کہا کہ مسلمانوں کی ترقی میں رواج پردہ خود غرضی مسئلہ تقدیر ظاہری دینداری نے بہت کچھ رکاوٹیں پیدا کردی ہیں - کیونکہ آغاخان اُس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں جو کہ پانچویں صدی ہجری سے لیکر آجتک مسلمانوں سے بالکل الگ چلا آتا ہے خود غرضی کا مسلمانوں میں پھیل جانا اس سے تو ہمکو بھی اتفاق ہے

اور اس سے پادری صاحب کو کچھ فایدہ نہیں کیونکہ عیسائیوں میں چھوٹے سے بڑے
تک یہ مرض پھیلا ہوا ہے۔ اور پردہ کا مسئلہ آج کل کے عیسائی بھی قبول کرتے چلے جاتے ہیں
چنانچہ امریکہ کے ایک شاعر نے اس پر نظم لکھی ہے کہ ہم لوگ گرجا اس لیئے جاتے ہیں کہ
عورتوں کو تاکیں جس سے اس مسئلہ کا حل خود بخود ہو جاتا ہے اور یورپ میں جو گندہ اور فحش کارروائیاں
ہوتی ہیں وہ کس سے پوشیدہ ہیں باوجود اس کے پھر اس مسئلہ کا ذکر نادانی ہے۔ مسئلہ تقدیر
پر اعتراض بھی تب ہی کیا گیا ہے جب آغاخان صاحب کو واقفیت نہیں کیونکہ اس مسئلہ
سے ترقی میں مدد ہوتی ہے نہ کہ رکاوٹ۔ باقی رہی ظاہری دینداری اگر اس کے مطلب سے
آغاخان کا نفاق ہوتا تو درست تھا مگر افسوس کہ آپ کا مطلب نماز روزہ حج زکوٰۃ سے ہے
جس عقیدہ سے آغاخان صاحب کے مسلمان ہونیکا مسئلہ خود بخود حل ہو جاتا ہے بات یہ
ہے کہ آغاخان صاحب باوجود مسلمان کہلانیکے حالانکہ مسلمان انکو مسلمان نہیں کہتے شریعت
اسلام کے بالکل برخلاف عمل کرتے ہیں۔ اور برخلاف سنت انبیاء کے آپ اپنے پیروؤں کو انکے رشتہ داروں
کی موت پر ایک حکم لکھ کر دیتے ہیں کہ وہ میت کی قبر کیساتھ دفنا دیا جائے جس میں حکم ہوتا ہے کہ اس شخص
کو بلا روک ٹوک کے فوراً جنت میں داخل کر دیا جائے۔ (گویا کہ خدا کیساتھ شراکت ہی) اور آپ انکے مشہور
فرقہ اسماعیلیہ کی ایک شاخ کے پیرو ہیں جسکا بانی حسن بن صباح تھا اور جس نے ایک جھوٹی جنت بنا
رکھی تھی جس میں نئے مریدوں کو آنکھیں بند کر کے بھیجا جاتا تھا اور عین موقعہ پر جا کر آنکھیں کھولدی جاتی تھیں
اور اس طرح فریب میں لا کر ان سے بڑے بڑے ظالمانہ کام لیئے جاتے تھے اور بادشاہان زمانہ جو اس
فرقہ کے مخالف تھے قتل کروائے جاتے تھے۔ اور ان لوگوں کو کہا جاتا تھا کہ اگر تم اس کام میں مر گئے تو
جنت تو تم دیکھ ہی چکے ہو فوراً وہاں بھیجدیئے جاوگے۔ آخر یہ فرقہ مغلوں کے ہاتھ سے تباہ ہوا۔ اور اگرچہ

ان کے موجودہ امام آغاخاں صاحب کی بابت ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ کس خیال کے آدمی ہیں کیونکہ پادری صاحب اپنے مضمون میں انکی نسبت اور ان کے ہمخیالوں کی نسبت لکھتے ہیں کہ "انکی روش بہت کچھ مسیحی طبیعت کے لگ بھگ ہے" مگر ان کے مرید بورے ابتک انکو خدا نہیں تو خدا کا شریک تو ضرور مانتے ہیں اور چونکہ یہاں ہم پادری صاحب کا جواب لکھ رہے ہیں اس لئے کچھ ضرورت نہیں کہ آغاخان صاحب کی نسبت کچھ زیادہ لکھیں یا ان کے خیالات کی تائید یا تردید کریں کیونکہ پادری انکو اپنے میں شریک کرتے ہیں اس لئے وہ ان سے خود سمجھ لیں اسوقت ہم اسلام پر جو بیجا حملہ کئے ہیں ان کا جواب دے رہے ہیں۔

حضرت مسیح موعود

پادری صاحب اپنے مضمون کو ثابت کرنیکے لئے اس پہلو پر بھی چلے ہیں کہ حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب نے بھی زمانہ کی حالت کو دیکھ کر اس بات کا ارادہ کیا ہے کہ پرانے مذہب اسلام اور زمانہ حال کی ترقی و تعلیم کے درمیان ایک وسطی راہ نکالیں مگر افسوس کہ جیسا میں پہلے لکھ آیا ہوں اس معاملہ میں بھی پادری صاحب نے تعصب سے کام لیا ہے کیونکہ مرزا صاحب کی غرض ہرگز ہرگز یہ نہیں بلکہ ان کی بعثت کی اصل وجہ یہ ہے کہ دنیا میں پھر وہی پرانا اسلام پھیلایا جائے جو کہ آدم نوح ابراہیم موسیٰ عیسیٰ اور آنحضرت کے زمانہ میں تھا۔ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ میں نبی کریم کی تعلیم کو پھیلانیکے لئے آیا ہوں اور اس کے لئے ثبوت پیش کرتے ہیں پھر بھی انکار کرتے چلے جاتے گیا وہ زمانہ یاد نہیں دلاتا جب خود مسیح ناصری کا انکار فریسی کرتے تھے۔ کیا اس میں اور اس میں کچھ فرق ہے۔ جو کچھ اب حضرت کی نسبت کہا جاتا ہے۔ وہی حضرت عیسیٰ کی بابت کہا جاتا تھا اسوقت کے فریسی بھی کہتے تھے کہ اس نے موسیٰ کے دین کو بدلدیا اور ان احکام پر نہیں چلتا اسی طرح آج کل کے لوگ بھی یہی کہتے ہیں کہ اس شخص نے

پرانے اسلام کو ترک کر دیا ہے اور نئے اسلام کا بانی ہے - مگر اصل بات یہ ہے کہ جس طرح مسیح نے کہا تھا کہ "آسمان اور زمین کا ٹل جانا شریعت کے ایک نکتہ کے مٹ جانے سے بہت آسان ہے" لوقا باب ۱۶ آیت ۱۷ اور اسی طرح اب یہ کہتا ہے - پھر پادری صاحب فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب میں دینی سرگرمی اور یقین کیساتھ ہی خودغرضی بھی ہے - مگر اس موقعہ پر بھی آپنے یسوع کی لائیف پر نظر نہیں ڈالی - مسیح نے جو خودغرضی دکھائی ہے اس کا نمونہ خود انجیل میں ملتا ہے - ادہر تو وہ اپنے حواریوں کو راہبانہ زندگی کی تعلیم دیتا ہے کہتا ہے کہ سونا چاندی پاس نہ رکھو اور اُدہر اس قدر عیش و عشرت میں زندگی کاٹنے لگا کہ فریسیوں کو شک گذرنے لگا کہ اس قدر کہاؤ پیؤ آدمی کس طرح نبی ہو سکتا ہے - پھر متی باب ۲۶ آیت ۶ تا ۱۶ میں لکھا ہے کہ "جس وقت یسوع بیت العینا میں شمعون کوڑھی کے گھر میں تھا - ایک عورت سنگ مرمر کے عطردان میں قیمتی عطر اس پاس لائی اور جب وہ کہانے بیٹھا اس کے سر پر ڈالا - اس کے شاگرد یہ دیکھکر خفا ہوئے کہنے لگے کاہے کو یہ بیفائدہ خرچ ہوا کیونکہ یہ عطر بڑے دام پر بکتا اور محتاجوں کو دیا جاتا - یسوع نے یہ جان کر انہیں کہا کیوں اس عورت کو تکلیف دیتے ہو اس نے تو میرے ساتھ نیک کام کیا" اب ان آیات پر خود پادری صاحب ہی غور کر کے دیکھ لیں کہ ان سے کیا نکلتا ہے - کیا اس سے مسیح کی خودغرضی نہیں نکلتی اور کیا اس سے اسکی خودنمائی نہیں ظاہر ہوتی - حواریوں نے کیا عمدہ بات بتائی تھی کہ اس عطر کو فروخت کر کے اس روپیہ سے غریبوں اور ناداروں کو فایدہ پہنچایا جائے مگر مسیح نے جو کہ اپنے آرام اور نفع کے خیال میں بھرا ہوا تھا اس بات کو بُرا مانا اور اس عورت کی تائید کی اور اس کے کام کو سراہا - اور مسیح نے صرف اس لئے کہ لوگوں میں اس کی شہرت ہو اور وہ اس کو عزت سے دیکھیں غریب اور بے ضرر لوگوں کا سوروں کا گلہ برباد کیا - اور اس نے انجیل کے بیان کے مطابق

دو آدمیوں میں سے دیو نکالے اور سوروں کے گلے پر ان کو ڈالدیا جیسا کہ لکھا ہے کہ وہ وے (یعنی دیو) نکل کے ان سوروں کے غول میں گئے اور دیکھو سوروں کا سارا غول کراڑے پر سے دریا میں کودا اور پانی میں ڈوب مرا" اب پادری صاحب انصاف سے فرمائیں کہ کیا یہ خود غرضی نہیں تھی۔ اور جب آپ کا خدا خود غرضی سے خالی نہیں تو مرزا صاحب جو ایک نبی ہیں اگر آپ کے نزدیک خود غرض ہیں تو کیا ہرج ہوا مگر میں آپکو سچ سچ کہتا ہوں کہ **آپ مرزا صاحب کی ایک خود غرضی بھی ثابت نہیں کر سکتے حالانکہ آپکے خدا یسوع کی خود غرضیاں خود انجیل میں بیسیوں کی تعداد میں درج ہیں۔**

مسیح کی جعلسازیاں

پھر پادری صاحب لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب نے اپنے مقاصد کے پورا کرنے میں جعل سے کام لینے میں بھی دریغ نہیں کیا اس موقعہ پر بھی پادری صاحب نے یسوع کی لائف پر نظر نہیں ڈالی اور نہ ہی مرزا صاحب کی زندگی پر غور کیا ہے۔ ورنہ وہ اس قدر دلیری سے یہ الفاظ نہ لکھ سکتے۔ کیونکہ مرزا صاحب کی زندگی کے حالات سے تو وہ ایک جھوٹ بھی ثابت نہیں کر سکینگے۔ اور نہ جعل سازی کا الزام پایۂ ثبوت کو پہنچا سکینگے حالانکہ یسوع کے حالات بہت سی خطرناک جعلسازی اور جھوٹوں سے پر ہیں۔ پادری صاحب لکھتے ہیں کہ جب پنجاب میں عیسائیت پھیلنے لگی تو مرزا صاحب کا دل گھبرایا اور انہوں نے دیکھا کہ ایک نئے نبی کی ضرورت ہے مگر چونکہ نبی کریم خاتم النبین تھے اس لئے انہوں نے ٹھیک طرح سے نبی تو ہونیکے دعویٰ نہ کیا مگر اس موعودہ مہدی ہونیکے دعوے کیا کہ مسیح کی طبیعت

اور قدرت کیساتھ آیا ہوں اس لئے میں مسیح ہوں اور مہدی بھی ہوں - اور بعد ازان ہندوؤں کی خاطر اس نے کرشن ہونیکا بھی دعوی کر دیا - اب ناظرین خود انصاف کرین کہ پادری صاحب کہاں تک راستی پر ہیں پادری صاحب نے دعوی کیا ہے کہ مرزا صاحب نے عیسائیوں کی ترقی دیکھکر مہدی موعود ہونیکا دعوے کیا جس نے مسیح کیلئے راستہ صاف کرنا تھا - اور پھر مسیح کے ایلیاہ والے قول سے فایدہ اٹھاکر مسیح ہونیکا دعوی کر دیا ہے - اول بات کا جواب تو یہ ہے کہ مرزا صاحب نے قطعاً اس مہدی کے ہونیکے دعوی نہیں کیا جسے مسیح کا راستہ صاف کرنا تھا بلکہ جیساکہ خود آپکے قول سے ظاہر ہے وہ خود ہی مسیح ہونیکا بھی دعوی کرتے ہیں پادری صاحب کو یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن شریف جو ہماری الہی کتاب ہے اور بخاری جو اس کے بعد درجہ رکھتی ہے اور حدیث کی کتاب ہے اس میں مہدی اور مسیح کا الگ کہیں ذکر نہیں اور کوئی آیت یا کوئی حدیث ایسا ظاہر نہیں کرتی کہ ایک شخص مسیح کے پہلے آئیگا جو اس کا راستہ صاف کریگا - بلکہ ایک حدیث کی کتاب میں صاف طور سے آیا ہے کہ لا المهدی الا عیسیٰ یعنی سوائے عیسے کے اور کوئی مہدی نہیں آئیگا (مہدی موعود سے مراد ہے) پھر مرزا صاحب کس طرح دعوی کر سکتے ہیں کہ میں مسیح کا راستہ صاف کرنیکو آیا ہوں - یہ آپ کو غلطی لگی ہے اور صرف بے علمی کا نتیجہ ہے - پھر رہا یہ الزام کہ حالت زمانہ کو دیکھ کر آپ نے دعوے کر دیا تو یہ بھی صریح غلط ہے کیونکہ یہ الزام پھر مسیح ناصری پر لگتا ہے اگر آپ کے لئے یہ کہا جائے کہ اس نے تو معجزات سے اپنا ثبوت دیا تو مرزا صاحب نے اس سے بھی بڑھ کر معجزات دکھائے ہیں جیساکہ ان کا دعوی ہے اور کوئی عیسائی آجتک اس کے برخلاف ثابت نہیں کر سکا - اگر اس وقت زمانہ کی حالت ایسی خراب نہ تھی کہ مرزا صاحب

کے دل میں اس حیل کے بنانیکی ترغیب ہوئی تو اس وقت بھی تھی جیساکہ خود مسیح کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے پھر مرزا صاحب اور مسیح میں کونسا فرق رہگیا۔ مسیح کیلئے کوئی نشان نہیں دکھلایا گیا مگر مرزا صاحب کیلئے بہت سے نشانات دکھلائے گئے ہیں آسمان پر چاند گرہن اور سورج گرہن ہوئے زمین پر طاعون اور زلازل نے لوگوں کے دلوں کو ہلا دیا اور یہ تمام پیشگوئیاں اس وقت کے لئے تھیں جبکہ مسیح و مہدی کا نزول ہونا تھا پھر جب مرزا صاحب کے زمانہ میں یہ پوری ہوئیں تو اب آپ لوگوں کو کس بات سے انکار ہے مسیح کا دعویٰ بیدلیل تھا اور ان کا دعویٰ بادلیل ہے آپ لوگ خوب سمجھ سکتے ہیں کہ دونوں میں کون جعلساز ہے مسیح یا مرزا صاحب۔ پھر پادری صاحب نے لکھا ہے کہ مرزا صاحب مسیح کے ایلیاہ نبی والے قول سے فائدہ اٹھا کر خود ہی مسیح بنگئے مگر افسوس کہ ضد اور تعصب نے یہاں بھی آپ کے دامن کو نہیں چھوڑا۔ یہودیوں میں پیشگوئی تھی کہ ایلیاہ نبی کے آنیکے بعد مسیح آئیگا مسیح نے جب دعویٰ کیا تو لوگوں نے ایلیاہ نبی کے آنیکا سوال کیا تو اس نے کہا کہ یوحنا نبی ایلیاہ ہے مگر یوحنا نے کہا کہ میں ایلیاہ نہیں ہوں جب یوحنا خود انکار کرتا ہے کہ میں ایلیاہ نہیں ہوں تو مسیح کا دعویٰ کس طرح سچا ہو سکتا ہے ملاکی نبی کی کتاب کے رو سے آپ اس کا دعویٰ سچا نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی شخص آسمان سے اتر سکتا تھا تو ایلیاہ کو اترنا چاہئے تھا تو اگر یہ بات محال ہے تو مسیح بھی دوبارہ آسمان سے نہیں اتر سکتا۔ مسلمانوں میں ایک شخص کے آنے کی خبر دیگئی تھی کہ وہ مسیح بھی ہوگا اور مہدی بھی اور اس کے لئے نبی کریم نے فرمایا تھا کہ اِمامکم منکم یعنی تمہارا امام تم میں سے ہی ہوگا باہر سے نہیں۔ حلیہ جو مسیح ناصری کا بتایا گیا ہے وہ اور ہے جو آنیوالے کا بتایا گیا ہے وہ اور ہے پھر جو نشانات اس کیلئے بتائے گئے تھے

وہ پورے ہو چکے ہیں۔ مرزا صاحب نے دعوے کیا اور یونہی نہیں نشانات اور معجزات کیا تھے پھر ان کی سچائی میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ اور اس میں کونسی جعلسازی پائی جاتی ہے۔ ہاں مسیح نے دعوی کیا اور اس کیلئے جو نشان الیاس نبی کے آنیکا بتایا گیا تھا وہ پورا نہیں ہوا پس اگر جعلسازی کا الزام ہے تو اس پر ہے۔ اور یسوع مسیح کی جعلسازیاں کرنیکی عادت ہی تھی۔ (عیسائیوں کے یسوع کی ورنہ ہمارا مسیح جو ایک نبی اور برگزیدہ انسان تھا ان باتوں سے پاک تھا) اسکا باپ نہ تھا اور وہ کہتا تھا کہ میں داؤد کی اولاد سے ہوں اور یہ ایک جعلسازی تھی تا کہ لوگ اسکو مسیح مان لیں کیونکہ مسیح کیلئے داؤد کی اولاد میں سے ہونا شرط تھی مسیح نے اپنی ماں کا انکار کیا اور یہ ایک جھوٹ تھا۔ اسنے حواریوں کو بادشاہت کا وعدہ دیا تھا کہ اور لوگ بھی پھسلائے جائیں یہ ایک جعلسازی تھی۔ پھر حاکم وقت کے سامنے اسبات کا انکار کیا یہ ایک جھوٹ تھا۔ اب ناظرین غور کریں کہ جھوٹا اور جعلساز کون ہے مسیح یا مرزا صاحب باقی رہا کرشن ہونیکا دعوے سو یہ تو اور بھی ثابت کرتا ہے کہ اسلام وہی پرانا اسلام ہے اب تک بدلا نہیں تبھی تو مسلمانوں کے گھر میں کرشن پیدا ہوا۔ پھر آپنے احمدیوں کی تعداد کی نسبت بڑی حقارت سے لکھا ہے کہ "شاید دس ہزار کے قریب ہوں۔ اور تعلیم یافتہ معدودے چند ہی ہیں" مگر یہ بات بالکل غلط ہے اور احمدیوں کی تعداد اس سے بیس گنے سے بھی زیادہ ہے تو بھی ہم اس بات کو بھی ماننے کو تیار ہیں کیونکہ مسیح کے حواری تو کل بارہ تھے جن میں سے دو مرتد بھی ہو گئے تھے۔ آپکے نزدیک جو شخص خدا تھا اس نے تو دس گیارہ آدمی پیدا کئے اور ایک مفتری (نعوذ باللہ) نے دس ہزار کی جماعت پیدا کر دی جنمیں سے کچھ تعلیم یافتہ بھی ہیں۔ حالانکہ مسیح کے حواری ماچھی اور محصول لئے تھے۔ یہ کیسے جلال اور جبروت

کی بات ہے۔ پھر جو شخص خدا سے بڑھکر کام کر سکتا ہے اسکی تابعداری میں اور اطاعت میں کیا ہرج ہے۔

یہ خلاصہ ہے پادری صاحب کے مضمون کا جو تجلّی میں شائع ہے جسکا جواب ہم خدا کے فضل سے کافی طور سے دے آئے ہیں اور خود قرآن و انجیل سے ثابت کر آئے ہیں کہ اسلام اب تک وہی اسلام ہے جو آدم سے لیکر نبی کریم تک اور ان سے آجتک تھا۔ اسلام ہمیشہ نیا اور ہمیشہ پرانا ہے۔ اور اس دوران میں ان اعتراضات کا بھی جواب دے آئے ہیں جو مرزا صاحب پر کئے گئے تھے کیونکہ آج کل اسلام کی سچائی ثابت کرنیکے لئے خداتعالیٰ نے انکی ذات کو چن لیا ہے۔ اور آخر میں عیسائی صاحبان سے باادب عرض ہے کہ

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمدؑ ہے

خاکسار میرزا بشیرالدین محمود احمدؐ (ایڈیٹر)

عید اضحیٰ

میرے سامنے ایک اخبار پڑا ہوا ہے جو لاہور سے انگریزی میں شائع ہوتا ہے اس اخبار کا نام ھادی پنجاب ہے جو غالباً آریوں کی طرف سے شائع ہوتا ہے اس اخبار (جو ۱۴ جنوری ۱۹۰۷ء کو شائع ہوا ہے) کے چوتھے صفحہ پر عید اضحیٰ کے متعلق ایک مضمون ہے۔ اس مضمون کی صداقت اس سے

کسی آریہ کا مضمون ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ حضرت رسول کریم (صلعم) اور
حضرت علی رضہ نے کبھی قربانی نہین کی ایسے جھوٹے فقرے کے اظہار کے بعد
کسی فرد بشر کو ضرورت نہین رہتی کہ ایسے لغو مضمون کیطرف توجہ کرے لیکن صرف
اس خیال سے کہ کہین کوئی نادان اس سے دھوکہ نہ کھائے مین اس مضمون پہ
مختصر ریمارکس کرنا چاہتا ہون۔
مضمون کی سرخی مین راقم مضمون نے "عید الضحی" لکھا ہی حالانکہ
عید اضحیٰ لکھنا چاہئے تھا۔ جب راقم مضمون کی علمیت کا یہ حال ہی پھر مین
نہین سمجھ سکتا کہ اس کو کس چیز نے اس مضمون کے لکھنے پر برانگیختہ کیا پہلا
اعتراض جو کنایتاً کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ عربی مین جو دعائین کی جاتین ہین
جنکو معمولی مولوی (مذہبی علم والے) نہین سمجھ سکتے۔ اس کے جواب مین صرف
یہ دریافت کرنا چاہتا ہون کہ اگر عربی دعاؤن کے سمجھنے والے بالفرض تھوڑے
لوگ ہین تو وید کی زبان کو سمجھنے والے کتنے آدمی ہین وید کی دعاؤن کو کتنے
آدمی سمجھہ کر کرتے ہین اور اگر وہ نہین سمجھتے تو اپاسنا کس طرح کرتے ہین۔ پھر مین
کہتا ہون کہ معترض کا بیان بالکل جھوٹ ہی کہ معمولی مولوی بھی دعاؤن کے معنے
نہین سمجھتے۔ مین اسکی تردید مین تعلیم الاسلام ہائی سکول کی تیسری چوتھی جماعت
کے بچے پیش کر سکتا ہون جو نماز اور معمولی دعاؤن کے ترجمہ سے خوب واقف ہین
پھر جو ایسی آسان چیز ہے جو تیسری چوتھی جماعت کے طلباء کر سکتے ہین اگر ایک
بڑا آدمی نہ کر سکے تو یہ اسکی اپنی غلطی ہے یا مذہب کی علاوہ ازین مسلمانون کو

نماز میں اردو میں دعائیں کرنے کی اجازت ہی۔ میں نہیں معلوم کر سکتا کہ یہ اعتراض کس بنیاد پر اٹھایا گیا ہے جبکہ خود اُسکے اپنے مذہب پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے۔ کاشکے غور کرنے والے تدبّر کریں

پھر معترض عید اضحیٰ کی تاریخ بیان کرتے ہوئے یہ اعتراض کرتا ہے کہ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس عید کی ابتدا کی ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو ہزار برس پہلے تھے اس لئے یہ چار ہزار سال سے ہے اور اس وجہ سے یہ عید یہودیوں سے تعلق رکھتی ہے نہ مسلمانوں سے۔ مجھے بہت افسوس ہے کہ صاحب مضمون کو یہ بھی علم نہیں ہے کہ مَا كَانَ اِبْرَاهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ (ترجمہ) حضرت ابراہیم یہودی نہ تھے اور نہ نصرانی تھے اور لیکن وہ یک طرفہ مسلمان تھے۔ قرآن شریف سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اسلام کو ایک خاص نسبت ہے بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی نے یہ نام رکھا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ (ترجمہ اسی نے (حضرت ابراہیم ؑ نے) ہمارا نام مسلمان رکھا ہے) مجھے ڈر ہے کہیں راقم مضمون یہ بھی نہ کہدے کہ اسلام کوئی مذہب نہیں۔ چونکہ اسکی ابتدا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے ہے اس لئے یہ یہودیت کے ماتحت ہی نہ اسلام علیحدہ مذہب ہے صاحب مضمون کو یہ بھی علم نہیں کہ آیا یہودیت پہلے سے شروع ہوئی ہے یا حضرت ابراہیم ؑ پہلے گذرے ہیں۔ پھر ان کے ایک عرصہ دراز کے بعد (جو راقم مضمون کے حساب سے چھ سات سو سال کا عرصہ ہوتا ہے) حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوئے جنکی

امت کو یہودی کہا گیا۔ پھر تعجب ہے کہ یہ عید یہودیون سے کس طرح تعلق رکھتی ہے
جس صورت مین اسکی بنیاد اس وقت پڑی ہو جبکہ یہودی بالکل نہ تھے قرآن کریم
تو بار بار یہی کہتا ہے کہ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ (یعنے تمہارے باپ حضرت ابراہیم
علیہ السلام کا یہی مذہب ہے) پھر اگر راقم مضمون نے یہ ثابت کر دیا کہ عید کی ابتداء
حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی ہے نہ کہ اسلام سے تو کونسی بڑی بات ہے جبکہ
ہم خود بار بار یہی اقرار کرتے ہین کہ یہ مذہب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مذہب ہے +
جس بات کو معترض نے قابل اعتراض ٹھہرایا ہے وہ بات دراصل اسلام کی ایک خوبی
ہے وہ یہ کہ اِس بات سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام تیرہ سو سال سے نہیں ہے،
بلکہ ابتدا سے یہی مذہب ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تک اِسکا پہنچنا
میرے مخالف نے خود قبول کیا ہے۔ میرا ایمان ہے کہ جتنے نبی آئے ہین وہ یہی
اصول لیکر آئے ہین جو اسلام کے اصول ہین۔ اور اس بات کے ثبوت ہین ہم یہ
شہادت پیش کرنیکو تیار ہین۔ کہ ہر ایک نبی نے وحدانیت کی ہدایت فرمائی ہے
جو اسلام کی جڑھ ہے۔ پھر جس طرح عیسائیون نے تثلیث قایم کی۔ اسی طرح اور مذاہب
مین خرابی پڑ گئی اسلئے خدا تعالی نے بار بار نبی بھیجے بالآخر خدا تعالی نے
حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر اس نبوت کے سلسلہ کو ختم کر دیا اور آپ کو
ہر طرح سے کامل اور سچا مذہب عنایت کیا گیا جسمین وہ تمام خوبیان جمع کر دی گئین
جو پہلے مختلف نبیون کو مختلف طور پر دی گئی تہین یا جن کی آئندہ کے لئے ضرورت
تہی۔ چنانچہ اللہ تعالی قرآن شریف مین فرماتا ہے اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ

وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

(آج ہمنے تمہارے لئے تمہاری دین کو کامل کر دیا اور تمپر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور ہمنے تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا) پہر آپ کے بعد اس بناء پر کہ دوسرے مذاہب کی طرح انہین بہی کوئی نقص واقع نہ ہو۔ خدا تعالےٰ ہر صدی کے سر پر اپنی طرف سے کوئی مجدد مبعوث فرماتا ہے جو دین کی تجدید کرتا ہے۔

بفضلہ تعالیٰ آجکل بہی ایک ایسا مجدد ہے جس کیلئے دنیا کے تمام مذاہب کی کتابون مین مختلف طور پر پیشگوئیان موجود ہین اور دنیا کے تمام مذاہب اِس مجدد کا یہی وقت بتاتے ہین جسکی آنکہین ہین وہ اگر دیکھ لے۔ اور جس کے کان ہین وہ اگر سن لے۔ اور جو یہان آنے کی طاقت نہین رکہتا وہ آپ کی تصانیف کو پڑھ لے یا سن لے۔ یا کم از کم لیکھرام کا نشان ہی دیکھ لے کہ کس طرح قبل از وقت کہا گیا تہا کہ:۔

الا اے دشمنِ نادان و بے راہ بترس از تیغِ بُرّانِ محمدؐ

پہر اُس نادان دشمن نے کس طرح تیغ بُرّان محمد (صلعم) کا مزا چکہا ہے۔ غرضکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کسی بات کا لینا خوبی اور صداقت اسلام ہے۔ کیونکہ اسلام کا دعوےٰ ہے ملّۃ ابیکم ابراھیم اور یہ اسکی تصدیق ہوتی ہے:۔

اِس کے آگے چلکر راقم مضمون لکہتا ہے کہ جبکہ عید کی ابتدا ہوئی ہے اس وقت وحشیون کا زمانہ تہا اور چونکہ اس زمانہ کی دولت مویشی اور کچہ نقدی

ہوتی تہی اور جو انسان کہاتا ہے وُہی خدا کے لئے دیتا ہے اِس لئے اُس زمانہ مین قربانی کی زیادہ ضرورت تہی۔ اس عبارت سے صاحب مضمون کا یہ منشا ہے کہ چونکہ ابتدا زمانہ مین لوگ وحشی تہے اور عام طور پر انکا گذارہ مویشیون پر ہوتا تہا۔ اس لئے عید مین قربانی رکہی گئی تہی۔ اب اسکی اصلاح کرنی چاہیئے۔ مین اس کا جواب انشاء اللہ آگے چل کر دونگا جہان صاف طور پر یہ عبارت ہے۔ یہان مین اسجگہ صرف یہ سوال کرونگا کہ کیا وید کی شرتیان اس امر کو بیان .... کرتی ہین کہ ابتدائے زمانہ مین جبکہ مویشیون کی کثرت ہوگی تم مویشیون پر گذارہ کیا کرو۔ اور بعد مین تہذیب کے زمانہ مین مویشیون کا کہانا کلیتہً ترک کردینا اگر اسکے پہلے حصہ کا وید مین ذکر نہین یعنے گوشت خوری کی اجادت نہین تو مجہے اس امر کا جواب دیا جاوے کہ ابتدائے زمانہ مین جبکہ مویشی اور روپیہ ہوتا تہا (جیسا کہ صاحب مضمون نے لکہا ہے) تو اگر آریہ مذہب ابتدائے آفرینش سے ہی تو اس وقت کے آریہ کیا کہایا کرتے تہے اگر گوشت خوری کی اجازت ہی تو پہر کیا یہ جانورون پر رحم صرف ہماری دکہانے کے لئے ہی کیا جاتا ہے یا کچہہ اور بہی غرض ہے۔ مجہے اس بات کا خوب علم ہے کہ آریہ مذہب مین گوشت خواری کی اجازت ہی بڑی بہاری مثال کے طور پر مین اس وقت آریون کی اس پارٹی کو پیش کرنا چاہتا ہون جنہون نے گوشت خوری کا جواز اپنے مذہب سے ثابت کیا ہے پہر نہ معلوم کہ ہمپر بار بار مختلف طور پر کیون اعتراض کیا جاتا ہے کیا آریہ صاحبان نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ مسلمانون کے دل دکہا کر ہم فتح پا جائین گے۔ یا وہ ہم سے

بدلا لینا چاہتے ہین کہ ہم کیون ابھی بہشت مین شامل نہین ہوئے۔ اگر وہ ہمارے بزرگ حضرت ابراہیم علیہ السلام فداہ ابی وامی پر یہ اعتراض کرتے ہین کہ حضرت ابراہیم وحشی زمانہ مین گذرے ہین تو کیا کوئی آریہ مجھے اس بات کا جواب دیگا ہے کہ رشی کون تھے؟ کتنے تھے؟ اُن کے اخلاق کیسے تھے؟ یا صرف یہ ثبوت ہے کہ چونکہ وہ رشی تھے اس لئے نیک تھے مجھے یہ بھی بتایا جاوے کہ کیا اُن رشیون نے کبھی گوشت نہین کھایا۔

اس کے آگے چل کر صاحب مضمون کہتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس قربانی کے رد کرنے کیلئے فرمایا کہ تجھے قتل نہین کرنا چاہئے صاحب مضمون کو یہ بھی معلوم نہین کہ قتل اور قربانی مین فرق ہوتا ہے۔ اور قتل بھی ہر طرح کا منع نہین بلکہ خاص صورتون مین قتل کی بھی اجازت ہے۔ اگر تجھے شک ہے تو اپنے ویدون مین دیکھ لے۔ جہان دشمنون کے ہلاک کرنے کیلئے مختلف پیرائیون مین دعائین کیگئی ہین۔ اس سے بڑھکر کیا تو فتح کی وہ مفتاح جو دشمن کی سپاہ کی توپون کے بالمقابل کام آتی ہے بھول گیا ہے جسکو باوا (۵) دیانند جی مہاراج نے بیان

---

۵ باوا صاحب فرماتے ہین کہ جب دشمن کے پاس توپین ہون تو تم زمین پر لیٹ جاؤ اور سانپ کی طرح زمین کیساتھہ ساتھہ چلکر دشمن کی توپون تک پہنچ جاؤ اور وہان پہنچ کر انکی توپون کے منہ انکی طرف پھیر کر انکو مارو۔ (یہ خیال ہے کہ یہ تجویز اسوقت مفید ہوگی جبکہ دشمن سب کے سب اندھے ہون جو اپنے دشمنون کو اپنی طرف بڑھتا ہوا دیکھ نہ سکین اور توپین خالی چل رہی ہون تاکہ رستے مین کوئی آریہ مجروح نہ ہو جاوے اور دشمن بالکل کمزور ہون تاکہ ایک آریہ ان سب سے توپین چھین سکے) ...... فرمادین کہ یہ کیسی معقول تجویز ہے۔ یہ باوا صاحب کی عقل کا نمونہ ہے آپ بھی باوا صاحب کی اس عقلمندی سے فائدہ اُٹھاوین اور ضرورت کیوقت اس تجویز پر عمل کرنے کیلئے تیار ہو جاوین۔ منہ

فرمایا ہے جسکی مثال بگلے کی آنکھوں مین موم ڈال کر پکڑنیکی ہے۔

جس قتل کی ممانعت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کی ہے قرآن کریم نے بھی اس قتل کی اجازت نہیں دی۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا (یعنی جو شخص نفس کو بغیر قصاص یا زمین مین فساد ہونیکے اندیشہ کے کسیکو قتل کردے تو گویا اس نے تمام آدمیون کو قتل کردیا) مین قربانی اور قتل کے فرق کو انشاء اللہ تعالےٰ بعد مین چلکر ذکر کرونگا ؎

آگے چلکر صاحب مضمون لکھتا ہے کہ ایک بات غور طلب ہے اور وہ یہ کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے مورتون سے پوچھا تھا کہ کیا تم بیمار ہو کہ تم وہ خوراک نہین کہاتے جو تمہارے آگے رکھی جاتی۔ یہ بات بالکل بیہودہ اور بے بنیاد اور صریح کذب ہے کہین حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا کلمہ بیان نہین فرمایا اگر واقعی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ہے تو مجھے اس کتاب کا حوالہ دین جہان آپ نے دیکھا ہے انشاء اللہ تعالےٰ اس کا جواب ضرور عرض کرونگا۔ خدا آپ کے تبی اتنی بودی دلیل پیش نہین کیا کرتے یہ آپ پر افترا ہے۔ رہی یہ بات کہ خدا تعالیٰ کہاتا ہے کہ نہین۔ وہ فرماتا ہے

لن ينال الله لحومها ولا دماؤها ولكن يناله التقوى منكم

(یعنی خدا تعالےٰ کو قربانی کا گوشت اور خون نہین پہنچتا لیکن اسے تو تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے) اس آیت مین خدا تعالیٰ نے صاف فرمایا ہے۔ کہ مجھے گوشت تو نہین ملتا

ہان اگر تم پاک دل سے تقویٰ کیلئے یہ کام کرو تو مین اسکا اجر دون گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قربانیان اگر نیک نیتی سے کیجائین تو خدا تعالیٰ تک پہنچتی تو ضرور ہین فہی المقصود۔ باقی رہے بت وہ تو یہ جواب بھی نہین دیتے کہ پہنچتی ہین کہ نہین تاکہ اور نہین تو انسان کو تسلی ہی ہو جاوے کہ مین ایک فضول کام نہین کرتا ہون

اس کے بعد صاحب مضمون غور طلب والی بات نمبر۲ کو اس طرح پیش کرتا ہے کہ وہ لوگ جو کہتے ہین کہ ہم روحانی طور پر خدا تعالیٰ کی عبادت کرتے ہین وہ قربانی کے معاملہ مین بالکل اسکے برعکس کرتے ہین کیونکہ وہ مادی طور پر عبادت کرتے ہین اسلئے کہ وہ گوشت پیش کرتے ہین اور گوشت مادی چیز ہے۔ در اصل بات یہ ہے کہ قربانی خدا تعالیٰ کے قرب حاصل کرنیکے لئے کی جاتی ہے جس طرح انسان اپنا مال خدا تعالیٰ کی راہ مین دیتا ہے اسی طرح جانورون کی قربانی بھی ضروری ہے۔ اس سے ایک معمولی فایدہ یہ ہوتا ہے کہ بعض رشتہ دار انسان کے ایسے ہوتے ہین جن کو غربت کی وجہ سے کبھی گوشت نہین ملتا اور انسان کیلئے یہ مشکل ہوتا ہے کہ ان کو ایسی چیزین بہم پہنچائین۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے ایک ایسا طریقہ رکھا ہے کہ کم از کم انسان سال بھر مین ایک دفعہ تو ضرور ایسے غریب رشتہ دارون کیلئے ایسی چیز مہیا کر ہی دیتا ہے جس سے ان کے تعلقات بڑھتے ہین اور اتحاد کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ پھر محبت کیلئے اپنے ساتھیون مین تحفے تحایف کی ضرورت پڑتی ہے۔ بعض غریب آدمی اپنے سارے ساتھیون کو کوئی چیز نہین بھیج سکتے ایسے موقعہ پر وہ چھ سات روپے مین ایک بکرا ذبح کر کے

اپنے بہت سی ساتہیون کو ایک چیز بہیج سکتے ہیں اگر اسکی بجائے کوئی اور چہوٹی
سی چیز اپنے سے کسی امیر کے گہر مین بہیجے تو شرم آتی ہے مگر اس طریق سے
وہ اِس بات سی متمتع ہو سکتا ہے - پہر ایک بڑا بہاری اور اصلی فائدہ یہ ہوتا ہے
کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمنے تمہارے لئے جانورون کو مسخر کیا ہے تم انکو قربانی کرکے
کہاتے ہو - اس پر میرا شکر یہ ادا کرو جس نے تمہارے لئے یہ چیزین مہیا کی ہین اور تم
بہی پہر اپنے آپ کو اسی طرح قربان کردو - جس طرح تم اِن جانورون کو قربان کردیتے ہو
اور وہ اُف تک بہی نہین کہہ سکتے - اِس لئے تم یہ بات خوب سمجہ لو کہ جس طرح بجید
جانور میری راہ مین ذبح کرتے ہو تم بہی تیار رہو اپنی قربانی روحانی طور پر کردو
اور اگر ظاہر طور پر میری راہ مین قربان ہونیکی ضرورت پڑے تو ہرگز دریغ نہ کرو
جیسا کہ یہ جانور تمسے دریغ نہین کرتے - چونکہ انسان کی فطرت مین یہ بات رکہی ہوئی
ہے کہ مثال سے بہت جلد سمجہ جاتا ہے - اسلئے سال بسال اِن قربانیون سے اسے
یاد دلایا جاتا ہے کہ جس طرح تمہارے بزرگ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام خدا تعالیٰ کی راہ
مین اپنی قربانی دینے کیلئے تیار ہو گئے تہے (بلکہ اپنے آپ کو قربان کر ہی چکے تہے)
اسلئے تم بہی قربانی کے لئے تیار رہو) اور تم اپنی خواہشات وغیرہ کو چہوڑ دو - اب غور
کرنا چاہئے کہ قتل کرنے اور قربانی مین کس قدر فرق ہے - قتل تو کسی کو یونہی مار دینا
ہے اور قربانی اِس ارادہ سے کی جاتی ہے کہ تا یہ معلوم ہو جاوے کہ جس طرح مین
یہ جانور ذبح کرتا ہون - مین بہی اسی طرح خدا کی راہ مین ذبح ہونیکے لئے تیار ہون
چونکہ جب انسان اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ مین ذبح کر دیتا ہے تو پہر گناہ نہین کر سکتا

پس قربانی سے گناہ اسی طرح دور ہوتے ہین کہ انسان پچھلے گنہ چھوڑ دیتا ہے اور آیندہ نیکی کیطرف رجوع کر لیتا ہے کیونکہ اُسے معلوم ہو جاتا ہے کہ اسی طرح ایک دن ذبح ہو جانا ہے۔ گذشتہ گناہون کیلئے معافی طلب کرنا اور آیندہ کیلئے اُنکی جگہ نیکی کرنا ہی توبہ ہے اور یہ بات قربانی سے ہی حاصل ہوتی ہی اس لیے یہ بات بھی خدا تعالیٰ کے قریب پہنچانے کی ایک صورت ہوتی ہے۔ لہذا یہ بات معاف ہو گئی کہ اس مادی عبادت کے اندر روحانی عبادت مخفی ہوتی ہے۔

پھر آگے چل کر میرا مخالف کہتا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ قربانی سے گناہ دور جاتے ہین اور یہ خیال بالکل غلط ہے۔ مین اس امر کو ابھی حل کر چکا ہون کہ قربانی سے کس طرح گناہ دور ہو جاتے ہین اِسلیئے اس کے دوہرانے کی یہان ضرورت نہین ہے۔

اِسکے آگے چلکر صاحب مضمون یہ کہتا ہی کہ یسوع مسیح نے جو یہودیون کا آخری مُصلح ہے قربانی کرنے کی ممانعت کی ہی جسکی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اجازت دی تہی۔ یہ بالکل سچی بات ہے کہ جھوٹ کے پاؤن نہین ہوتے اور یہ مقولہ بھی سچ ہے کہ دروغ گورا حافظہ نباشد ایک کالم مین یہ لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قربانیون سے منع کیا تہا اور دوسرے کالم مین یہ لکھدیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ممانعت کی ہے جسکی اجازت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دی تہی۔ ناظرین اس تفاوت کو ملاحظہ فرماوین جو اس کے جواب کیلئے کافی ہے

پھر آگے چلکر راقم مضمون اِس طرح پر گوہر افشانی کرتا ہے کہ یہ بات آسانی سے

بیان نہین کی جاسکتی کہ مسلمان کیون اصلاح نہین کرتے جبکہ دوسرے تمام آدمی اپنے اپنے مذہب کی اصلاح کر رہے ہین ..... صرف مسلمان ہی ۱۳۰۰ سال سے پیچھے پڑے ہوئے ہین - اِس اعتراض کے جواب مین پہلی بات یہ دریافت طلب ہے کہ کیا آریون نے اُس بے حیائی کی رسم (جسکو نیوگ کہتے ہین اور جو ایک قسم کا زنا ہوتا ہے) چھوڑ دی ہے اگر نہین چھوڑی تو کیا وہ آئندہ کیلئے ایسی رسمون کو چھوڑنے پر آمادہ ہین - اسکے بعد مین یہ دریافت کرونگا کہ جب چودہ سو سال تک بھی ایک مذہب اپنے اصلی اصولون پر نہین چل سکتا - بلکہ اسکی اصلاح کی ضرورت سمجھی جاتی ہے تو وہ مذہب کس طرح سچا مذہب ہو سکتا ہے جو ابتدائے آفرینش سے ہے اور اسمین کسی قسم کی اصلاح کی ضرورت نہین - پھر مین یہ دریافت کرتا ہون کہ پرانے زمانے مین جو قربانی ہندو لوگ دیتے تھے - کیا وہ سب وید کو تسلیم نہین کرتے تھے - اگر وید کے مطابق دیتے تھے تو آپ کیون نہین دیتے کیا اِس زمانہ کے آرین مصلح آریون کے خدا سے زیادہ عقل رکھتے ہین جنکو اس اصلاح کی ضرورت پڑی کہ اب قربانی نہ دی جاوے -

یہ کیسی لغویات ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی مذہب آوے اور اسکی اصلاح انسان کرے - پھر خدائی مذہب تو نہ رہا - انسانی مذہب ہوا - ہان جو اصلاح کہ خدا تعالیٰ کا منشاء ہے وہ ہر وقت ہوتی رہتی ہے - جو خدا تعالیٰ ان بندون کی معرفت کرتا ہے جن کو وہ خود بھیجتا ہے اسلام کو اِس سے زیادہ اصلاح کی ضرورت نہین - ایسا مصلح جسکو خود خدا تعالیٰ نے بھیجا ہے اس وقت بھی موجود ہے جیسا کہ مین اوپر ذکر کر چکا ہون

پھر آگے چلکر آپ بیان فرماتے ہین کہ قربانی کے معنی نزدیکی کے ہین اس لئے جانورون کا قتل جایز نہین ۔ چونکہ ہم دکھلا چکے ہین کہ قربانی خدا تعالی کی نزدیکی کا ایک موجب ہے، اسلئے اس پر زیادہ بحث کرنیکی ضرورت نہین ٭

پھر راقم مضمون نے ایک یہ اعتراض کیا ہے کہ بعض لوگ غریب ہوتے ہین وہ قربانی نہین کر سکتے ۔ مین کہتا ہون کہ ہمارا مذہب یہی تو کہتا ہے کہ لا یکلف اللہ نفسًا الا وسعہا ۔ پھر کسی مین وسعت نہین تو قربانی نہ کرے ۔ یہ صاف بات ہے کوئی غریب اس امر پر مجبور نہین کہ وہ قربانی ضرور کرے ۔

اس کے آگے چلکر صاحب مضمون کہتا ہے کہ حضرت علی رض اور حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی قربانی نہین کی ۔ مسلمانون کو چاہیئے کہ اُنکے نمونہ کی پیروی کرین ۔

یہ ایک ایسا سیاہ جھوٹ ہے جسکی مثال دنیا میں نہیں مل سکتی اسلام مین سب سے پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی قربانی کی ہے کیونکہ آپ بانی مذہب ہین اس لئے آپ نے نمونہ دکھایا ۔ اسکے ثبوت مین کوئی دلیل پیش کرنا حماقت ہے کیونکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے اور تاریخ واضح طور سے اس امر کی شہادت دے رہی ہے کہ آپ نے بہت دفعہ قربانی کی ہے اور بعض دفعہ اس قدر قربانی کی ہے کہ آپ قربانی کرتے کرتے تھک گئے ۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت علی رض نے بقیہ اونٹ ذبح کئے تھے ۔ مین پسند نہین کرتا تھا کہ مین کوئی دلیل پیش کرون کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رض نے قربانی کی تھی کیونکہ جو اس امر

واقعی سے انکار کرتا ہے وہ جان بوجھ کر اندھا ہونا چاہتا ہے۔ اور ایسے آدمی کا کوئی علاج نہین ہے۔

اِس سے آگے چلکر صاحب مضمون اپنی حماقت کو اس طرح پر ظاہر کرتا ہے کہ وہ لفظ (Sacrifice) سیکریفائس کے معنے بیان کرتا ہے حالانکہ اگر اس سے دریافت کیا جاوے کہ تیرے پاس اِس امر کا کیا ثبوت ہے کہ قربانی کے معنے ٹھیک طور پر اس لفظ مین آجاتے ہین؟ میرا یہ دعوے ہے کہ اس لفظ کے ٹھیک ٹھیک معانی اس لفظ مین نہین آتے۔ بلکہ چونکہ عربی فصیح زبان ہے اور انگریزی مین اس معنے کے ادا کرنے کیلئے کوئی لفظ نہین ملسکتا جو قربانی میں مدنظر رہتے ہین اِس لیے یہی لفظ اُس کے ترجمہ مین استعمال کیا گیا ہے۔ ورنہ یہ ٹھیک ترجمہ نہین ہے۔

مذکورہ بالا چند سطور مینے ہارہ بنجر کے ایک مضمون پر مختصر طور پر ریمارک کرتے ہوئے لکھی ہین جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مضمون نویس نے ایک تو سیاہ جھوٹ یہ لکھا ہے کہ حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رض نے قربانی نہین کی اور دوسرے وہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ مسلمانون کو چاہیئے کہ اپنے مذہب کی اصلاح کرین۔ اور اس سے اُس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ کوئی مذہب جو ابتدائے آفرینش سے ہو قابل تقلید نہین ہو سکتا کیونکہ اسلام بھی جس کو تیرہ سو سال کے قریب ہوئے ہین قابل اصلاح ہو گیا ہے۔ بہر حال اب مین اس مضمون کو ختم کرتے ہوئے اپنے ناظرین کو امید دلاتا ہون کہ صاحب مضمون

صہ کوئی جواب نہ ملیگا۔

سے اس بات کے سننے کے منتظر ہین کہ آریون نے اس وقت تک کس کس امر کی اصلاح کی ہے اور آیندہ کس کس امر کی اصلاح کرنا چاہتے ہین۔ اور کیا نیوگ کا مسئلہ بھی اسی قسم کا ہے کہ اسکی اصلاح ہونی چاہیئے۔

عبدالرحیم از قادیان دارالامان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یاد دہانی

جن احباب کیطرف بقایا ہے۔ وہ براے مہربانی بہت جلد اپنے بقایا ادا کرنیکی کوشش کریں۔ اور ۱۹۰۸ء کی قیمت بطور پیشگی ارسال فرمادین۔

اطلاع

بعض احباب رسالہ نمبر ۱۲ جلد ۲ کے لئے تقاضا کرتے ہیں۔ ایسی احباب کیخدمت میں باادب عرض ہے۔ کہ ابھی رسالہ مذکور شائع نہیں ہوا شائع ہونے پر انشاءاللہ سب خریداران کے نام روانہ کیا جاویگا۔ مینیجر

نمبر ۱۲

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہ۔ اسلام وعلیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ عنایت نامہ پہنچا
میں باوجود علالت طبع کے اور باوجود ایسی حالتوں کے جینے حتیٰ کہ شاید زندگی میں سے
چندوم باقی ہیں آپ کو دعا کرنیمیں فراموش نہیں کیا بلکہ انہیں حالات میں درد دل سے دعا
کی ہے اور اب تک میرے جوش میں کمی نہیں ہے میں نہیں جانتا کہ اس خط کے پونچنے
تک کتنی دفعہ دعا کا موقعہ ملیگا میں ہرگز باور نہیں کرتا کہ یہ دعائیں میری قبول نہ ہوں اور میں
چاہتا ہوں کہ جہاں تک انسان کیلئے ممکن ہو سکتا ہے آپ اس گھڑی کے یقین دل سے
منتظر رہیں جب کہ دعاؤں کی قبولیت ظاہر ہو ایک بڑے یقین کیساتھ انتظار کرنا بڑا
اثر رکھتا ہے میں آپ کو نہیں بتلا سکتا کہ میں آپکے لیئے کس توجہ سے دعا کرتا ہوں یہ حالت
خدا تعالیٰ کو خوب معلوم ہے ان دنوں میں میری طبیعت بہت بیمار ہو گئی تھی ایک دفعہ
مرض کا خطرناک حملہ بھی ہوا تھا مگر شکر باری ہے کہ اس وقت میں بھی میںنے بہت دعا کی
ہے اور اب تک طبیعت بہت کمزور ہے اس لئے کتاب کی تالیف میں بھی ہرج ہے
ایک نہایت ضروری امر کے لئے آپکو لکھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں نے سنا ہے
کہ مدراس میں ایک میلہ یوز آسف کا سال بسال ہوا کرتا ہے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ
جو لوگ میلہ کرتے ہیں وہ یوز آسف کس کو کہتے ہیں اور کس مرتبہ کا انسان اس کو سمجھتے
ہیں اور نیز ان کا کیا اعتقاد ہے کہ وہ کہاں سے آیا تھا اور کس قوم میں سے تھا اور کیا
مذہب رکھتا ہے اور نیز یہ کہ کیا اسجگہ کوئی یوز آسف کا کوئی مقام موجود ہے اور کیا ان
لوگوں کے پاس .. کوئی ایسی تحریریں ہیں جن سے یوز آسف کے سوانح معلوم ہو

سکیں اور ایسا ہی دوسرے حالات جہاں تک ممکن ہو سکے دریافت کر کے جلد تر مجھکو
اس سے اطلاع بخشیں کیونکہ اس وقت کہ جواب آوے یہ کتاب معرض التوا میں رہیگی
اور میں نے باوجود ضعف طبیعت کے نہایت ضروری سمجھکر یہ خط لکھا ہے اللہ تعالیٰ
خیر وعافیت سے اس خط کو پہنچاوے باقی خیریت ہے والسلام خاکسار مرزا غلام احمد ۱۱ جولائی ۱۸۹۹ء

نمبر ۱۳

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مبلغ دو صد روپیہ
مرسلہ آنمکرم مجھکو ملگیا اللہ تعالیٰ آپکے ساتھ وہ معاملہ رحمت اور فضل اور کرم کا کرے جو
آپ اس کی راہ میں اور اس کے بندہ کی مدد میں کر رہے ہیں آمین ثم آمین۔ اسجگہ محمد حسین
اور اس کے گروہ کیطرف سے مقدمہ میں فتح پانیکے لئے بڑی طیاری ہو رہی ہے
اور وکیلوں کو دینے کیلئے شہروں میں اس کے لئے چندہ جمع ہو رہا ہے اور مجھے معلوم
ہوا ہے کہ انہوں نے دوسری قوموں سے بھی اتفاق کر لیا ہے بظاہر مقدمہ ایک خطرناک
صورت میں ہو گیا ہے مگر خدا تعالیٰ کے کام انسان کے کام سے الگ ہیں اب ۵ جنوری ۹۹ء
قریب آگئی ہے جو تاریخ پیشی ہے مینے آنمکرم کے بلانیکے لئے ایک تو اس وجہ سے تار نہیں
بھیجا کہ غالباً راہ میں دقتیں ہیں جالندھر کے ضلع میں بھی طاعون ہے دوسرے یہ بھی خیال رہا
ہے کہ اس مقدمہ میں معلوم نہیں کہ قادیان رہوں یا انتقال مقدمہ تک حاضر کچہری رہنا
پڑے یہ ایک آخری ابتلا ہے جو محمد حسین کیوجہ سے پیش آگیا ہے ہم اللہ تعالیٰ کے
فضل سے راضی ہیں اور ہم خوب جانتے ہیں کہ وہ ہمیں ضائع نہیں کریگا مخالفوں نے اپنی
کوششوں کو انتہا تک پہنچا دیا ہے اور خدا تعالیٰ کے کام فکر اور عقل سے باہر

ہیں زیادہ خیریت ہے والسلام خاکسار مرزا غلام احمد ۲ ر جون ۹۹ء

نمبر ۱۴

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہ۔ اسلام وعلیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ مبلغ ایکسو روپیہ مرسلہ بذریعہ ڈاک پہنچگیا جزاکم اللہ خیر الجزا آمین ثم آمین۔ میرے گھر میں پیدائش لڑکے کیوقت بہت طبیعت بگڑ گئی تھی مگر الحمد للہ اب ہر طرح سے خیریت ہے عجیب بات ہے کہ قریباً چودہ برس کا عرصہ گذرا ہے کہ مینے خواب میں دیکھا تھا کہ میری اس بیوی کو چوتھا لڑکا پیدا ہوا ہے اور تین پہلے موجود ہیں اور یہ بھی خواب میں دیکھا تھا کہ اس پسر چہارم کا عقیقہ بروز دوشنبہ یعنی پیر ہوا ہے اور جس وقت یہ خواب دیکھی تھی اس وقت ایک بھی لڑکا نہ تھا یعنی کوئی بھی نہیں تھا اور خواب میں دیکھا تھا کہ اس بیوی سے میرے چار لڑکے ہیں اور چاروں میری نظر کے سامنے موجود ہیں اور چوتھے لڑکے کا عقیقہ پیر کو ہوا ہے اب جبکہ یہ لڑکا یعنی مبارک احمد پیدا ہوا تو وہ خواب بھول گیا اور عقیقہ اتوار کے دن مقرر ہوا لیکن خدا کی قدرت کہ اس قدر بارش ہوئی کہ اتوار میں عقیقہ کا سامان نہ ہو سکا اور ہر طرف سے حارج پیش آئی ناچار پیر کے دن عقیقہ قرار پایا پھر ساتھ یاد آیا کہ قریباً چودہ برس گذر گئے کہ خواب میں دیکھا تھا کہ ایک چوتھا لڑکا پیدا ہوگا اور اس کا عقیقہ پیر کے دن ہوگا تب وہ اضطراب ایک خوشی سے مبدل ہو گیا کیونکہ خدا تعالےٰ نے اپنی بات کو پورا کیا اور ہم سب زور لگا رہے تھے کہ عقیقہ اتوار کے دن ہو مگر کچھ بھی پیش نہ گئی اور عقیقہ پیر کو ہوا یہ پیشگوئی بڑی بھاری تھی کہ اس چودہ برس کے عرصہ میں یہ پیشگوئی کہ یہ چار لڑکے پیدا ہونگے اور پھر چہارم کا عقیقہ پیر کے دن ہوگا انسان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اُس مدت تک کہ چار

لڑکے پیدا ہو سکیں زندہ بھی رہیں یہ خدا کے کام ہیں مگر افسوس کہ ہماری قوم دیکھتی ہے پھر آنکھ بند کرتی ہے۔ بیٹے دو روز ہوئے یا کم و بیش آپکو خواب میں دیکھا تھا مگر مجھے اس کا بستر نامعلوم رہا اس لئے صرف بار بار دعا کی گئی زیادہ خیریت ہے والسلام آنمکرم کی مشک مرسلہ بھی مجھکو پہنچ گئی ہے خدا تعالیٰ آپ کو متواتر خدمات کا بہت بہت اجر بخشے اور بہت سی برکتیں آپ پر نازل کرے عنبر سفید درحقیقت بہت ہی نافع معلوم ہوا تھوڑی خوراک سے دل کو قوت دیتا ہے اور دورانِ خون تیز کرتا ہے یہ بھی اللہ کی حکمت ہے کہ ایسی بیماری دامن گیر ہے کہ ان چیزوں کی حاجت پڑتی ہے مجھے دراصل دو دائمی بیماریاں ہیں ایک یہ دل کی بیماری اور ایک کثرت بول یہ اس لئے ہوا تا وہ حدیث پوری ہو کہ وہ مسیح موعود دو زرد چادروں کیساتھ نازل ہوگا اہل تعبیر لکھتے ہیں کہ دو زرد چادروں سے مراد دو بیماریاں ہیں یہ بشریت کے لوازم ہیں۔ خاکسار مرزا غلام احمد ۲۷ جون ۱۸۹۹ء

نمبر ۱۵

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاۃ۔ عنایت نامہ پہنچا اس عاجز کی طبیعت ہنوز کسی قدر علیل ہے کھانسی اور زکام کا عارضہ ہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے شفا بخشے گا میں یقین رکھتا ہوں کہ جس وقت مجھے وہ دعا۔۔ آئی جو اپنی قبولیت ساتھ رکھتی ہے تو اللہ تعالیٰ سب غم آپکے دور کر دیگا آپکے خیال میں یہ سب کام مشکل ہیں مگر خدا تعالیٰ کے آگے آسان ہیں آپ اطمینان رکھیں اور ہرگز بیقرار نہ ہوں میں یہ بھی خیال کرتا ہوں کہ آپکو تجربہ کے بعد کہ خدا تعالیٰ ایسا قادر ہے کہ پھر ایسی بیقراری کبھی محسوس نہ ہوگی میں بیمار ہوں اس لئے میں نہیں چاہتا کہ آپکو یہ موقع پیش آوے مگر بہر حال دعا میں مصروف ہوں۔ والسلام خاکسار مرزا غلام احمد ۲۹ مارچ ۹۹ء

یہاں سکول کا ایک چوہڑہ بڑے زور سے کہتا پہرتا تہا کہ خواہ کچھہ ہو جائے مین تو عیسائی ہونگا پوچہنے پر معلوم ہوا کہ کسی شخص کے ظلم سے تنگ آ کر چوہڑہون نے صلاح کی تہی کہ چلو عیسائی ہو جائین مفت مین کہانیکو ملیگا اور ہر طرحکا آرام رہیگا اور اسکو بہی کہا گیا تہا کہ تو بہی چل مگر اسکو پسند نہ تہا اس لئے نہین کہ وہ اپنے اعتقاد پر پکا تہا بلکہ اس لئے کہ وہ اس شخص کی دست برد سے محفوظ تہا کیونکہ سارا دن سکول مین گذارتا تہا بیگار مین اسے کوئی کس وقت پکڑتا اور پہر کہانیکو خوب کافی ملجاتا تہا۔ پس عام طور پر عیسائیون کی ترقی کا یہی باعث ہے۔ یا قحط کے موقعہ پر یہ غریب ہو کے مرتے لوگون کے بال بچے اپنے ساتہہ لے جاتے ہین اور ان کو بچپن سے انجیل کی تعلیم دیتے ہین تا کہ بڑے ہو کر وہ ان کے دام مین پہنس جائین اور وہ جو ہوش و حواس مین ہو کر ان مین داخل ہوتے ہین ان مین سے اکثر ایسے ہوتے ہین جو گناہون کے مسئلہ کو گناہون کیلئے کافی سمجہہ کر ہر طرح کی عیاشی کا میدان کہلا دیکہتے ہین اور اس سے زیادہ اور کہین پناہ کی جگہ نہین پاتے۔ ہان آجکل آریون نے نیوگ کا مسئلہ جاری کر کے عیسائیون سے نصف ٹپا لینیکی کوشش کی ہے جسمین کسی حدتک وہ کامیاب بہی ہو گئے ہین اور اگر ان مین غیر قومون کے تو آریون سے نیوگ کرانے اور اپنی لڑکیان انکو دینے کی اجازت ہو گئی تو امید ہے کہ عیسائی اپنا بہت سا شکار کہو بیٹہین گے۔ کیونکہ عیسائی تو صرف مال اور آزادی کی طمع دیتے ہین وہان مزید برآن نیوگ کی طمع بہی ہوگی۔ مگر کیا ایسی ترقیان۔ ترقیان کہلا سکتی ہین یا ایک دین کی سچائی کا ثبوت ہو سکتی ہین ہرگز نہین۔ بلکہ عقلمند جانتے ہین کہ یہ ایک سیاہ داغ ہے جو کبہی بہی مٹ نہین سکتا۔ والسلام

ایڈیٹر

امرا

فرمایا کہ آج کل کے نواب اور امرا عیاشی میں پڑے ہوئے ہیں دین کی طرف بالکل توجہ نہیں ہے۔ ہر قسم کے عیش و عشرت کے کاموں میں مصروف ہیں۔ مگر دین سے بالکل غافل ہیں اور دوسرے آدمی بھی جب ان کو کوئی بڑا عہدہ ملتا ہے یا کسی اعلےٰ جگہ پر مقرر ہوتے ہیں تو پھر غافل ہوجاتے ہیں۔ اور بالکل مخلوق کی بہتری کا خیال نہیں رہتا دنیا میں عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ جب انسان کسی اعلےٰ مرتبہ کو حاصل کر لیتا ہے تو پھر وہ مغرور ہو جاتا ہے۔ حالانکہ وہ اس عرصہ میں بہت کچھ نیک کام کر سکتا ہے۔ اور بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ خداتعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ اگر تم میرا شکر ادا کرو تو میں اپنے احسانات کو اور بھی زیادہ کرتا ہوں اور اگر تم کفر کرو تو پھر میرا عذاب بھی بڑا سخت ہے۔ یعنی انسان پر جب خداتعالےٰ کے احسانات ہوں تو اس کو چاہیئے کہ وہ اس کا شکر ادا کرے اور انسانوں کی بہتری کا خیال رکھے اور اگر کوئی ایسا نہ کرے اور الٹا ظلم شروع کر دے تو پھر خداتعالےٰ اس سے وہ نعمتیں چھین لیتا اور عذاب کرتا ہے۔ آجکل نواب اور راجہ بالکل بھولے ہیں اور پھر اپنے عیش و آرام میں پڑے ہوئے ہیں۔ دوسرے لوگوں کو چاہیئے کہ ایسے کاموں میں مخلوق کی بھلائی کا خیال رکھیں اور ان باتوں کو بھولیں نہیں جنسے اہل ملک کا فایدہ ہو اور ایسا نہ ہو کہ بڑا عہدہ پاکر انسان خدا کو بھول جائے اور اسکا دماغ آسمان پر چڑھ جائے بلکہ چاہیئے کہ نرمی اور پیار سے کام کیا جائے۔ اور چاہیئے کہ جو شخص کسی ذمہ داری کے عہدہ پر مقرر ہو تو وہ لوگوں سے خواہ امیر ہوں یا غریب نرمی اور اخلاق سے پیش آئے کیونکہ اس میں نہ صرف ان لوگوں کی بہتری ہے بلکہ خود اسکی بھی بہتری ہے۔ آجکل کے رؤسا اور انکے اہلکاروں کو ان باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے۔ والسلام (ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

...نصلی علٰی رسولہ الکریم

تمہید

...رین - میں یہ چند صفحات آپکی خدمت میں پیش کرتے ہوئے امید کرتا ہوں کہ آپ ان مضامین کو جو اِن میں درج ہیں کم از کم ایکدفعہ ضرور پڑہینگے اور اس پر غور کرینگے - میں یہ نہیں کہتا کہ جو کچھ اس ...یں لکھا ہوا ہے آپ اسے فوراً مان لیں بلکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ اپنے فرصت کے وقتوں میں انہیں خوب سوچیں اور غور کریں - اور یونہی سرسری نہ سمجھیں -

۲ - آجتک اسلام کی تائید میں بہت کچھ لکھا جاچکا ہے اور آئیندہ بہت کچھ لکھا جاویگا - مگر تاہم فی الحال جو رسالوں اخباروں کی بھرمار ہمارے مخالفوں کی طرف سے ہو رہی ہے - اس کے مقابلے میں مسلمانوں کی طرف سے بہت کم اور قلیل ڈیفنس ہو رہا ہے - ڈیفنس کی ضرورت جو ہمیں محسوس ہو رہی ہے اس کو بیان کرنا فضول ہوگا - کیونکہ ہر مومن کا دل خوب جانتا ہے کہ اسلام پر آریوں اور عیسائیوں کے حملے بڑے شدید ہو رہے ہیں اخبار نکالے جاتے ہیں رسالے چھاپے جاتے ہیں پمفلٹ اور ٹریکٹ تقسیم کئے جاتے ہیں اور روپیہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے غرضیکہ جانی و مالی ہر طرح کی کوشش اس کی تخریب کے لئے کیجاتی ہیں - اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اس وقت بقدر ہمت اسلام کی خدمت کر کے ثواب حاصل کرے - آج کل جہاد قلم ہی سے جایز ہے کیونکہ دشمن قلم ہی استعمال کرتا ہے - دشمن تلوار استعمال نہیں کرتا ہے اس لئے ہمارے لئے

بھی دینی معاملے میں تلوار اٹھانا حرام ہے۔ اسلام کے آغاز میں دشمن نے چاہا کہ تلوار سے اسے تباہ کردے اس کا نام ونشان اٹھا دے۔ سو اس ظلم و تعدی کو تیرہ سال تک توصبر سے برداشت کیا گیا۔ لیکن جب بات حد سے بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ سے اجازت حاصل کرکے تلوار اٹھائی گئی اسی طرح اب بھی دشمن نے پہلے قلم سے وار کرنا شروع کیا ہے پادری فنڈر صاحب اور پادری عماد الدین صاحب لالہ دیانند صاحب و منشی اندرمن صاحب نے اپنی اپنی تصنیفوں میں وہ وہ گالیاں دی ہیں جو برداشت سے باہر ہیں اگرچہ ہمیں حق حاصل ہے کہ ویسی ہی ٹون میں جواب دیں اور اسی ترازو سے ان کے لئے تولیں جس میں انہوں نے ہمارے لئے تولا مگر اسلامی خلق اس بات سے مانع ہے اس لئے ہم دلایل ہی کام لیتے ہوئے فضول ہنسی ٹھٹھا سے اجتناب کریں۔ اور یہ رسالہ اس غرض سے چھاپا گیا ہے کہ اسلام کی امن بھری تعلیم دنیا میں پھیلے اور خدا کی مخلوق کیلئے باعثِ آرام دینی ودنیوی ہو۔

۳۔ انسان دو انسوں سے مرکب ہے۔ ایک اُنس تو اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرا اُس کی مخلوق سے۔ پہلے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے خالق و مالک کی عبادت اس کے فرمودہ کے مطابق بجالائیں اور دوسرے سے یہ مراد ہے کہ معاملات اپنے ہمجنسوں سے نیکی و ہمدردی کے برتیں مگر بدقسمتی سے بعض حضرات ہیں کہ وہ اس پیارے محسن کی ہستی سے ہی انکار کردیتے ہیں جس نے انہیں اول تو انسان بنایا پھر انکی تمام ضروریات کو پورا کرنیکے لئے ہر قسم کے سامان مہیا کئے یہ اس دنیا و مافیہا کی طرف ہی نظر کریں تو معلوم ہوجائے کہ کس حسن اور خوبی کیساتھ کارخانہ دنیا چل رہا ہے۔ اکثر اوقات ہمارے تجربہ میں آیا ہے کہ ہم ایک کام کرنیکا مصمم ارادہ کرتے ہیں اور اس کے لئے جو اسباب ضروری ہوں انہیں بکلی مہیا کرلیتے ہیں مگر پھر بھی ہم

اسے نہیں کر سکتے اور پھر دوسرے وقت انہیں اسباب سے ہم اسی کام کو کر لیتے ہیں اور بعض وقت ہم چاہتے کچھ اور ہیں اور ہوتا کچھ اور ہے۔ چنانچہ کوئی شخص شادی کرتا ہے اور اولاد نرینہ کا خواہشمند ہوتا ہے مگر اس کے ارادے کے برخلاف لڑکیاں ہی پیدا ہوتی ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی ایسی ہستی ضرور ہے جو ہمارے کاموں کے نتائج میں تبدیلی پیدا کرتی ہے۔ ایک اور عام دلیل جو باری تعالےٰ کی ہستی میں پیش کیجاتی ہے یہ ہے کہ انسان کو کائنات کی مختلف صنعتوں پر نظر ڈالنے سے یہ پتہ ملتا ہے کہ ان کے بنانیوالا ضرور ہے سو اسی طرح ذرا اسی قانون کو وسیع کر کے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اس بڑی دنیا کے بنانیوالا بھی کوئی نہ کوئی ہونا چاہئے۔ مگر اس دلیل میں یہ نقص ہے کہ ہم یقینی اور قطعی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ وہ ضرور ہے سو اس کا وجود قطعی اور یقینی طور پر منوانیکے لئے دنیا میں نبی آتے ہیں اور ان کے وجود سے خدا تعالےٰ کی ہستی اس قدر روشن ہو جاتی ہے کہ گویا انسان اپنی آنکھوں سے اسے دیکھ لیتا ہے۔ اور اس کے وجود پر بھی اس کو ایسا ہی یقین آجاتا ہے جیسا اپنی ہستی پر۔ نبیوں سے اللہ تبارک وتعالےٰ کلام کرتا اور انہیں آئیندہ کی خبریں دیتا ہے۔ اور ان کے مخالفوں کے تمام مکائد کو جو وہ اس کے نابود کرنیکے لئے کرتے ہیں خود مخالفوں کی ہی ہلاکت کا باعث کر دیتا ہے۔ ان اعلیٰ وارفع انسانوں کو ایذا سے بچاتا اور ان پاک وجودوں کی نگہبانی کرتا ہے۔ اس بے مثل و بے مانند ہستی کے سوا کون ہی جو انہیں (جن کی تمام قومیں دشمن ہوں) بچائے۔ جب نبی اپنی نبوت کا دعوےٰ کرتا ہے اسی وقت یگانی و بیگانے سب کے سب بلا تمیز سیاہ و سفید اس کے مخالف ہو جاتے ہیں۔ اور اسے پاگل مجنون اور ساحر وغیرہ کے ناموں سے نامزد کرتے ہیں اور اس کے کاموں کی ہنسی اڑاتے ہیں۔ مگر وہ خدا ہی ہے جو انہیں ان کے مقاصد میں کامیاب کرتا ہے اور مظفر و منصور رکھتا ہے۔

ہماری سرکار سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہی دیکھ لو جب آپ نے دعویٰ نبوت کیا سوائے چار آدمیوں کے سب کے سب دشمن ہو گئے۔ اور چونکہ ان کا دعوے تھا کہ میں تمام جہان کیلئے ہادی اور رحمت ہو کر آیا ہوں۔ اس لئے تمام کی تمام قومیں یکدفعہ ان کی دشمن بنگئیں کیا یہودی کیا عیسائی کیا مشرکین کیا دہریہ سب نے یہ کوشش کی کہ انہیں نابود کر دیں اور اس غرض کے حصول کیلئے وہ وہ ظالمانہ اور جابرانہ کارروائیاں کیں جن کے ذکر سے بھی دل کانپ جاتا ہے اور بدن پر لرزہ آتا ہے۔ حضور کے سر پر راکھ ڈالی ... جاتی تھی اور اینٹوں اور پتھروں سے زخمی کیا جاتا تھا ایک دفعہ سجدہ کی حالت میں آپکی گردن پر اونٹ کی گند سے بھری ہوئی اوجھری رکھی گئی۔ پھر متبعین کو گرم ریت پر لٹا کر بیت مارے جاتے اور بیچاری بیگناہ مومنہ عورتوں کو ناگفتہ بہ سزائیں دیجاتیں چنانچہ ایک عورت کی ایک ٹانگ ایک اونٹ سے اور دوسری دوسرے اونٹ سے باندھ کر مختلف سمتوں کو چلایا گیا اور اس طرح اس مظلومہ کو دو حصوں میں چیر دیا گیا۔ ایک طرف تو یہ حال تھا دوسری طرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے چچا ابو طالب کی معرفت لالچ دلایا جاتا تھا کہ آپ بتوں کے خلاف وعظ کرنا چھوڑ دیں تو اس کے عوض میں اگر آپ بادشاہت چاہتے ہیں تو ہم آپ کو بادشاہ مان لینگے اگر آپ کو خوبصورت بیوی کی خواہش ہے تو ہم وہ مہیا کر دینگے اور اگر دولت کی طمع ہو تو بہت مال و زر جمع کر دینگے۔ غرضیکہ کسی طرح آپ بتوں کی مخالفت چھوڑ دیں ہم آپ سے جو سلوک چاہیں کرنیکو طیار ہیں۔ مگر دیکھو وہ اولوالعزم نبی ان تکلیفوں کو جو اللہ کی راہ میں اُسے دیجاتی ہیں۔ اور ان انعاموں کو جو پیش کئے جاتے پر کاہ کے برابر نہ سمجھتا ہوا یہ جواب دیتا ہے۔ اے چچا اگر یہ لوگ میرے دائیں طرف آفتاب اور

میرے بائیں طرف ماہتاب رکھدیں تو بھی میں کلمہ حق کہنے سے نہ رکوں گا۔ میں ان بتوں کی مخالفت کروں گا اور اللہ واحد کا نام زمین میں بلند کروں گا۔ اب یہاں عقلِ سلیم کے سوچنے کا مقام ہے کہ اگر نعوذ باللہ نبی کریم نے دنیا کمانیکی خواہش سے یہ جھوٹ اور افترا باندھا تھا تو وہ تو ان کو ملتی تھی پھر انکار کیوں کیا۔ آجکل اگر دنیوی انسان کو صرف ایک مصیبت آن پڑتی ہے تو گھر اور باہر کے سب کام بھول جاتے ہیں اور دیوانوں کی طرح ادہر ادہر بھاگتا پھرتا ہے کہ کسی طرح میں اس سے نجات پاؤں کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مصیبت کو پیار کرتے تھے اور آرام نہ چاہتے تھے۔ یہ انسانی فطرت کے خلاف ہے کہ وہ آرام اور وجاہت لینے سے انکار کردے جب کہ وہ انہیں کے حصول کیلئے بہت سعی اور کوشش کر رہا اور جھوٹ بول رہا ہو۔ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا پر نعوذ باللہ ایمان نہ تھا تو کیوں انہوں نے بادشاہ ہونا قبول نہ کرلیا آدمی اگر جھوٹ بولتا ہے تو دنیوی وجاہت کیلئے یا اپنے کسی نفع کیلئے وہ تو ان کو بغیر جھوٹ کے ہی اب حاصل ہونے لگے تو کیا ضرورت پڑی تھی کہ مصیبت کے ایام کو لمبا کرتے۔ کفار مکہ کے بادشاہ بنکر وہ اردگرد کے قبایل کو فتح کر سکتے تھے۔ اب دوسرے پہلو پر نگاہ کرو کہ اگر رسول کریم افترا باندھتے تھے اور کوئی خدا نہ تھا جو ان کو وحی کرتا تھا اور آئندہ کیلئے ان کو خوشخبری دیتا تھا کیوں ایسی کمزوری اور کس مپرسی کے زمانہ کی باتیں کیسی ہو کی پوری ہو گئیں۔ کیا کسی ملک کی ہسٹری کسی ایسے آدمی کا نام بتا سکتی ہے جسنے اس قدر جھوٹ باندہا اور پھر اس کی باتیں جوں کی توں پوری ہوئیں۔ اب ہم نمونہ کے طور پر دو تین باتیں لکھتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ایسی ہستی ضرور ہے جس کو مسلمان اللہ یعنی تمام نیک صفات سے متصف کہتے ہیں اور جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی کمزوری کیوقت میں مدد کی اور ان کے ذریعہ سے سالہا سال پہلے دنیا کو اُن باتوں کی خبر دی جن کا ان کو وہم و گمان تک نہ تھا اور پھر جس طرح کہا تھا اسی طرح پورا کیا۔

اول۔ کافر لوگ رسول کریم کو بنظر حقارت دیکھتے تھے اور انہیں کذاب یا مجنون کہتے تھے اس وقت اللہ تعالےٰ اپنی نبی کو مخاطب کرکے فرماتا ہے کہ تو کہدے۔ ان نشا نخسف بھم الارض او نسقط علیھم کسفا من السماء۔ اگر ہم چاہیں تو ان کافروں کو اسی ملک میں ذلیل کردیں یا آسمان سے ان پر کوئی عذاب نازل کردیں۔ اور جب مکے والوں کی ایذادہی کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور انہوں نے حضور کے قتل کا ارادہ کیا تو اللہ تبارک تعالےٰ نے ان کے بدارادے کی اطلاع حضرت صلعم کو کردی اور حکم کیا کہ وہ مکہ چھوڑ کر مدینہ کو ہجرت کر جاویں۔ یہ صبر کی انتہا تھی۔ کہ اپنے وطن مالوف کو چھوڑ کر ایک اجنبی شہر میں جانا منظور کریں مگر دیکھو اگر وہ دنیا طلبی کے پیچھے پڑے ہوئے تھے تو انہیں کیا ضرورت تھی کہ مدینے میں جاتے جہاں ان کو کوئی جانتا نہ تہا۔ اسوقت اللہ تعالےٰ اُن کو فرماتا ہے لا یلبثون خلافک الا قلیلا۔ یعنی یہ کفار مکہ میری ہجرت کے بعد بہت تھوڑا عرصہ اس حالت پر رہیں گے اور پھر ان پر عذاب الہی نازل ہوگا اور یہ سب تباہ ہو جاوینگے۔ اب غور کرو کہ آنحضرت کی اپنی طاقت کا حال تو اس وقت یہ تہا کہ کچھ لوگ کفار مکہ کے ڈر کے مارے حبشہ کو چلے گئے تھے اور کچھ آپ کے ساتھ مدینہ کو ہجرت کر گئے تہے تاکہ اپنے خون کے پیاسے دشمنوں کے ظلم و ستم سے بچیں۔ اور پیشگوئی یہ کرتے ہیں کہ مجھ کو خدا نے کہا ہے کہ اب یہ لوگ اس حالت پر بہت ہی کم عرصہ رہینگے اور جلد تباہ ہو جائینگے کیا کوئی مفتری انسان قبل از وقت ایسی راست اور ایسی پکی

پیشگوئی کر سکتا ہے؟ پھر اسی پیشگوئی کیطرف ایک اور جگہ بھی اشارہ ہے جہاں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ماکان اللہ لیعذبھم وانت فیھم یعنی میں ان کافروں کو عذاب نہیں دونگا درحالیکہ تم ان میں ہو۔ تو اس میں سے بطور نتیجہ کے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس میں اللہ تعالٰے نے رسول کریم کو ہجرت کیطرف قبل از وقت اشارہ فرمایا ہے گویا اس میں دو ہری پیشگوئی ہے ایک تو ہجرت کی اور دوسری یہ کہ ان کافروں کو ہجرت کے بعد عذاب دیا جاویگا۔ اور پھر جب کفار نے اسپر زور دیا کہ ہم پر کیوں عذاب نازل نہیں ہوتا تو اللہ تعالٰے نے فرمایا عسی ان یکون ردف لکم بعض الذی تستعجلون یعنی ابھی تھوڑی دیر میں تمہارے پیچھے کچھ حصہ اس عذاب کا لگا دیا جاویگا جس کو تم جلدی طلب کرتی ہو۔ اور پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد یعنی تحقیق وہ اللہ جس نے تجھ پر قرآن شریف فرض کر دیا ہے تجھے مکہ کی طرف ضرور لوٹائیگا اور پھر فرمایا کان فی المدینۃ تسعۃ رھط یفسدون فی الارض یعنی مکہ شہر میں نو سردار ہیں جو زمین میں فساد ڈالتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔ یہ ان نو سرداروں کیطرف اشارہ ہے جنہوں نے ملکر رسول کریم صلعم کے قتل کیلئے کمیٹی کی تھی رسول کریم نے جنگ بدر میں ان نو سرداروں کے ہلاک ہونیکی خبر دی اور ان کے قتل کی جگہیں بھی مخصوص کر دیں اور پھر فرمایا لکم میعاد یوم یعنی ان کافروں کو اطلاع دیدو کہ تمہارے لئے تو ایک سال کی میعاد ہے اس کے بعد تم دیکھ لوگے کہ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا ۔۔۔ یعنی حق بات آگئی اور جھوٹ بھاگ گیا تحقیق جھوٹ بھاگا ہی کرتا ہے اور پھر فرمایا سیھزم الجمع ویولون الدبر ترجمہ عنقریب جماعتیں جمع کی جاوینگی یعنی جب فوجیں میدان

جنگ میں بلینگی تو کافر لوگ پیٹھ دیکر بھاگ جاوینگے یہ مومنین کیلئے بشارت تھی۔ جنگ بدر میں باوجود اس بات کے کہ رسول کریم صلعم کے ہمراہی صرف ۳۱۹ تھے اور مقابل میں قریباً ایک ہزار آدمی گویا تین گنے اور ہتھیاروں کا یہ حال تھا کہ تلوار صرف ایک صحابی کے پاس تھی وہ بھی بغیر میان کے اور کپڑے میں لپٹی ہوئی۔ کیا ایسی نازک حالت میں سوائے خدا کے کوئی فتحمندی دیسکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ کیا واقعات نے ان تمام پیشگوئیوں کو پورا نہیں کر دیا کیا وہ نو سردار فتح مکہ کے دن ہلاک نہ ہوئے کیا تمام عرب میں حق نہ پھیلا اور جھوٹ گم نہ ہوا۔ اب میں حق پسند اور راستی جو طبیعت کی خدمت میں اپیل کر کے دریافت کرتا ہوں۔ کہ کیا رسول کریم صلعم کی ہجرت سے پہلے کی حالت مع پیشگوئیوں کے دیکھکر اور پھر اس عروج کو جو فتح مکہ کے بعد ہوا دیکھکر خدا کی ہستی ثابت نہیں ہوتی؟ اب اور دیکھو آریہ کہتے ہیں کہ ان کی ویدیں گوشت خوری کے شلوک وام مارگیوں نے ڈالدے اور عیسائیونکی انجیل میں تو وہ گڑبڑ پڑی ہی کہ اصل زبان ہی جسمیں یہ نازل ہوئی تھی معلوم نہیں بعض کہتے ہیں کہ عبرانی میں تھی اور بعض کہتے ہیں کہ یونانی میں ترجمہ در ترجمہ کرنیسے جو اصل کی حالت رہجاتی ہے وہ ناظرین خود اندازہ کرلیں۔ قرآن کریم کے متعلق شروع ہی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون یعنی ہم ہی نے ذکر اتارا ہے اور ہم ہی اسکی حفاظت کرینگے اب ہم دیکھتے ہیں کہ حفاظت معنوی بھی ہوتی ہے اور حفاظت لفظی بھی۔ حفاظت لفظی تو یوں ہوئی کہ جب کوئی آیت نازل ہوتی صحابہ فوراً اسے حفظ کر لیتے اور دوست اور دشمن سب میں اسکی اشاعت کر دیتے تھے اور رسول کریم خود لکھوا کر پاس رکھ لیتے تھے۔ اور معنوی اس طرح سے ہوئی کہ خدا تعالیٰ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد یا امام بھیجدیتا ہے جو قرآن کریم موافق ضرورت زمانہ لوگوں کو سمجھاتا ہے اور اسلام پر جو اعتراض یا حملے کئے جاتے ہیں انکی مدافعت کرتا ہے میں نے اس تمہید کی شروع میں اشارہ کیا ہے کہ مسلمانونکی دل اس بات کو مان گئے ہیں کہ آج کل اسلام پر

نادان ہیں جو کہتے ہیں کہ محمد الرسول اللہ کو لاالہ الااللہ کے ساتھ کیوں رکھا ہے۔ اس میں ثبوت ہستی باری تعالیٰ ہے اس سے مسلمان مشرک کس طرح کہلا سکتے ہیں بلکہ اس سے توحید کے متعلق اُن کا ایمان ثابت ہوتا ہے۔

معلوم نہیں کہ آریہ صاحبان خدا تعالیٰ کی ہستی پر کونسی بین دلیل لاتے ہیں۔ وہ رشی جن پر سرشٹی کی آدمیں وید نازل ہوئے اب تک ایسے گمنام اور بے پتہ ہیں کہ خود آریہ صاحبان بھی ان سوانح سے بے خبر معلوم ہوتے ہیں کیونکہ باوجود بہت طلب اور مانگ کے انہوں نے ان کی سوانح عمری شائع کرنیکے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے اور ہمکو مجبور ہوکر ان رشیوں کے عدم وجود پر اظہار کرنا پڑا ہے۔ وحی الہٰی کے نزول کیلئے معلوم نہیں کیسی صفات کے آدمی درکار ہیں آریہ سماج کے پچھلے سالانہ جلسہ کے دہرم چرچا میں جو مضمون سیکرٹری آریہ سماج نے پڑھا تھا اس میں اس نے لکھا تھا کہ رسول کریم صلعم کے زندگی کے واقعات ثابت نہیں کرتے کہ وہ نعوذ باللہ اس قابل تھے کہ ان پر وحی الہٰی کا نزول ہوتا۔ یہ کیسی بیحیائی اور بے شرمی کی بات ہے۔ کہ دوسروں پر تو اعتراض کرنا اور ان لوگوں کے سوانح تک شائع نہ کرنا جن پر وید نازل ہوئے تھے۔ اگر ان کے سچے سچے واقعات زندگی پبلک کے سامنے پیش کئے جاتے تو پبلک کو بڑا عمدہ موقعہ ملتا کہ وہ ان کے چال چلن کا دوسرے نبیوں سے مقابلہ کرتی افسوس ان پر تو ایسی گہری تاریکی چھائی ہوئی ہے جن کو ہزار سورج دیوتا بھی روشن نہیں کر سکتے۔ اصل میں بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایشور پرماتما تو ایک ہی دفعہ کلام کرنے کی طاقت رکھتے تھے اگر ان چار رشیوں کے سوانح لوگوں کو پتہ

لگ جاتے اور وہ ان کے نمونہ پر چل کر اس بات کے حقدار ٹھیر جاتے کہ پیشوور سرب شکیمان ان سے کلام کرے مگر وہ عاجز تھا کر نہ سکتا تھا اس لئے ان رشیوں کی سوانح عمری کو گم کر دیا تا کہ کوئی شخص اس راہ حسنہ پر چل نہ سکے اور حقدار کلام الٰہی نہ ہو جاوے۔

عیسائی صاحبان نے تو خدائی اور بشریت کو ملا دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح اسی وقت خدا اور اسی وقت بشر تھے۔ جو کمزوریاں ان سے صادر ہوئیں وہ بوجہ بشریت کے تھیں اور جو خصال نیک تھے وہ بوجہ خداوندی کے تھے۔ افسوس اس کا کوئی ثبوت نہیں دیا گیا۔ صرف دعویٰ قابل پذیرائی نہیں ہو سکتا۔ بشری کمزوریاں بھی جو ان سے صادر ہوئیں ایسی ہیں کہ وہ خدا سے پہنچے ہوئے آدمی سے صادر نہیں ہو سکتیں۔ چنانچہ رسول کریم صلعم کے اصحاب کی مثال تو بہت اعلےٰ ہے ان کی مرید ایک عورت کا یہ حال ہے کہ مسلمان ہونیکی وجہ سے اسے دو حصوں میں چیرا گیا جیسا اوپر بیان ہوا ہے پھر بھی اس نے اسلام سے انکار نہ کیا۔ ان کے یسوع مسیح ... بقول ان کے یہ کہتے ہیں کہ میں تمام جہان کے گناہ اپنے سر لینے آیا ہوں اور جب ان کے مشن پورا ہونیکا وقت آیا تو ڈورتے اور چھپتے پھرے۔ ان کو چاہیئے تھا کہ مردانہ وار یہودیوں کے پاس جاتے اور کہتے لو مجھے پھانسی دو تا کہ میں اپنے وجود کو باپ کی مخلوق کی خاطر قربان کر دوں۔ وہ کیوں ایلی ایلی لما سبقتانی کی دعا کرتے رہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو خدا تعالیٰ کی ہستی کا کامل و مکمل ثبوت پیش کر سکتا ہے جو بات اسلام کو سے

زیادہ ترمیز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام ہر صدی میں تازہ بتازہ ثبوت دیتا ہے اور محض پچھلے قصہ پر اکتفا نہیں کرتا۔ دوستو یہیں تک بس نہیں اگر اب بھی خدا تعالیٰ کی ہستی میں کچھ شک باقی ہے تو جیسا آپ یوکلڈ کی شکل ثابت کرنیکے لئے بعض باتیں فرض کر کے نتیجہ پر پہنچ جاتے ہو اُسی طرح اسلام کو صحیح مان کر اس پر عمل شروع کرو۔ اور اللہ تبارک وتعالےٰ سے سچی دل سے دعا کرو کہ اے مالک اگر تو ہے تو ہمیں اپنی ہستی کا یقین دلا۔ اور ہمیں صراط مستقیم پر چلا۔ اس دعا کو کرتے ہوئے تھوڑا عرصہ گذریگا کہ انشاء اللہ تعالےٰ آپ کو ہستی باری تعالےٰ بالکل سمجھ میں آجاویگی

۴۔ بعض طالب علم خدا تعالےٰ کی ہستی اور اس کے رسول کریم کی نبوت پر ایمان رکھتے ہوئے بھی اس کے امر و نہی پر عمل نہیں کرتے اس معاملہ کو اگر گہرے طور پر سوچا جاوے تو صاف پتہ لگیگا کہ اصل میں خدا کی ہستی پر انہیں حقیقی اور قطعی یقین اور ایمان نہیں۔ سب کو اس بات پر ایمان ہے کہ آگ جلاتی ہے اس لئے کوئی شخص آگ میں ہاتھ نہیں ڈالتا۔ اسی طرح سب طلبا جانتے ہیں کہ سلفیورک ایسڈ اور نائٹرک ایسڈ میں جلا دینے کی خاصیت ہے اس لئے انہیں کوئی شخص بطور تیل اپنے سر پر نہیں ملتا۔ ایسا ہی اگر خدا کی ہستی اور اس کے مقرر کردہ اصول کی صداقت پر ایمان ہو۔ تو کیوں۔ اس کے امر پر عمل نہ کیا جاوے اور اس کی نہی سے باز نہ رہا جاوے۔

۵۔ اب میں آپکے انجمن الاخوان کی سالانہ جلسہ کی رپورٹ پیش کرتا ہوں۔ مگر افسوس کہ مولوی صدر الدین صاحب بی۔ اے۔ بی ٹی اور خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی کی

تقریریں جو ..... صداقت اسلام کو خوب ظاہر کر رہی تھیں ہدیہ ناظرین نہیں کر سکتا کیونکہ انکو ضبط تحریر میں لانیکے لیے کوئی انتظام نہ کیا گیا تھا۔ اب میں اس تمہید کو دعا پر ختم کرتا ہوں۔

ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رءوف رحیم ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد وبارک وسلم انک حمید مجید

۲۰ اپریل ۱۹۰۹ء (واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین) محمد ضیاء الدین سیکرٹری انجمن

اشتہار حسب ذیل تھا

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ٭ بسم اللہ الرحمن الرحیم ٭ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ٭ لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

٭ مجمع الاخوان کا پہلا سالانہ جلسہ ٭

الاخوان کا پہلا سالانہ جلسہ بتاریخ ۲۱ فروری ۱۹۱۰ء ۸ بجے صبح سے ۲ بجے دوپہر تک حویلی راجہ دھیان سنگھ صاحب (ہیرا منڈی) میں ہوگا جس میں پبلک کی خدمت میں درخواست ہے کہ تشریف لا کر فائدہ اٹھاویں

پروگرام

نمبر شمار	لیکچرار صاحبان	مضمون	وقت از (گھنٹہ - منٹ)	وقت تا (گھنٹہ - منٹ)
۱	مولوی صدر الدین صاحب بی۔اے بی۔ٹی پروفیسر ٹریننگ کالج لاہور	وعظ قرآن شریف	۱۰ - ۰۰	۱۰ - ۴۰
۲	سیکرٹری	رپورٹ	۱۰ - ۴۰	۱۰ - ۵۰
۳	بابو محمد علی صاحب اشرف کلرک لوکو آفس لاہور	نظم گلشن اسلام	۱۰ - ۵۰	۱۱ - ۵
۴	شیخ عبد المجید صاحب المجید متعلم بی اے کلاس اسلامیہ کالج لاہور	اسلام صرف مصالحہ پرستی ہی منع نہیں کرتا بلکہ معمار پرستی بھی انہیں دلائل سے حرام کرتا ہے	۱۱ - ۵	۱۱ - ۴۵
۵	منشی محمد حسین صاحب مسافر رنگ	نظم	۱۱ - ۴۵	۱۲ - ۰۰
۶	مرزا یعقوب بیگ صاحب ایل ایم ایس اسسٹنٹ سرجن پروفیسر میڈیکل کالج لاہور	اسلام کے امتیازی نشانات	۱۲ - ۰۰	۱ - ۰۰
۷	خواجہ کمال الدین صاحب بی۔اے ایل ایل بی وکیل چیف کورٹ پنجاب	تقریر	۱ - ۰۰	۱ - ۴۵

۸ نماز ظہر

ایک گھنٹہ ۵۵ منٹ ... المشتہر سیکرٹری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — **رپورٹ الاخوان** — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

جناب صدر جلسہ و معزز حاضرین

یہ انجمن جون ۱۹۰۵ء میں جاری کیگئی - اس کے اجرا کے بانی، بانی اصل ہیں حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ ہیں آپنے چند طلبا کو جو قادیان کے ہائی سکول سے انٹرنس پاس کرکے اعلےٰ تعلیم کیلیئے لاہور کو گئی تھی یہ نصیحت فرمائی کہ اب تم ایسی جگہ جاتے ہو جہاں تم طرح طرح کے اثروں کے ماتحت ہوگئے تھے کالجوں کے طلبا سے تمہاری صحبت ہوگی اور صحبت کا اثر بہت قوی ہوتا ہے - اس کے مقابلہ میں تم ہمیشہ اللہ تعالےٰ سے استغفار مانگتے رہنا اور لاحول کے پڑھنے میں کثرت کرنا - اور تمام بھائی ہفتہ میں ایک نہ ایک دن ضرور جمع ہوکر رشتہ اخوت کو مضبوط کرنا جب ہم لاہور پہنچے تو سید غلام دستگیر صاحب سے ہماری ملاقات ہوئی اور اثنائے گفتگو میں ہم نے معلوم کیا کہ جس کام کی ہمیں مولوی صاحب نے نصیحت فرمائی تھی اس کے کرنے کیلیئے سید غلام دستگیر صاحب کو اللہ تعالےٰ نے ہم سے پہلے ہی تیار کیا ہوا ہے - غرضیکہ چند دنوں کے بعد سب برادران کی رائے سے ہمارے مکرم سید محمد حسین صاحب کے مکان پر اس کا افتتاحی جلسہ کیا گیا - اور سید غلام دستگیر صاحب سیکرٹری منتخب ہوئے اور اس مجمع کا نام رکھنے کیلیئے حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں تحریر کیا گیا آپ نے اس کا نام مجمع الاخوان تجویز فرمایا اور اس کے قواعد و اغراض مندرجہ ذیل مقرر ہوئے -

اغراض و قواعد مجمع الاخوان لاہور

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون۔ (آل عمران) فاصبحتم بنعمتہٖ اخواناً

۱۔ ہر ایک کالج و سکول کے احمدی طلباء کے گروہوں احمدیوں میں اخوت قائم کرنا۔

۲۔ احمدی نوجوانوں کا مذہبی معاملات میں تبادلہ خیالات

۳۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی اشاعت کا انتظام مختلف وسائل مثلاً ٹریکٹ وغیرہ

۴۔ ہر ایک ممبر کو چندہ ماہواری جو مجمع الاخوان مقرر کرے دینا ہوگا

۵۔ اجلاس مجمع ہفتہ واری ہوگا جس میں ہر ایک ممبر کی حاضری ضروری ہے

۶۔ ہر ایک ممبر کو اپنی باری پر لیکچر دینا ہوگا جس مضمون پر ممبر چاہے لیکچر دے مگر وہ مضمون مجمع کے اغراض و قواعد کے خلاف نہ ہو۔

کئی اجلاس ڈاکٹر صاحب موصوف کے مکان پر ہی ہوئے مگر بعد ازاں ایک سال تک گمٹی والی مسجد میں ہوتے رہے چونکہ اب تمام کالجوں کے طلباء تشریف لانے لگے اور سب کو اتنی دور آنے میں دقت محسوس ہوئی۔ اس لئے یہ تجویز ہوئی کہ کوئی ایسی جگہ اجلاس کیلئے مقرر کی جاوے جو تمام کالجوں کے نزدیک ہو۔ تو اس وقت میڈیکل کالج کے بورڈنگ ہاؤس کے نزدیک ایک شاہی زمانہ کی ٹوٹی پھوٹی مسجد میں جلسے ہوتے رہے جو مسلمانوں کی موجودہ خستہ حالی کی پوری پوری تصویر تھی اور زبان حال سے پکار پکار کر مسلمانوں کی ترک نماز پر شہادت دے رہی تھی چند ہی اجلاس کے بعد اس مسجد کے ملاں صاحب نے برا منایا کہ یہ انگریزی وضع کے

نازک وقت آگیا ہے اور اس لیے مولوی ملانے سب زبانی بھی کہتے ہیں کہ اس کی حفاظت
کرنی چاہیئے۔ بیرونی و اندرونی خرابیاں کثرت سے ہوگئی ہیں مسلمان جن کے لیے خدا تعالیٰ
نے قرآن شریف میں احکام شرعی خوب کھول کھول کر بیان فرمائے تھے اب ایسی ایسی بد اعمالیوں
میں پڑ گئے ہیں کہ بیان کرتے ہوئے دل خوف کھاتا ہے بعض لوگ تو دینی امور پر ہنسی ٹھٹھا
کرنے سے بھی باز نہیں آتے۔ تو کیا ایسے وقت میں یہ بات ممکن ہے کہ ہم تم سب تو یہ کوشش
کریں کہ دین الہٰی کو صدمہ سے بچائیں مگر اللہ تعالیٰ جس نے قرآن و اسلام بھیجا ہے اور اسکی
حفاظت کا ابدالآباد تک ذمہ اٹھایا ہے کچھ نہ کرے اور خاموش رہے نہیں نہیں ایسا
نہیں ہے اس نے اس وقت ایک شخص کو مجدد مبعوث فرمایا ہے اور چونکہ اس زمانہ میں
دجالیت اور صلیب نے زور پکڑا تھا اسلئے اسی مجدد کو اسی بیماری کے معالج ہونے
کیوجہ سے مسیح کے نام سے مشرف فرمایا ہے۔ اگر کوئی خدا نہیں تو اب تیرہ سو ۱۳۰۰ برس
کے بعد انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کو کس نے پورا کیا اور وقت پر اسلام کی کیوں
مدد کی۔ اب میں طوالت کے خوف سے اس امام کی ایک اور صرف ایک پیشگوئی کا ذکر کرتا
ہوں۔ یہ پیشگوئی اس زمانہ میں کیگئی تھی جب آپ کو کوئی نہ جانتا تھا اور گوشہ گمنامی میں پڑے
ہوئے تھے۔ اور ہرگز ہرگز کوئی شخص دور سے چلکر آپکی ملاقات یا زیارت کو نہ آتا تھا۔ اس
وقت اللہ تعالیٰ نے الہام کیا۔ یاتون من کل فج عمیق ویاتیک من کل فج عمیق ولا
تصعر لخلق اللہ ولا تسئم من الناس۔ یعنی تیرے پاس دور دراز ملکوں سے لوگ
آوینگے اور تیرے لئے تحفے تحائف لاوینگے۔ تو اللہ کی مخلوق سے سختی نہ کر اور ان
کی ملاقات سے تھکنا۔ خدا کے فضل سے بندہ کو قادیان میں ٹھیرنے کا کچھ موقعہ ملا

جس میں کابل اور کشمیر بہار بنگال برما اور راس کماری تک تنہائی اور کس مپرسی کے
زمانہ کی پیشگوئی کو پورا ہوتے ہوئے بذاتِ خود دیکھنا نصیب ہوا آسٹریلیا سے بھی ایک
انگریز محض زیارت کے ارادے سے آیا اور زیارت کر کے جب واپس گیا تو وہاں
سے پھر ان کے غلاموں میں شمولیت کی درخواست بھیجی۔ امریکہ میں احمد اینڈرسن
نے بدر کے لائق ایڈیٹر کے خطوط سے تائید پاکر اور ریویو کو مطالعہ کر کے اسلام قبول کیا۔
اب تھوڑے دن ہی گذرے ہیں کہ ایک انگریز اور لیڈی یونائیٹڈ سٹیٹ امریکہ سے آئے
اور قادیاں جاکر حضور کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ کے غلاموں کی تعداد آج
کل چار لاکھ کے قریب ہے جو ہندوستان کے ہر حصہ میں ملتے اور دوسرے براعظموں
میں بھی پائے جاتے ہیں۔ کیا انسان از خود ایسی پیشگوئی کر سکتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مدد
اور اس کی حفاظت ان کے شامل حال نہ ہوتی تو کس طرح ممکن تھا کہ باوجود مولویوں
آریوں عیسائیوں سکھوں کی متفقہ کوششوں کے اس قلیل زمانہ میں ان کے مریدین
کی تعداد اس قدر بڑھ جاتی۔ میں حیران ہوں کہ جو لوگ نبیوں کے وجود سے انکاری ہیں
کس طرح خدا کو مانتے ہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں ہو سکتا کہ خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان ہو اور
پھر نبیوں سے انکار ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت نبیوں کے وجود کے سوائے
کسی اور چیز میں ڈھونڈنا عبث ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ میں یہی سِر
مخفی ہے۔ لا الٰہ الا اللہ یعنی کوئی معبود نہیں مگر اللہ یہ تو ایک دعوے ہے اگلے
حصہ میں ہی اس کا ثبوت یہ دیا ہے کہ محمد صلعم اس کا رسول ہے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے ایک وجود میں اس خدا اقم کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہستی کا ثبوت ہے وہ لوگ

جنٹلمین یہاں آکر قرآن شریف کی وعظ اور اسلامی مسائل کو کیوں بیان کرتے ہیں یہ تو
ہم لوگوں کا پیشہ تہا اور ہم اسی فکر میں تھے کہ اور کوئی مناسب جگہ کی تلاش کریں کہ اللہ تعا
نے ہماری اسطرح دستگیری کی کہ ہمارے محترم بہائی مرزا یعقوب بیگ صاحب تبدیل ہو کر
لاہور تشریف لائے اس موقعہ کو اس عزاز اور احترام کے اظہار کیلئے جوان کیلئے ہمارے
دلوں میں تھی غنیمت سمجہا اور ان کی آمد کی خوشی میں خواجہ کمال الدین صاحب کے
مکان پر احباب کو ٹی پارٹی دیگئی اور سربرآوردہ احمدیوں کو اس میں مدعو کیا اس وقت
حاضرین کے سامنے یہ تجویز پیش کیگئی کہ اتنے بڑے دارالخلافہ میں احمدی جماعت کا
جن میں خدا کے فضل سے سچی علوم کے حاصل کرنیکی محبت اور ان کو قوم میں پھیلانے
کا جوش ہے اور جس کے بانی کو اللہ تعالےٰ نے سلطان القلم کا خطاب دیا ہے ایک
ریڈنگ روم بہی نہ ہو تو عجیب بات ہوگی اسلام کی اشاعت کرنا جس طرح سے
بہی ہو سکے اور ان بیجا تہمتوں اور الزاموں کو جو اللہ تعالےٰ کے برگزیدوں پر آجکل
لگائے جاتے ہیں رفع کرنا ہمارا عین فرض ہے تو ان غرضوں کیلئے بہی ازحد ضروری
ہے کہ اسلام کے متعلق سچی اور پوری پوری واقفیت کیلئے سامان موجود کیا جاوے
اور یہ تجویز کی گئی ایک ریڈنگ روم جس میں اسلامی کتب اور اخبارات ہوں مناسب
جگہ میں پبلک کیلئے کہولدیا جاوے اور اس میں انجمن بھی اپنا اجلاس کریا کرے۔ اس
تجویز کو سب نے پسند کیا اور اس فیصلہ کے بعد انجمن کے عہدہ دار مندرجہ ذیل صاحبان
مقرر ہوئے۔

چوہدری فتح محمد صاحب پریزیڈنٹ

سید طفیل حسین صاحب — وائس پریزیڈنٹ

سید غلام دستگیر صاحب — جنرل سیکرٹری

شیخ عبدالحکیم صاحب — اسسٹنٹ سیکرٹری

شیخ تیمور صاحب — امین

اور مندرجہ ذیل اصحاب نے انجمن کا مربی ہونا منظور فرمایا۔

خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی ڈاکٹر اسمٰعیل صاحب ایل ایم ایس

مرزا یعقوب بیگ صاحب ایل ایم ایس شیخ رحمت اللہ صاحب پروپرائٹر انگلش ویر ہاوس

ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب ایل ایم ایس اور کچھ عرصہ بعد مولوی صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی

اس کے چار پانچ ماہ بعد چودہری فتح محمد صاحب نے قادیان میں چلے جانیکی وجہ سے پریزیڈنٹی سے استعفا دیدیا۔ اور ان کی جگہ چوہدری محمد ضیاء الدین صاحب تجویز ہوئے۔ زاں بعد اپریل ۱۹۱۷ء کو سید غلام دستگیر صاحب ڈاکٹر ہوکر بہار تشریف لیگئے اور انکی جگہ کچھ تہوڑے عرصہ تک شیخ عبدالحکیم صاحب ہی جنرل سیکرٹری کا کام سرانجام دیتے رہے۔ مگر انہوں نے بھی اکتوبر میں کچھ مجبوریوں کیوجہ سے استعفا دیدیا۔ پھر کچھ تبدیلیوں کے بعد یہ قرار پایا کہ چوہدری محمد ضیاء الدین صاحب سیکرٹری کا کام کریں اور پریزیڈنٹ ہر جلسہ میں حاضرین میں سے منتخب کرلیا جایا کرے۔ اس انجمن کی یہ تو بہت ہی مختصر سی تاریخ تھی جو آپ کے گوش گذار کیگئی۔ اور اب یہ دکہانا چاہتا ہوں کہ اس انجمن نے اب تک کیا کام کیا ہے اول تو ایک ریڈنگ روم قایم کیا ہے جس میں بہت سی کتابیں سلسلہ حقہ کی جو اسلام کی تائید میں لکہی گئی ہیں موجود ہیں اور چند ایک جگہ سے جو اخبار بھی آتے ہیں۔

اس ریڈنگ روم کے قواعد مندرجہ ذیل ہیں۔

قواعد ریڈنگ روم

۱۔ احمدیہ ریڈنگ روم سے باہر صرف مربیاں و ممبران انجمن اشاعت کتب برائے مطالعہ لے سکتے ہیں۔ اگر ایسے اصحاب خود ریڈنگ روم میں کتب لینے آئیں تو لون بک میں خانہ پری کریں اگر خود نہ آسکیں تو اپنا دستخطی رقعہ جس میں نام کتاب و نام مصنف و تاریخ درج ہو بھیجدیں اور وہ بطور رسید سمجھا جاویگا

۲۔ ایک وقت میں ایک سے زیادہ کتابیں لیجانیکا کوئی صاحب مجاز نہ ہوگا

۳۔ دو ہفتہ سے زائد کوئی صاحب اپنے پاس کتاب نہیں رکھ سکتے۔ اس کے بعد پھر ایک ہفتہ کے وقفہ پر وہی کتاب ان کے نام پر اشو کیجاسکیگی۔

۴۔ موسم سرما میں ریڈنگ روم ۴ بجے شام سے اور موسم گرما میں ۵ بجے شام سے غروب آفتاب تک کھلا رہیگا

۵۔ اگر کوئی صاحب کتاب کو کسی طرح سے نقصان پونچاوینگے یعنی کتاب کو پھاڑ دینگے یا جلد کو خراب کرینگے یا اس پر سیاہی کے دھبے لگا دینگے یا اس پر کسی قسم کے نوٹ چڑھا دینگے یا کتاب کو گم کرینگے تو ان کو اس کتاب کی بجائے نئی کتاب دینی پڑیگی

نوٹ ریڈنگ روم میں تمباکو نوشی اور شور و غل اور ایسی آواز سے باتیں کرنا جس سے دوسروں کا ہرج ہو سخت ممنوع ہے۔

فنڈز کی کمی کیوجہ سے کتابیں تاحال ریڈنگ روم میں کم ہیں جن کی تعداد ۱۲۷ ہے اور کتابیں مستعار لیکر بھی رکھی گئی ہیں جن کی تعداد ۵۶ ہے ۔۔۔۔ اور

ہفتہ واری اور ماہواری رسائل مندرجہ ذیل ریڈنگ روم میں وصول ہوتے ہیں الحکم بدر - انوار الاسلام - ریویو آف ریلیجنز انگریزی و اردو - رسالہ تفسیر القرآن و رسالہ تشحیذ الاذہان اور آبزرور -

ریڈنگ روم کا مکان اب پیسہ اخبار سٹریٹ میں واقعہ ہے جو موسم سرما میں ۱ بجے شام سے اور موسم گرما میں ۵ بجے شام سے غروب آفتاب تک کھلا رہتا ہے -

ماہواری تعداد مطالعہ کنندگاں اوسطاً ۱۰۵ ہے -

میں یہاں پر ایک بھاری غلطی کا مرتکب ہوں گا اگر ان پاک وجودوں کا ذکر نہ کروں جنہوں نے ہمیں فراخدلی سے کتابیں مفت عنایت کی ہیں ان میں سب سے اول حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام ہیں جنہوں نے اپنی کل تصنیف کردہ کتابیں دی ہیں اس پاک وجود کے احسانات یوں تو کل دنیا پر ہی ہیں اور لاکھوں کو اس نے صراط مستقیم دکھا کر دنیا کی تکلیفوں اور آئندہ زندگی کے عذابوں سے رہائی دلادی ہے - لیکن انجمن ہذا خاص طور سے ان کی دعاؤں کی ممنون ہے جو آپ نے اس کے قیام کیلئے فرمائی ہیں - اور دوسرے شیخ یعقوب علی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے اپنی بہت سی تصنیف کردہ کتابیں مفت دی ہیں اور انکی علاوہ الحکم کا پرچہ بھی باقاعدہ بھیجتے ہیں اور اسی طرح منیجران ریویو آف ریلیجنز تشحیذ الاذہان - انوار الاسلام وغیرہ بھی قابل شکریہ ہیں - اور نیز مندرجہ ذیل اصحاب کا شکریہ ادا کرتا ہوں - جنہوں نے ریڈنگ روم کیلئے مفت کتابیں عنایت کی ہیں -

مرزا یعقوب بیگ صاحب خلیفہ رشید الدین صاحب - میاں معراج الدین صاحب

حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسے - سید غلام دستگیر صاحب شیخ تیمور صاحب -
چوہدری فتح محمد صاحب اور چوہدری محمد ضیاء الدین صاحب

دوسرا کام جو اس انجمن نے کیا ہے وہ یہ ہے کہ آجکل اپنے اپنے مذہبوں کے متعلق کم از کم ہر ایک تعلیم یافتہ آدمی کو اتنی ضرورت ہے کہ معمولی اعتراضوں کا جواب دے سکے اور اگر کبھی اٹھ کر بولنا پڑے تو موقعہ پر بغیر جھجکنے کے اپنا مافی الضمیر... ادا کر دے - اس بات کو مد نظر رکھ کر دوسرا کام انجمن ہذا نے یہ کیا ہے کہ اپنے نوجوان ممبروں کو اسلام کے مختلف ضروری مسایل سے واقفیت کرائی ہے اور ان کو اس قابل بنایا ہے کہ موقعہ موقعہ پر اپنا مافی الضمیر ظاہر کر سکیں اور اسلام کا چھپا ہوا نورانی چہرہ دکھلا سکیں - اور خدا تعالےٰ کے فضل سے اس میں کامیابی ہوئی ہے -

اس انجمن کے موجودہ عہدہ داران مندرجہ ذیل ہیں -

سیکرٹری چوہدری محمد ضیاء الدین صاحب

امین شیخ تیمور صاحب

ممبران

گورنمنٹ کالج

چوہدری محمد ضیاء الدین صاحب - چوہدری فتح محمد صاحب شیخ تیمور صاحب - چوہدری ظفر اللہ صاحب خواجہ عطاء اللہ صاحب

اسلامیہ کالج

شیخ عبد المجید صاحب ۔ ملک عبد العزیز صاحب ۔ مولوی عالم الدین صاحب
مولوی غلام رسول صاحب ۔ شیخ محمد علی صاحب ۔ حافظ محمد حسین صاحب

ویٹرنری کالج

مرزا برکت علی صاحب ۔ میاں سردار خاں صاحب ۔ شیخ محمد صادق صاحب
میاں محمد رفیع خان صاحب ۔

گورنمنٹ انجنیرنگ کالج

بابو محمد شفیع صاحب شیخ رسول بخش صاحب ۔ سید فخر الاسلام صاحب ۔

میو سکول آف آرٹس

بابو نور الہی صاحب ۔ بابو غلام حسنین صاحب ۔

ٹریننگ کالج

ماسٹر عبد الرحمن صاحب ۔ مرزا غلام سرور صاحب ۔

میڈیکل سکول

شیخ عبد الحکیم صاحب ۔ سید ولائت حسین صاحب ۔

مختلف دفاتر لاہور

بابو نظام الدین صاحب ۔ بابو دین محمد صاحب ۔ چوہدری عبد الحی خاں صاحب

بابو محمد علی صاحب اشرف ۔ مرزا محمد اسمٰعیل صاحب ۔ میاں عبدالرشید صاحب
شیخ عبدالکریم صاحب۔

سابق ممبران

نام	پتہ
(۱) سید غلام دستگیر صاحب	ہاسپٹل اسسٹنٹ ہانگپا ضلع مشکیانہ (ملک برما)
(۲) مفتی حسن علی صاحب	ہاسپٹل اسسٹنٹ گوجرانوالہ
(۳) شیخ ظفر حسین صاحب	ملٹری ہاسپٹل اسسٹنٹ
(۴) ڈاکٹر محمد دین صاحب	ہاسپٹل اسسٹنٹ
(۵) شیخ محمد امین صاحب	ویٹرنری گریجوایٹ کیمبل پور
(۶) شیخ رحیم بخش صاحب	" " گوجرانوالہ
(۷) شیخ عبدالغنی صاحب	کمپوڈر افریقہ
(۸) شیخ ظفر احمد صاحب	دہرم کوٹ رندہاوا
(۹) سید طفیل حسین صاحب	میڈیکل کالج لاہور
(۱۰) بابو غلام محمد صاحب	"
(۱۱) منشی محمد علی صاحب	نیچر نوان شہر ضلع جالندہر
(۱۲) میاں محمد سعید صاحب	لاہور

۱۲- قاضی عبداللہ صاحب ٹیچر تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان۔

نوٹ - بیرونجات والوں میں سے اگر کسی صاحب کا نام لکھنا رہ گیا ہو تو نسیان پر محمول کر کے معاف فرمائیں اور اپنے پتے کی اطلاع دفتر میں سیکرٹری من دیں تا کہ یہ غلطی پھر صادر نہ ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اسلام صرف مصالحہ پرستی ہی حرام نہیں کرتا بلکہ معمار پرستی بھی انہی دلائل سے حرام کرتا ہے

رقم زدہ شیخ عبد المجید صاحب بی اے کلاس اسلامیہ کالج لاہور امجد

جناب صدر جلسہ و معزز حاضرین۔

پیشتر کہ میں اپنا مضمون شروع کروں میں جناب حاضرین کو گواہ ٹھیراتا ہوں۔ کہ میرا ایمان اور یقین کامل ہے۔ کہ خدا ہے۔ اور وہ قادر مطلق اور خالق کل ہے۔ نہ اس کا کوئی بیٹا ہے۔ اور نہ ہی اس کا کوئی شریک ہے۔ وہ آغاز بنی آدم سے لیکر اپنے برگزیدہ بندوں کو خاص اپنے فضل سے اپنی شرف مکالمہ سے ممتاز کرتا رہا ہے۔ اور ابدالآباد تک کرتا رہیگا۔ پھر میرا یقین کامل ہے کہ حضور سرور کائنات ختم المرسلین رسولنا محمدؐ (میری جان اُنپر قربان ہو) خدا تعالےٰ کے برگزیدہ رسول اور سب رسولوں سے افضل ترین اور زندہ رسول ہیں اور جناب مرشدنا و مولانا مرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ (خدا کے ہزاروں ہی سلام اور درود اُن پر ہوں) خدا تعالےٰ کے سچے مامور۔ امام الوقت مسیح موعود اور مہدی مسعود ہیں۔ اور یہ کہ قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جو کہ موجودہ زمانے میں خدا کی کتاب ہونیکا دعوےٰ کر سکتی ہے۔ اور عین فطرت انسان کے مطابق ہے۔ اے خدا تو میرے ایمان میں خاص اپنے فضل سے استقامت بخش۔ آمین ثم ربنا آمین

امجد

حضرات۔ میرے مضمون کا عنوان یہ ہے۔ کہ "اسلام صرف مصالحہ پرستی ہی حرام نہیں کرتا۔ بلکہ معمار پرستی بھی انہی دلایل سے حرام کرتا ہے"

انسان ایک اعلےٰ لطیف نورانی چیز جسے روح یا نفسِ ناطقہ کہتے ہیں۔ اور ایک ادنےٰ کثیف ظلمانی چیز جسے جسم یا بدن سے تعبیر کرتے ہیں۔ کی مجموعی شکل کا نام ہے۔ اور ایک ایسی عاجز چیز ہے۔ کہ ضعف وناتوانی اس کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ جیسا کہ اللہ کریم فرماتے ہیں خلق الانسان ضعیفا پیدائش سے لیکر آخری دم تک ہر ایک مادی اور غیر مادی شی کا محتاج ہے۔ اور سب قدرتی اشیاء۔ انکی تاثیرات وقابلیات کی احتیاج رکھتا ہے۔ اور جب اسکی فطرتی طاقتیں ذرا قوت پکڑتی ہیں۔ تو اس وقت بھی اسکا اختیار بہت ہی محدود ہوتا ہے۔ اور چونکہ انسان کل موجودات کا ایک حقیر سا جزو ہے اور کل موجودات سے وہی نسبت رکھتا ہے۔ جو ایک کو بیشمار سے ہوتی ہے۔ پس ظاہر ہے کہ جز و کل پر حاوی اور متصرف نہیں ہو سکتا۔

صاحبان۔ بے شمار موجودات کی تاثیرات وقابلیات جنمیں ایک دوسرے کے توڑ نیوالے اور مخالف اثر بھی ہیں۔ اور جو کہ ایک لاینحل جال کی طرح تنی ہوئی ہیں اور ان میں بیشمار لہریں اٹھتی ہیں۔ گویا یہ ایک ناپیدا کنار موجزن سمندر ہے۔ جسکی موجوں میں ہم سب آئے ہوئے ہیں۔ کسی کو خبر نہیں۔ کہ گھڑی کو کیا ہو گا۔ کون نیک ہو گا۔ کون بد۔ کون زندہ ہو گا۔ کون مردہ۔ پس معلوم ہوا۔ کہ جو ہستی چند ایام زندگی کیلئے زمین۔ ہوا۔ پانی۔ آگ۔ سورج۔ چاند۔ ستاروں اور دیگر

قوتوں اور قابلیتوں کی بلکہ کیڑوں مکوڑوں تک کی بھی جنہیں وہ دیکھتی بلکہ جانتی
بھی نہیں۔ محتاج ہو۔ اور سوچنے اور عالم اور نیک بننے کیلئے علم اور نیکی کے ظاہری
اور باطنی سامانوں کی بھی محتاج ہو۔ اور یہ چیزیں اس کے بس بلکہ علم میں بھی نہ ہوں۔
تو ظاہر ہے۔ کہ اس کا کیا تصرف ہو سکتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ انسان کا اپنی ماتحت اشیاء
پر....نہایت ہی قلیل اور بے پتہ اور بے دعویٰ تصرف ہے۔ ممکن ہے۔ کہ زلزلہ
آجائے۔ خفیہ کرموں میں۔ زہر پیدا ہو جاوے۔ بارش بند ہو جاوے۔ بجلی آپڑے
کوئی شہاب ثاقب ٹوٹ پڑے۔ آدمی آدمی لڑ پڑیں۔ اور قتل و غارت مچادیں۔
اور یا کہ اپنا ہی نفس دشمن ہو جاوے۔

غرض حضرات ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کل موجودات ایک دوسرے کے سہارے ٹھیری
ہوئی ہیں اور نیز ہم دیکھتے ہیں۔ کہ انسان کی فطرت ہی کوئی سہارا مانگتی ہے۔ کیونکہ
جب ہم عاجز بیکس ہوتے ہیں۔ یا کسی آفت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ تو ہمیں تسلی کی
ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ سو اس عاجز بے ثبات انسان کیلئے کوئی سہارا دینے
والا۔ کوئی تسلی دینیوالا۔ ضروری ہے۔ اور اسکی اشد ضرورت ہے۔ کہ جس سے وہ دعائیں
مانگ سکے۔ اور جس پر وہ توکل کر سکے۔ یاد رہے۔ کہ انسانی ضروریات صرف اس
چند روزہ زندگی تک ہی محدود نہیں ہیں۔ بلکہ روحانی اور ہمیشہ کی خوشی تک پہنچنا
بھی اُس کے لئے از حد ضروری ہے۔ پس مالک یوم الدین کی بھی ضرورت ہے۔

پھر جب ہم کہتے ہیں۔ کہ انسان مخلوق ہے۔ تو کوئی اس کا خالق بھی ہونا
چاہیئے۔ اور یاد رہے۔ کہ وہ خالق صرف ہمارے جسم کا ہی خالق نہیں ہونا

چاہیئے۔ بلکہ ہماری روح اور ہماری طاقتوں کا بھی خالق اور مالک ہونا چاہیئے۔

صاحبان۔ انسان دو اُنسوں سے مرکب ہے جن میں سے ایک اُنس کا قدرتی خاصہ ہے کہ وہ اپنے خالق اور مالک کی طرف رجوع کرے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ انسان بالطبع پجاری ہے۔ وحشیوں میں بھی پوجا پاٹ جاری ہے۔ مگر افسوس کہ انسان اپنے حقیقی مالک کو چھوڑ کر اپنی ضروریات کو خود محتاج فقیروں کے آگے سانپوں کے آگے۔ درختوں کے آگے۔ دریاؤں پہاڑوں کے آگے۔ قبروں کے آگے گاؤں کے آگے غرض ہڈی۔ مٹی۔ آگ۔ پانی ہوا کے آگے جھک کر دکھلا رہا ہے۔ کہ ہمیں پرستش کی ضرورہی ضرورت ہے۔ اب باقی رہا یہ سوال۔ کہ وہ کون ہونا چاہیئے جس کے حضور سر بسجدہ ہونا مناسب اور لازم ہو۔ اور ہمیں اسکا کس طرح سے پتہ چلا۔

صاحبان۔ جب ہم صحیفۂ فطرت پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو وہ ہمیں ایک اتھاہ اور ایک ناپیدا کنار سمندر معلوم ہوتا ہے۔ تو ہمکو جو اسکی لہروں میں پڑے ہوئے ہیں۔ تمام تکالیف سے بچکر سلامت منزل مقصود تک اور ہمیشہ کی خوشی اور مدامی ترقی تک پہنچنے کیلئے اپنے آپ کو ضروری ہے۔ کہ اس ہستی کے سپرد کریں جسکے ہاتھ میں یہ سمندر اور اس کی کل لہریں ہیں۔ اور وہ ان کا پورا پورا عالم اور پورا پورا متصرف ہونا چاہیئے۔ اور یاد رہے۔ کہ پورا عالم اور پورا متصرف وہی ہو سکتا ہے۔ جو ان تمام اشیاء کا اپنی ہی مرضی اور اپنی ہی تجویز سے خالق یعنی ہست کرنیوالا بھی ہو۔ کیونکہ اگر ہم خیال کریں۔ کہ چند اشیاء مثلاً مادہ و روح وغیرہم کا وہ خالق نہیں۔ تو ہمیں ماننا پڑتا ہے۔ کہ وہ ان کا عالم بھی نہیں۔ کیونکہ مشین کے تمام پرزوں

کا عالم اسکی حرکتوں سے واقف مشین کا خالق ہی ہو سکتا ہے۔ پس جب وہ عالم نہ ہوا۔ تو اس کیلئے ان پر متصرف ہونا محال ہے۔ اور جب خالق نہ ہوا۔ عالم ہوا اور اُنپر متصرف ہوا۔ تو ہمارا اپنا آپ اس کے سپرد کرنا محض بے سود ہے۔

غرض حضرات۔ پورا علم و اختیار غیر جگہ سے اپنے ارادے اور تجویز کے بغیر آئی ہوئی چیزوں پر نہیں رہ سکتا۔ اور اگر مان لیا جاوے۔ کہ خدا تعالےٰ میں جاننے کی طاقت ہے۔ اور یاد رہے۔ کہ صرف جاننے کی طاقت رکھنے سے کوئی عالم نہیں ہو سکتا جیسے بچہ جاننے کی طاقت رکھنے سے عالم نہیں ہوتا۔ بلکہ موجودات کو دیکھ کر عالم ہوتا ہے۔ تو پھر کیا خدا تعالےٰ بھی ان موجودات کو دیکھ کر ان کا عالم بن گیا نہیں۔ بلکہ وہ خود عالم بننے میں حاکم بننے میں مالک بننے میں اُن پر متصرف ہونے میں غرض خدا بننے میں ان کا محتاج ہوا۔ اور اگر ان چیزوں کو خدا تعالےٰ سے ہی کیا جاوے۔ تو خدا اپنی قدرت سے کسی کا بھی خدا نہ ہوا۔ اور اگر سب کچھ ایک منٹ کے واسطے صحیح مان لیا جاوے اور یہ بھی مان لیا جاوے۔ کہ خدا نے مادہ روح وغیرہم کو جوڑ جاڑ کر ان کو حرکت دیدی ہے جس سے یہ تمام عالم نظر آ رہا ہے۔ تو اعتراض پیدا ہوتا ہے۔ کہ حرکت دیئے جانیکے بعد (معاذ اللہ منہ) خدا کا مرنا فرض کر لیا جاوے۔ تو موجودات کی حرکت کو کوئی نہیں ہٹا سکتا۔ کیونکہ یہ ایک ریاضی کا مسلم مسئلہ ہے۔ اور کوئی شے اپنی طاقتوں جذبات۔ دیگر تاثیرات و تاثرات کے رکھتے ہوئے ساکن نہیں رہ سکتی جب تک کہ کوئی خالص طاقت اسپر عمل نہ کرے۔ سو اگر یہ موجودات بے ضرورت خدا کے

برابر کام میں لگی رہے۔ تو ایسے خدا کا پوجنا اور ایک پتھر جو بے حس و حرکت پڑا ہی۔
کا پوجنا یکساں ہے۔ تعجب کی بات ہے۔ کہ جب بیشمار ذرات مادہ اور بیشمار ارواح
اور دیگر موجودات اور انکی طاقتیں از خود ہیں اور ایک نام ہی نام کا متصرف اپنے
علم و قدرت کو اُن طاقتوں اور قابلیتوں سے مطابق چلانیکے لئے مجبور ہو رہا ہی
اور اس کے نقص کو نیست کرنے اور فایدہ کو ہست کرنے پر قادر نہیں تو وہ کیسا
خدا ہے۔

صاحبان۔ جبکہ ہر شے اپنے ذاتی نقص کے سبب اور دوسری جُڑکر درست
کرنیوالی شے کے نہ ہونے سے ناقص ہی رہجاتی ہے۔ تو اس سے یہ افسوسناک
نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ موجودات صحیح نہیں چلتے۔ اور مکمل نہیں۔ صرف سامانوں کی
موجودگی کے مطابق ایک جوڑ ہے۔ تو پھر ہم اپنی علمی اور عملی طاقتیں کس کے
سپرد کریں۔ اور جب کوئی ایسی ہستی ہی نہ ہوئی۔ تو رام رام کرنیسے کیا فایدہ ہے
اگر کہا جاوے۔ کہ موجودات کی ہر ایک چیز عین صحیح اور ایک دوسرے سے مُجڑکر
صحیح نتیجہ پیدا کرنیکے قابل نہ تھی۔ اور اس نقص کو دور کرنیکے لئے ان پر ایک متصرف
وجود چلا آتا تہا۔ جسیں یہ کمی تھی۔ کہ وہ ہست نہیں کر سکتا تہا۔ لیکن اس کا علم
وقدرت عین موجودات کی طاقتوں اور قابلیتوں کے مطابق کام کرنیکے لئے
موجود تھے۔ کم بھی نہیں تھا۔ کہ کوئی چیز اس کے علم و قدرت سے رہجاوے۔
اور زیادہ بھی نہیں تھا۔ کہ پھر وہ کسی چیز پر چل سکے۔ اور کسی فایدہ میں آئے۔
تو اس پر سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ ایسے متصرف اور ان بے شمار اشیا کا ایسے

انتظام اور ترتیب متناسب کے ساتھ واقعہ ہونا۔ جو اس کے اپنے ارادہ اور مشورہ سے نہیں۔ از خود کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ تو صاف ایک مقدم ارادہ کرنے والے کو بتاتا ہے۔ جس نے ہماری روحیں اپنی پوجا اور محبت اور توکّل کے لائق بنائی ہیں۔ اور یاد رہے کہ روح اس لائق تب ہی بن سکتی ہے۔ جب اس میں اس کی پوجا اور محبت اور توکّل کے لائق بننے کی پہلے سے قابلیت موجود ہو۔ اور اس میں ایسی ہستی کی پوجا کرنے اور محبت اور توکل کی قابلیت پہلے سے از خود کیسے ہو سکتی ہے۔ جو اُن کے وجود سے کوئی تعلق نہیں رکھتی بلکہ صرف قابلیتوں اور طاقتوں کو جو حرکت میں آنے کی قابلیت بھی از خود ہی رکھتی ہیں۔ حرکت دے دیتی ہے۔

صاحبان! وہ لوگ جو مادہ اور روح اور دیگر اجسام کو بے ابتداء اور ازلی مانتے ہیں۔ اُن کو یاد رکھنا چاہئے۔ کہ وہ کسی صورت میں ازلی نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ اگر یہ ازل سے چل کر اس آن میں آ پہنچی ہیں۔ جس میں اب ہم ہیں۔ تو اگر ان کا اپنی قدموں پر واپس جانا فرض کیا جاوے۔ تو کیا یہ ازل تک پہنچ سکتیں ہیں یا نہیں؟ اگر پہنچ سکتی ہیں۔ تو وہ ازل بے ابتدا نہ ہوا۔ اور اگر واپس نہیں پہنچ سکتی۔ تو اس راستہ پر چلکر یہاں تک کیسے آگئیں؟ پس ثابت ہوا کہ مادہ و روح وغیرہم ازلی نہیں۔ انکی نہ کوئی ابتدا ہے۔ خواہ وہ کروڑہا ہی برس سے ہوں۔ اور جب ان کی ابتدا ہوئی۔ تو وہ نیست سے ہست بھی ہوئیں۔ اور ہستی کے لئے ہست کرنیوالا بھی از بس ضروری ہے۔

پھر اِن باتوں کے ہوتے ہوئے۔ اگر خدا ان تاثیرات و تاثرات کا مالک نہیں۔ اور صرف ایک وسیع پیمانہ پر جوڑنے کی طاقت و علم رکھتا ہے یعنی جوڑنے کی طاقت اور علم بھی خدا ہی ہے۔ تو اس خدائی کا کچھ کچھ پتہ تو انسان میں بھی چلتا ہے۔ اور نیز اس طرح سے یہ تاثیرات و تاثرات وغیرہم معاونان خدائی ہوئے۔ یہ ہے باعث ہندوستان دیوتاؤں کی بت پرستی کا۔ کواکب پرستی ارواح پرستی۔ عناصر پرستی نیز ویدانت مت کا۔ یاد رہے۔ کہ مذہبی مباحثات کرنیوالونکی یہ ایک بڑی غلطی ہے۔ کہ ایک بات جو دلیل سے ثابت ہو جائے۔ تو پھر اسکی تصور میں نہ آنیسے اس کا صاف انکار کر دیتے ہیں۔ ہو بہو جیسے مادر زاد اندھا بینائی کے تصور میں نہ آنیسے اس کا منکر ہو جاتا ہے۔ آج کل تمام دار و مدار عالم عقل پر رکھا گیا ہے۔ اور ہمیں بھی دعوےٰ ہے۔ کہ عقل سلیم مذہب اسلام اور صرف مذہب اسلام کے ماتحت کام کرتی ہے۔ ہاں بعض باتیں ایسی ہو سکتی ہیں۔ جو برتر از عقل انسانی ہوں۔ اور یہ بات ہر ایک علم میں پائی جاتی ہے

حضرات۔ میں بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں۔ کہ موجودہ زمانہ میں صرف ایک مذہب اسلام ہی ہے جو ایسا خدا پیش کرتا ہے۔ جو کہ عالم کل۔ قادر مطلق۔ خالق کل اور متصرف و متقدم بالارادہ اور تمام نقائص سے مبرا اور مبرا ہے۔ انسان یونہی اس بحر ظلمات میں بے لگام نہیں چھوڑا گیا ہے۔ ہمیں ایک طرف سے میٹھی میٹھی صدا آتی ہے۔ قل ھو اللہ احد۔ اللہ الصمد لم یلد۔ ولم یولد۔ ولم یکن لہ کفوا احد۔ ملک عرب میں ایک امیؐ

(فداہ ابی و امی و روحی) کھڑا ہو کر بلند آواز سے کہتا ہے۔ کہ میرے پاس آؤ۔ میں تمہیں ایک ایسی ہستی بتلاؤں گا۔ جو تمہارا کامل سہارا ہے۔ اور جو تمہارے توکل کرنیکے قابل ہے۔

صاحبان۔ صحیفۂ فطرت پر غور کرنیسے ہمیں صرف اسی قدر معلوم ہوا تھا کہ ایک ایسی ہستی ہونی چاہیئے۔ اور یہ یقین کامل نہیں تھا۔ مگر اس ذات پاک فخر بنی آدمؐ نے بتلا دیا۔ کہ ایسی ہستی فی الواقعہ ہے۔ اور اس ہستی سے خود اپنا پتہ دیا ہے کہ میں ہوں۔ کیونکہ وہ تمام نقائص سے پاک ہے۔ اور اس بات کی محتاج نہیں کہ کوئی اسے دریافت کرے۔ اور اس طرح وہ کہنے کے قابل ہو۔ کہ خدا گمنام تھا۔ پس ہیں نے اسی گوشۂ گمنامی سے نکالا۔ اور اسے قابل پرستش ٹھیرایا۔ اور یہ ثابت کرتا ہے ضرورت الہام کو۔ اور ساتھ ہی اس کے ہر زمانہ کے ہونیکو اور یہ خاص برکت ہے صرف مذہب اسلام کی۔

مسیح علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں۔ ؎

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہمنے ‌ ‌ ‌ کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہمنے
اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا ‌ ‌ ‌ کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے

صاحبان۔ بعض مخالفین اسلام بے سوچے سمجھے اعتراض کر دیتے ہیں۔ کہ جہاں کچھ نہیں وہاں سے اسلام کا خدا تعالے۔ کچھ کیسے نکال سکتا ہے۔ یا بدیگر الفاظ نیستی سے ہستی کیسے ہو سکتی ہے۔ اس سوال کے یہ معنی ہیں۔ کہ ہم خود خدا کیوں نہیں بنجاتے۔ اس کے بہت سے دندان شکن جواب دئے گئے ہیں

مگر ہم صرف ایک دو کا ہی ذکر کرتے ہیں۔ اور ہمیں امید ہے کہ وہ تشفی کیلئے کافی ہونگے۔

حضرات موجودات میں دو ہی قسم کی طاقتیں پائی جاتی ہیں۔ جنہیں سہولت عامہ کیلئے مثبت اور منفی کہا گیا ہے۔ اور یہ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اور یہ ہم جانتے ہیں۔ کہ اگر دو عالم ایسے موجود ہوں۔ جو ہمہ وجوہ ایک دوسرے کی ضد ہوں اور پھر اگر ان کے ایک دوسرے میں گھس جانیسے نیستی نتیجہ نکلے۔ تو ایسے عالم ضرور ہستی سے نکل بھی سکتے ہیں۔ مثلاً +۱ اور -۱ دونو کا حاصل جمع صفر ہے اور صفر ہم نیستی کو قرار دیتے ہیں۔ تو ضروری ہوا۔ کہ صفر میں سے یہ +۱ اور -۱ نکل بھی سکتے ہیں۔ اگرچہ ہمیں معلوم نہیں۔ کہ وہ کس طرح سے نکل آئے۔ مگر یہ ایک بدیہی ثبوت ہے نیستی سے ہست ہونیکا۔ اور یہ بھی ہم جانتے ہیں۔ کہ اگر کوئی طاقت ہست کرنیکی ہے۔ تو اس کا لازمی نتیجہ ہست ہونا چاہیئے۔ پس ہست کرنیوالی طاقت یعنی خدا تعالےٰ کا ہم ضعیفوں کا سمجھنا ناممکن ہے البتہ جن کو وہ طاقت زندہ مذہب کے ذریعہ توفیق بخشے وہ کچھ اشارہ کرسکتا ہے۔ پھر وہ لوگ جو خدا کو مانتے ہوئے نیستی سے ہستی کے منکر ہیں۔ اس بات کے قائل ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ بغیر آنکھ کان کے دیکھتا سنتا ہے۔ یا بدیگر الفاظ بصر اور سمع لا معلول کو بغیر آنکھ اور کان کے علل اور اسباب کے پیدا کرسکتا ہے تو پھر حیرانی کی بات ہی۔ کہ وہ کیوں مادہ اور ارواح کا معلول بغیر علل اور حساب کے پیدا نہیں کرسکتا۔ یا تو اسے انسان وغیرہا کی طرح آنکھ اور کان رکھنے چاہیئے۔ اور اگر نہیں تو وہ عام طور پر

نیست سے ہست کرنیوالا ماننا چاہیئے - یہ تو بالکل نامناسب ہے - کہ خدا سمیع اور بصیر تو ہو - لیکن اس کے آنکھ اور کان نہ ہوں - ذرات پر کرتی بھی اسی کان اور آنکھ کا حکم رکھتی ہیں - اور یہ تو سراسر نادانی کی بات ہے - کہ مادہ اور روح کو معہ اپنی قابلیات تاثیرات و تاثرات کے رکھتے ہوئے ازلی اور ابدی مالک پھر کسی خارجی طاقت کا قائل ہوتا - کہ وہ ان کو آپس میں جوڑ دیوے -

بہرحال ہمیں خداتعالےٰ خالق کل ہی ماننا پڑتا ہے - اور اس کے برخلاف کوئی دلیل اور ثبوت نظر نہیں آتا -

پھر بعض اوقات اس اعتراض کو ذرا لمبا کیا جاتا ہے - کہ کیا وہ طاقت اب نئے سرے سے نئے عالم میں بھی ہست کر سکتی ہے - ہمیں اس سے انکار نہیں - اور نہ ہی ہونا چاہیے - کیونکہ طاقت کبھی بیکار نہیں رہ سکتی - لیکن وہ عالم ہمارے عالم سے جدا ہونا چاہیے - کیونکہ جب یہ عالم اپنی حالت میں مکمل طیار کیا گیا ہے تو مکمل میں غیر چیز کو داخل کرنا خلل اندازی اور بے حکمی ہے - اور یاد رہے کہ وہ ذات ایسی باتوں سے پاک ہے - پھر یہ بھی کہا جاتا ہے - کہ اسلام خدا کو محدود کرتا ہے ورنہ اس عالم سے پہلے وہ کس شے کا مالک تھا - اس اعتراض سے صاف ظاہر ہوتا ہے - کہ معترض خدا کا مالک خالق رازق ہونا وغیرہ یعنے خدا ہونا - مادہ روح وغیرہ کے موجود ہونیسے مانتا ہے - یعنے جس صورت میں یہ نہ ہوتے تو خدا خالق مالک رازق وغیرہ نہ ہوتا - گویا ان چیزوں کی موجودگی سے اس کو یہ صفات ملے ہیں - مگر وہ اپنے آپ میں کامل نہیں مگر یاد رہے کہ اسلام بلا قید و تعین خداتعالیٰ کو قادر مطلق

مانتا ہے اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ سب کچھ اس کے پاس تھا۔ لیکن نہ بطور وجود۔ بلکہ بطور نتیجہ
ان کو وجود میں لانا وجود میں آنے والی چیزوں کی بہتری کیلئے ہے۔ نہ خود مالک و قابض
بننے کیلئے۔ کیونکہ مخلوق میں ہمیشگی کی ترقی کا مادہ رکھا گیا ہے۔ اس ذات کے اپنے لئے
تو وجود میں لانا یا نہ لانا یکساں ہے۔ جب یکساں ہے تو اس کے لئے اس اظہار کی ضرورت
نہیں۔ ہاں ہم پر یہ صفات تب ہی سے ظاہر ہو سکتی ہیں۔ جب سے ہم ہیں۔ غرض
حضرات ہم نے دیکھ لیا ہے۔ کہ کئی ایک چیزوں کا ایک خاص انتظام اور ترتیب کے
ساتھ یا ایک خاص مقصد اور نتیجے کے لئے کہیں موجود ہونا بلا مقدم ارادہ کے
ہرگز نہیں ہو سکتا بے شمار مفردات مادی و روحی کا ایسے انتظام و تناسب کے ساتھ
موجود چلے آنا جن سے ایسے عالم بن سکیں اور ایسے ایسے انسان و حیوان طیار ہو کر
فائدہ اٹھا سکیں بلا مقدم ارادہ کے ہونا ناممکن ہے۔ یا آریہ خیال کے مطابق بے شمار
ذرات مادہ و ارواح مناسب تاثیرات و آثارات رکھتے ہوئے ایسے موجود ہوں۔ جن سے
خداتعالیٰ کو مالکیت رزاقیت و حکومت اور علم کی صفات حاصل چلی آویں اور ان
مادی ارواحی مفردات میں اتنا قصور ضرور ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو جوڑ نہیں سکتے
اس لئے اس نقص کو پورا کرنے کیلئے ان کے علاوہ ایک اور وجود موجود چلا آتا ہو۔
جس کی قدرت و طاقت و علم عین اس موجودات کی قابلیتوں کے برابر ہو نہ زیادہ ہو کہ
وہ بے مصرف اور زائد ہو گی۔ کہیں کام نہ آویگی کیونکہ نہ ہی کم ہو کہ بہت سے کام اس
سے رہ جاویں گے۔ پس ایسے جوڑنیوالے وجود کا اور دیگر بے شمار مناسب طور پر جڑنیوالی
موجودات کا ایسے مناسب اندازہ سے کہ جس سے ایسا عالم چل سکے خود بخود بلا مقدم

ارادہ موجود ہونا ناممکن۔ . . . سے ایسا جڑنیوالا وجود پرمیشر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ حقیقی متقدم بالارادہ پرمیشور کا وہ بھی ایک مخلوق ہے۔ اور یہ ماننا کہ خود خداتعالیٰ کی ذات متغیر ہوکر اور گر کر ادنی چیزیں بن جاتی ہیں یہ بھی ویسی ہی غلطی ہے۔ پس خدا کیلئے اس صفت کا تسلیم کرنا ازبس لازمی ہے۔ کہ وہ نیستی کو دو متناقض ثبت ومنفی حالتوں میں تو ملسکتا ہے کس طرح کر سکتا ہے ہم اس بات کے عالم نہیں اگر عالم ہوتے تو ہم بھی کر سکتے مگر ہم خود نہ تو ہست کر سکتے ہیں اور نہ ہی نابود کر سکتے ہیں یہ خاصہ اسی ذات پاک کا ہے جو کہ خدا ہے۔ وہ خالق غیر متغیر زمان ومکان سے ورا ہے اور فہم وخیال سے دور ہے۔

حضرات! آریہ خیال کے مطابق خدا بے ضرورت ٹھہرتا ہے اور اس کے وجود پر کوئی دلیل قائم نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ خدا ہونا چاہیے کو وہ ذرات مادہ وروح وغیرہ کو ازخود ماننے سے قابل تسلیم نہیں مانتے اور خدا ہے کا ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں یہی وجہ ہے ہندوستان کی دہریت کی

اشعار

اے دانش ہندسن لے چھوٹی سی داستاں ہے ۔ سر پر ہے کال کھڑا کے گردش میں آسماں ہے

بھولے ہیں قصہ تجھکو اپنی پرانی باتیں ۔ غفلت کی نیند سویا گذرا تو کارواں ہے

خواب عدم میں مست ہے ڈنکا بجا است کا ۔ کلجگ تھے کہتے جس کو آیا وہ ناگہاں ہے

بچہ جدا ہے ماننے پر کنیا نے مانگا ۔ الفت اٹھی دلوں سے پرلو کا جو نشان ہے

مادہ بذات خود ہے روح ہے بغیر خالق ۔ حرکت سے ہستی قائم الشیء تو اک گماں ہے

مکتی ہے جس کو سمجھا وہ قید ہے ستمگر ۔ زنجیر یہ جنم ہے اپنا ہوا ستیاں ہے

تعداد روح بھیلا شے اگیا بی الیشور ہے ۔ — بہرہ ازل سے وہ ہے گو وہ اگر وہ بہان ہے،

کلیگ کے دیش تجھکو لچھن ستائین کیا لیا — ہے بات اک بڑی سی چھوٹا مرا دہان ہے

شرم و حیا میں عنقا غیرت اڑی زمیں ہے — عصمت کی کشتی ڈوبی تہذیب نیمجان ہے،

بھیرج مرادبیوی شوہر مریدزن ہے — غیروں کی ہے کمائی اپنا عزیز جان ہے،

مردہ ہوئی زمیں تھی برسا ہے ابر رحمت — باد صبا چلی ہے جوبن پہ بوستان ہے

جو خشک ہو چکی تہیں شاخیں ہوئی وہ ابہر — آیا فلک سے لے منڈ اپنا تو باغبان ہے

آیا کرشن جی ہے منتظر تھے جس کے — ہے سنادی اپنی بچوں کا جو نشان ہے،

جکر سے یہ جنم کے دیگا رہائی تمکو ٭ — دنیا میں رہنما ہے عقبے کا راز دان ہے

اک تھی شنید پہلے انکھوں سے دیکھ لو اب — اوتار آخری کو آیا جو بے گمان ہے

الیشور نے مہر کی ہے بھیجا ہے کرپا کر کے — کشتی سنبہالی جس نے رحمت کا سایہ بان ہے

برکت سے جس کے دم کی عالم ہوا ہے تازہ — اپنا مسیح وہی ہے مہدی وہ بیگمان ہے،

حضرات بعض اصحاب کہا کرتے ہیں کہ گھڑا سوائے آدمی کے بنانیکے از خود نہیں بن سکتا ۔ اور اس کے لئے مٹی کا اور بنانیوالے کا ہونا ضروری ہے ۔ لیکن ایسی دلیل کا پیش کرنا محض نافہمی ہے ۔ موجودات اپنے پہلے جنم کے وقت اسی لائق کام کرتی ہے پھر جب اس کے جڑیں ترقی ہوتی ہے تو اس کے کاموں میں بھی ترقی ہوتی ہے ۔ جب سورج بنتا ہے تو وہ پہلے سے نئے کام کرنے لگتا ہے جب ریشم یا شہد کا کیڑا طیار ہوتا ہے ۔ تو اسی وقت اس سے کام ہونے لگتا ہے ۔ اسی طرح جب آدمی بنتا ہے اور چکر کا استعمال جان لیتا ہے تو گھڑا بنانے لگتا ہے ٭

پس بس جب گھڑا بنانیکے لئے پہلے انسان کی ضرورت ہی۔ تو انسانی حالت سی ادنی صورت تک
میں گھڑے کی بناوٹ کو چاہنا جہالت ہی۔ اور گھڑے کی سوائے آدمی کے نہ بن سکنے کے جذب و
تاثیرات کے ابتدائی کاموں کا انکار بھی نادانی پر نادانی ہی۔ اور اگر فرضاً ہم اس موجودات کے
لئے ایک غیر جوڑنیوالے کی ضرورت کو مان بھی لیں۔ تو اس ہی جوڑنیوالیکا ایک ہونا ثابت
نہیں ہوتا۔ کیونکہ مفردات مادی درد جی کے جوڑنیکے لئے ایک سلسلہ آوزاروں کی بھی ضرورت
ہے جسی علت آلی کہتے ہیں۔ اور ایک جوڑنیکی طاقت و علم بھی درکار ہی۔ اور یہ ثابت نہیں ہو سکتا
کہ کیوں ایک ہی وجود اوزاروں اور طاقت و علم تینوں چیزوں کا کام دیتا ہی۔ کیوں اس لئے
تین وجودوں کی ضرورت نہ ہو۔ اس جگہ ایک عیسائی بول اٹھیگا۔ کہ ہم اس لئے تین طاقتیں
مانتے ہیں۔ یہ تو اپنے پاؤں آپ کلہاڑی چلانا ہی۔ خدا تعالی کو غیر مکمل ثابت کر دیا۔ اگر تین طاقتیں
مان لیں۔ مگر تعجب ہی۔ کہ ایک خدا میں تین شخصیتیں کہ ایک باپ ہو پیدا کرنیوالا۔ دوسرا بیٹا ہو نجات
دینیوالا۔ تیسرے روح القدس ہو ہدایت دینے والا از خود کیسے موجود ہو سکتی ہیں۔ یہ تو وہی بربہا شیو
وشن کا معاملہ ہی۔ اور وہ کیسا خدا ہے۔ جس نے احمد کی پگڑی محمود کے سر پر رکھکر دنیا میں اندھیر مچا دیا ہے

حضرات۔ ہم بوجہ وقت کی کمی کے اس حصہ مضمون کو یہیں ختم کرکے اب یہ دیکھنا چاہتے
ہیں۔ کہ اس ہماری تمام تگ و دو اور ایسی ہستی کی پرستش کا لازمی نتیجہ کیا ہی۔ اس بات پر سب کے
سب متفق ہیں۔ کہ لازمی نتیجہ ہماری پرستش کا خدا کی خوشنودی یا بدیگر الفاظ البشری نقائص سی نجات
ہے۔ لیکن اس نجات کے متعلق اب دو سکول موجود ہیں۔ ایک کے نزدیک تو وہ محدود ہی۔ اور
دوسرے کی نزدیک غیر محدود۔ حضرات۔ مجھی اس بات کے کہنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ کہ
نجات کو محدود ماننے والا وہی گروہ ہے۔ جو خدا تعالی کو نہ تو خالق کل۔ اور نہ ہی متصرف اور

متقدم بالارادہ مانتا ہے۔ اور اس میں وہ مجبور ہے۔ کیونکہ خواہش حوصلہ کے مطابق ہی ہوا کرتی ہے۔ لیکن میں یہ جتنا ناضروری سمجھتا ہوں۔ کہ وہ اس بات میں غلطی پر ہیں۔ اور وہ اس عقیدہ پر مجبور ہیں۔ ان کے نزدیک اگر خدا تعالےٰ انہیں نجات غیر محدود دے دیوے۔ تو دنیا کا یہ سارا تانا بانا درہم برہم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ خدا انہیں چیزیں کہیں سے لا نہیں سکتا۔ لیکن اس طرح سے بھی ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ اگر مکتی خانہ سے نکلتے وقت بعض روحیں خدا سے سرکش ہو جاویں اور نکلنے سے انکار کر دیویں۔ کیونکہ خدا کا انہیں کیا حق ہے۔ کہ ان کو جبراً وہاں سے نکال دیوے۔ خدا کا ان کو نجات دینے میں کوئی احسان نہیں تھا۔ یہ ان کے اپنے اعمال کا ثمرہ ہے۔ اور انہیں یاد ہوگا۔ کہ پہلے جوڑنے جاڑنے سے انہیں کس قدر تکلیف دی ہے۔ اور ایک لاکھ چھیاسی ہزار جونوں کا گورکھ دھندا ابھی ان کے دل سے نہیں مٹا ہوگا۔ تو پھر خدا کیا کر سکتا ہے۔ (نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات)۔ حضرات۔ سب سے بڑا اعتراض جو آجتک اس گروہ نے نجات غیر محدود پر کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ نجات غیر محدود بوجہ ایک نئی قسم کی خوشی کے رنج کا حکم رکھتی ہے۔ مگر اس اعتراض کی کمزوری بالبداہت عیاں ہے۔ کیونکہ حیات ابدی اور نجات لاتناہی ایک ہی حالت کا نام نہیں ہے۔ پھر ہم پوچھتے ہیں۔ کہ کیا ہماری پرستش محدود ہے جس کا نتیجہ محدود ہو۔ اور کیا ایک ارب چھیالوے کروڑ برس وغیرہ وغیرہ جو کہ سماجیوں کے نزدیک عرصہ نجات ہے۔ زائد از حد نہیں۔ اور کیا اس پر رنج کا اطلاق نہیں آسکتا۔

صاحبان۔ جناب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ کہ جب کوئی اپنے

سچا طالب کامل طور سے اسلام پر قائم ہو جاتا ہے۔ اور طبعی طور پر خدا تعالیٰ کی راہوں
میں ہر ایک طاقت سے اسکے کام میں مشغول ہو جاتا ہے۔ تو آخری نتیجہ اس کی اس
حالت کا یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ کی ہدایت کے اعلےٰ تجلیات تمام سی مبرا ہو کر
اس کی طرف رخ کرتی ہیں اور طرح طرح کی برکات اس پر نازل ہوتی ہیں۔ تمام
اسرار سربستہ اس پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ اور اس کا ایمان بالمشافہ ہو جاتا ہے
اس کی حرکات سکنات افعال واقوال میں ایک برکت رکھی جاتی ہے۔ اور
اسے فوق العادت شجاعت۔ استقامت اور ہمت عطا کیجاتی ہے اور بشریت
کے حجابوں کی تنگ دلی اور بخل بار بار کی لغزشیں شہوات غیرہ غرض ہر ایک قسم کی طبعی
تاریکی بکلی اس سے دور کیجاتی ہے۔ اور ربانی اخلاق کا نور اس میں بھر دیا
جاتا ہے۔ تب وہ بکلی مبدل ہو کر نئی پیدائش کا پیراہن پہن لیتا ہے۔ اور خدا تعا
سے سنتا۔ خدا تعالےٰ سے دیکھتا۔ خدا تعالےٰ کیساتھ حرکت کرتا اور خدا تعالےٰ
کیساتھ ٹھیرتا ہے۔ اس درجہ میں اس کی دعائیں بطور اصطفا کے منظور ہوتی ہیں
نہ بطور ابتلا کے۔ اور آسمان پر اس کے وجود سے خوشی کیجاتی ہے۔ اس موت
کے پیدا ہو جانیسے عجیب عجیب طور کی قوتیں اس میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جو
باتیں دوسرے کہتے ہیں پر کرتے نہیں۔ جو راہیں دوسرے دیکھتے ہیں۔ پر چلتے
نہیں۔ اسے سب عطا ہو جاتی ہیں۔ اور وہ ثابت قدم ہو کر استقلال سے کام
کر دکھلاتا ہے۔ وہ اپنی قوت سے نہیں بلکہ ایک زبردست قوت الٰہی اس کی
اعانت میں ہوتی ہے جو اسے پہاڑوں سے زیادہ مستحکم بنا دیتی ہے۔ اگر وہ